صحیح بخاری شریف کی دو سو سے زائد معنون اور
قریباً گیارہ سو منتخب احادیث کا حسین و جمیل مجموعہ
بخاری پڑھو
لیکن
ساری پڑھو
مُرتّب
الحافظ القاری مولانا مفتی غلام حسن قادری
دارالعلوم حزب الاحناف لاہور
اکبر بک سیلرز
لاہور

نام کتاب	....	بخاری پڑھو لیکن ساری پڑھو
مصنف	....	مفتی غلام حسن قادری (حزب الاحناف لاہور)
پروف ریڈنگ	....	الحاج قاری محمد اصغر علی نورانی جامعہ امیر حمزہ لاہور
صفحات	....	380
تعداد	....	1100
کمپوزنگ	....	فرخ علی
ناشر	....	اکبر بک سیلرز لاہور
قیمت	....	250/ روپے

فہرست

بخاری شریف پہلی جلد کے حوالہ جات

بخاری شریف دوسری جلد کے حوالہ جات

☆☆☆☆☆

پیش لفظ

دورۂ حدیث شریف کے بابرکت سال پوری صحاح ستہ سے اپنے ذوق کے مطابق میں نے حوالہ جات جمع کئے جو ابتداءً تو ہر کتاب کے شروع و آخر میں خالی صفحات پر لکھتا گیا لیکن بعد میں ایک ڈائری کے اندران حوالہ جات کو ترتیب سے لکھ کر محفوظ کرلیا، بہت سے علماء وطلباء درس نظامی بالخصوص دورۂ حدیث پڑھنے والے طلباء نے کئی مرتبہ اصرار کیا کہ اگر انہیں اسی حالت میں، انہی سرخیوں کے ساتھ چھپا دیا جائے تو یہ خزانہ نہ صرف محفوظ ہو جائے گا بلکہ کئی صاحبانِ ذوق اور متلاشیانِ علم کی علمی پیاس بھی بجھ جائے گی اور ان کے ذوق کی تسکین بھی ہو جائے گی۔ خود میرے محسن و مربی اور درس نظامی از اول تا آخر کے مہربان و مشفق استاذ گرامی حضرت مفتی عبدالقیوم خان صاحب نے کئی مرتبہ اس ڈائری کو ملاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ ''تو نے اتنی محنت کی ہے اس کو مزید محنت کئے بغیر جوں کا توں چھپا دے'' الحمد للہ! اس سے قبل میری اکیس کتب بازار میں آچکی ہیں، اب کچھ فراغت ہوئی ہے تو میں نے اس کام کا آغاز کر دیا ہے اور آج بروز پیر شریف ماہ رجب المرجب ۱۴۲۹ ہجری بمطابق 13 جولائی 2008ء کو نئی مسجد میں نئی رہائش پر اس نئے کام کا آغاز بخاری شریف کی پہلی حدیث شریف بمع مختصر تشریح لکھ کر کر دیا ہے، عجیب اتفاق ہے کہ پچھلے ماہ جامع مسجد مولانا روحی اندرون بھاٹی گیٹ میں ستائیس سال کے عرصہ میں درس قرآن مجید مکمل کیا اور مجھے پیر سیّد مسعود احمد رضوی صاحب نے بتایا کہ قبلہ سیّد ابوالبرکات مفتی اعظم

پاکستان علیہ الرحمۃ نے بھی اندرون دہلی گیٹ (پرانے حزب الاحناف) میں ستائیس سال کے اندر ہی قرآن پاک کا درس مکمل فرمایا (الحمد للہ علی ھٰذہ الموافقۃ) بھاٹی گیٹ میں رہائش تنگ ہونے کی وجہ سے یکم جون 2008ء کو میں بھاٹی دروازے سے ریونیو سوسائٹی کے بی بلاک کی خوبصورت مسجد فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا میں آ گیا اور آج ہی نماز فجر کے بعد نئے سرے سے قرآن مجید کے درس کا آغاز کیا اور موقع کو نہایت مناسب سمجھتے ہوئے آج سے ہی اس نئے کام کا آغاز کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام کی تکمیل میں آسانی پیدا فرمائے اور اس کو اہل ذوق و محبت کے لئے نافع اور میرے لئے نجات کا سبب بنائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیّد الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم

ارادہ تو میرا یہی ہے کہ یہ سارا کام ایک ہی جلد میں جمع ہو جائے کیونکہ تفصیل میں جائے بغیر صرف عنوان کی اصل عربی عبارت بمعہ حوالہ اور ضروری ترجمہ پر ہی اکتفاء کرنا چاہتا ہوں ورنہ اہل علم نے ان موضوعات میں سے ایک ایک موضوع پر پوری پوری کتابیں لکھی ہیں، لہٰذا بجائے اس کے کہ مثلاً حضور علیہ السلام کی سخاوت کی بات آئے تو اس پر لکھنا شروع کر دوں، ایسا نہیں کروں گا بلکہ آپ کی سخاوت والی حدیث کے اصل الفاظ بمعہ حوالہ لکھ دوں گا۔ باقی رہی تفصیل تو وہ اس موضوع پر لکھی گئی کتب سے لے لیں کیونکہ

سفینہ چاہئے اس بحرِ بے کراں کے لئے

پھر بھی ہو سکتا ہے کسی جگہ کچھ نہ کچھ لکھنا پڑ جائے اور اس طرح اگر یہ سلسلہ بڑھتا نظر آیا تو ہر کتاب کے حوالوں کو علیحدہ علیحدہ شائع کرنا پڑے گا۔ تاہم اس میں بھی ان شاء اللہ اختصار ہی پیش نظر رہے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وسننہ وایامہ (بخاری شریف) سے اس بابرکت کام کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

جہاں حدیث کا نمبر لکھا ہے اس سے مراد دارالسلام کا مطبوعہ مجموعہ کتب صحاح ستہ کا نمبر ہے اور جہاں صفحہ نمبر لکھا ہے اس سے مراد مطبوعہ نور محمد، اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی کا صفحہ ہے۔ یاد رہے کہ معنون حدیث کے تحت بھی بہت ساری احادیث کا خلاصہ درج کر دیا گیا ہے۔ بعض جگہ نمبر اور صفحہ دونوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے تاکہ حاشیہ دیکھنے میں سہولت رہے کیونکہ مجموعہ میں حاشیہ نہیں ہے۔

اس بابرکت اور مفید کام میں جو حضرات میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے میں ان کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ جن میں سے چند نام مندرجہ ذیل ہیں۔

استاذ محترم مفتی عبدالقیوم خان صاحب منہاج القرآن لاہور، استاذ محترم مولانا حافظ محمد یعقوب صاحب نقشبندی، حضرت مولانا محمد منشاء تابش قصوری جامعہ نظامیہ لاہور، پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی مکتبہ نبویہ لاہور، صاحبزادہ سیّد مصطفیٰ اشرف رضوی حزب الاحناف لاہور، صاحبزادہ سیّد مرتضیٰ اشرف رضوی علی بابا بیکرز لاہور، پیر طریقت علامہ حافظ عبدالغفور گولڑوی چوہان روڈ لاہور، علامہ حافظ غلام عباس فیضی ناظم و مہتمم جامعہ فاروقیہ رضویہ جوہر ٹاؤن لاہور، برادر اصغر الحاج قاری محمد اصغر علی نورانی پرنسپل جامعہ امیر حمزہ جامع مسجد قبا باغوالی بھاٹی گیٹ لاہور، برادر عزیز علامہ قاری غلام مرتضیٰ نقشبندی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور، میاں عبدالعلی عابد صاحب حبیب ہوٹل داتا دربار والے (جو میرے لیے بڑی محبت کے ساتھ مجموعہ ستہ حجاز مقدس سے لے کر آئے)

حضرت علامہ سیّد باقر علی شاہ صاحب، حضرت مولانا محمد یٰسین حاکمی صاحب، حضرت مولانا محمد عمران فاروقی صاحب، حضرت مولانا محمد اشتیاق صاحب، حضرت مولانا صفدر علی خان صاحب، حضرت قاری عبدالمنان صاحب (مدرسین جامعہ فاروقیہ رضویہ جوہر ٹاؤن لاہور)، صاحبزادہ قاری محمد اکرم فیضی صاحب سابق امام جامع مسجد داتا دربار، محترم قاری محمد اکرم فیضی صاحب کالج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور، جناب

قاری غلام معین الدین سیالوی صاحب مسلم ٹاؤن لاہور، مبلغ ختم نبوت فاتح مرزائیت
قاری محمد ریاض فاروقی صاحب' مبلغ دعوت اسلامی مولانا محمد عبدالرشید عطاری صاحب'
جناب قاری محمد اختر علی سیالوی صاحب جامع مسجد شاہ ابوالخیر گڑھی شاہو لاہور، جناب
پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی صاحب گڑھی شاہو لاہور، محترم ملک نثار احمد صاحب صدر
انتظامیہ مسجد فاطمۃ الزہراء جناب حافظ محمد شفیع غوری صاحب' جناب جاوید اقبال ہاشمی
صاحب' جناب سیّد آلِ احمد شاہ صاحب' جناب ملک شوکت اقبال صاحب' جناب
چوہدری محمد جاوید طفیل صاحب' جناب ظفرالاسلام صاحب' جناب میاں محمد سعید
صاحب' الحاج میاں محمد ریاض صاحب' جناب ڈاکٹر ذوالفقار احمد چاولہ صاحب
(ریونیو سوسائٹی لاہور)، جناب سیّد شبیر حسین شاہ رضوی صاحب فیصل آباد، جناب
حافظ محمد زبیر مجددی صاحب سیالکوٹ، جناب چوہدری احمد حسن صاحب' حافظ محبوب
الٰہی صاحب' قاری غلام رسول صاحب اعوان ٹاؤن لاہور، قاری خدا بخش بصری
صاحب مدرسِ جامعہ نعمانیہ لاہور، مرید خاص حضرت محدثِ اعظم پاکستان الحاج میاں
محمد شریف پرواز صاحب لاہور بروسٹ والے، برخوردار محمد عثمان غنی بن عبدالغنی ضیاء
صاحب (ریونیو سوسائٹی لاہور) ثناء خوان مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم قاری محمد ریاض
فریدی رضوی صاحب (مدینہ شریف)، جناب الحاج میاں حبیب احمد صاحب (مدینہ
شریف) جناب ملک نثار احمد صاحب صدر' عزیز القدر مولانا سجاد حیدر رضوی صاحب'
عزیزم محمد فیضان رضا صاحب' جناب محمد غواص عباسی صاحب' برخوردار کلیم اللہ صاحب
(طلبائے جامعہ فاروقیہ رضویہ)' قاری ممتاز حسین چشتی صاحب' سیّد ایوب علی طلحہ
صاحب' محمد عثمان عطاری صاحب' حسن رضا عطاری صاحب' محمد شعیب صاحب' حافظ
فراز محمود رانا بن محمود اکرام رانا صاحب' ڈاکٹر آصف آقبال صاحب' ڈاکٹر نعیم شہزاد
صاحب ریونیو سوسائٹی۔

آباد حشر تک رہیں سب قدر داں میرے

حالاتِ زندگی امام بخاری علیہ الرحمۃ

از علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی جامعہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا

ولادت:

امام بخاری علیہ الرحمۃ کی ولادت ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں ۱۳ شوال ۱۹۴
ہجری کو بروز جمعہ مبارکہ بعد عصر ہوئی۔ اس وقت سارا سلاطین عباسیہ کی سطوت و
شوکت کا سکہ چار دانگ عالم میں چل رہا تھا۔ پورا ماوراء النہر بشمول بخارا انہیں کے
زیر نگیں تھا۔ بخارا میں ان کی طرف سے والی رہتا تھا یہ عہد ہارون الرشید کے بیٹے امین
کا تھا۔

نام ونسب:

امام بخاری علیہ الرحمۃ کا نام محمد تھا اور کنیت ابوعبداللہ، امیر المؤمنین فی
الحدیث، ناصر الاحادیث النبویہ، ناشر المواریث المحمدیہ، آپ کے
القاب ہیں۔ مگر ان سب پر بخاری نسبت ایسی غالب آئی کہ سب القاب پیچھے رہ گئے۔
ان کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن ھَرۡدِزۡبَہ ہے۔
ھَرۡدِزۡبَہ کے معنی کاشتکار کے ہیں یہ مجوسی تھا اور مجوسیت ہی پر مرا۔ امام بخاری کے
پردادا مغیرہ اس وقت کے والی بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے اور
ان کے ساتھ عقد موالات کرلیا جو احناف کے مذہب میں موجب توریث ہے۔ جیسا
کہ حدیث میں ہے: الولاء لحمۃ کلحمۃ النسب، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا اگر کوئی مشرک کسی

مسلمان کے ہاتھ پر ایمان لائے تو سنت کیا ہے۔ فرمایا: وھو اولی الناس بمحیاہ ومماتہ، وہ اس کی موت اور زندگی کا سب سے زیادہ حقدار ہے (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ ۲۶۴) اسی وجہ سے امام بخاری کو بھی جعفی کہا جاتا ہے۔ جبکہ یمان امام بخاری کے شیخ، مسندی کے پردادا ہیں۔

ہر دزبہ کے والد کے نام میں اختلاف ہے کسی نے بذ ذبہ، کسی نے احنف کہا، کسی نے کچھ اور نام بتایا۔ (طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۲)

امام بخاری کے والد ماجد بڑے ممتاز بزرگ اور متبحر عالم تھے۔ امام بخاری کے شیخ الشیخ امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ امام اعظم ابوحنیفہ کی صحبت میں رہتے تھے صاحب روایت محدث تھے۔ عبداللہ بن مبارک امام مالک اور ان کے اصحاب ومعاصرین سے روایت کرتے تھے۔ بڑے ہی مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ایسے کہ بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے کہ میری سب دعائیں دنیا ہی میں نہ قبول کرفرما کچھ آخرت کے لئے بھی رہنے دے۔ اکل حلال کے ایسے پابند تھے کہ حرام تو حرام مشتبہات سے بھی بچتے تھے۔ وصال کے وقت فرمایا! میرا مال حرام تو حرام شبہات سے بھی پاک ہے۔ اکل حلال استجابت دعاء کے لئے اکسیر اعظم ہے۔

یتیمی وتربیت:

امام بخاری علیہ الرحمۃ ابھی صغیر السن ہی تھے کہ ان کے والد ماجد انہیں داغ یتیمی دے گئے ان کی پرورش والدہ ماجدہ نے کی۔ عہد طفلی ہی میں امام بخاری کی بینائی جاتی رہی۔ بہت علاج کیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ ان کی والدہ ماجدہ ان کی بینائی کے لئے ہمیشہ گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرتی رہیں۔ ایک رات خواب دیکھا کہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے تیری دعا قبول فرمائی اور تیرے بچے کی بینائی واپس فرمادی۔ صبح کو امام بخاری بینا ہو کر اٹھے۔ پھر آنکھوں میں وہ روشنی آئی کہ چاندنی میں لکھا پڑھا کرتے

تھے۔ خراسان میں بھی ایک دفعہ یہی حادثہ پیش آیا تو کسی نے بتایا کہ سر مونڈ کر خطمی کا لیپ سر پر کریں۔ بینائی واپس آجائے گی۔ امام بخاری نے یہی کیا اور پوری بینائی واپس آگئی اور ایسی کہ پھر کبھی نہ گئی۔ (طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲)

حفظ حدیث کی ابتداء:

حسب دستور امام بخاری مکتب میں ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے جب قریب قریب دس سال کے ہوئے تو بالہام ربانی تحصیل حدیث کا شوق پیدا ہوا اور امام بخاری وہاں کے مشہور محدثین کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے حاضر ہونے لگے۔ مثلاً سلام بن محمد بیکندی، محمد بن یوسف بیکندی، عبداللہ بن محمد مسندی اور ابراہیم بن اشعث وغیرہ۔ چند مہینوں میں اتنا عبور ہوگیا کہ محدثین کو ٹوکنے لگے۔ بخارا میں ایک مشہور محدث داخلی تھے۔ امام بخاری ان کے یہاں بھی حدیث حاصل کرنے جاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک حدیث کی سند کتاب میں دیکھ کر اس طرح پڑھی۔ عن سفیان عن ابی الزبیر عن ابی ابراھیم۔ امام بخاری نے بلا تاخیر ان سے کہا ابوالزبیر، ابراہیم کے راوی نہیں۔ پھر آپ نے عن الزبیر عن ابراھیم کیسے پڑھا۔ داخلی نے نوعمر بچہ دیکھ کر جھڑک دیا۔ امام بخاری نے پھر کہا کہ اصل میں دیکھ لیں کیا ہے؟ اس پر داخلی مکان میں تشریف لے گئے اور کتاب کا اصل نسخہ لے کر آئے اور امام بخاری سے دریافت کیا تم یہ بتاؤ صحیح نام کیا ہے؟ امام بخاری نے فرمایا کہ یہ ابوالزبیر نہیں بلکہ زبیر بن عدی ہیں اور یہی ابراہیم کے تلمیذ ہیں۔ داخلی نے اس کے مطابق اپنی کتاب درست کرلی۔ اس وقت امام بخاری کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔ اسی قوت حافظہ کا نتیجہ تھا کہ سولہ سال کی عمر میں امام عبداللہ بن مبارک اور امام وکیع کی کتابیں اور اصحاب امام اعظم کی کتابیں حفظ کرلیں۔ (طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲)

تحصیل علم:

۲۱۰ ہجری میں امام بخاری کی عمر جب سولہ سال کی تھی اپنے بڑے بھائی احمد بن

اسماعیل اور والد کے ہمراہ حج کو گئے۔ والد اور بھائی تو حج سے فارغ ہو کر وطن واپس ہوگئے مگر امام بخاری مکہ معظمہ میں ہی رہ گئے۔ وہاں تحصیل علم وتصنیف وتالیف وعلم دین کی نشر واشاعت میں مصروف رہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں قضایا الصحابہ والتابعین نامی کتاب لکھی اور اسی عمر میں اپنی مشہور کتاب، کتاب التاریخ مزارِ اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر چاندنی میں لکھی اور ابھی داڑھی مونچھ بھی نہیں نکلی تھی کہ محدثین نے ان سے احادیث اخذ کرنا شروع کر دیا تھا۔ (ایضا) علامہ ابن حجر نے فرمایا: امام بخاری نے جب تحصیل حدیث شروع کی تھی اگر اسی وقت مکہ آجاتے تو ان اونچے طبقے کے محدثین سے انہیں بھی بلا واسطہ تلمذ حاصل ہو جاتا جن سے ان کے معاصرین کو ہے۔ مگر تاخیر سے مکہ حاضری کی وجہ سے ان اونچے طبقے والوں سے تلمذ نہ ہو سکا مگر ان کے قریب العہد بزرگوں سے حاصل ہوا۔ مثلاً یزید بن ہارون، ابوداؤد طیالسی، علامہ ابن حجر کا بیان ہدیۃ الساری مقدمہ فتح الباری میں مختلف ہے۔ ص ٤٧٩ پر مبدء طلب حدیث کے باب میں یہی ہے کہ ٢١٠ ہجری میں حج کیا اس حساب سے امام بخاری کی عمر اس وقت سولہ سال ہوئی لیکن ثناء الناس کے عنوان کے تحت ص ٤٨٤ پر خود امام بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اٹھارہ سال کی عمر میں پہلا حج کیا۔ اس حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری نے پہلا حج ٢١٢ ہجری میں کیا تھا لیکن میں نے پہلا قول اختیار کیا اس لئے کہ اس میں علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں کہ میں حمیدی کے یہاں گیا جب کہ میری عمر اٹھارہ سال کی تھی یعنی اول حج کے سال تو دیکھا کہ ان میں اور ایک صاحب کے درمیان ایک حدیث کے بارے میں بحث ہو رہی تھی۔ حمیدی نے مجھے دیکھتے ہی کہا لو وہ آگئے جو ہمارا فیصلہ کر دیں گے۔ میں نے حمیدی کے حق میں فیصلہ دیا کیونکہ حق ان کے ساتھ تھا چونکہ حج کے بعد امام بخاری مکہ ہی میں رہ گئے تھے تو ہوسکتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ جب پہلا حج کر کے مکے میں مقیم تھا تو یہ واقعہ پیش آیا۔ رواۃ سے تعبیر میں کچھ ردوبدل ہو گیا۔ علامہ قسطلانی نے بھی اپنی شرح کے مقدمہ میں

یہی لکھا ہے کہ ٢١٠ھ سولہ سال کی عمر میں حج کے لئے گئے۔ طبقات کبریٰ میں بھی علامہ سبکی نے یہی لکھا ہے۔

٢١٠ ہجری میں امام عبدالرزاق یمن میں باحیات تھے۔ امام بخاری نے ان کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا مگر کسی نے بتایا کہ وصال ہوگیا ہے تو یمن نہیں گئے۔ ان کے تلمیذ سے اخذ حدیث فرمائی۔

امام بخاری خود فرماتے ہیں: میں علم حدیث کی طلب کے لئے دوبار مصر دوبار شام دوبار جزیرہ گیا۔ چار بار بصرہ، چھ سال حجاز میں رہا۔ کوفہ وبغداد کتنی بار گیا اس کا شمار نہیں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اس عہد میں بغداد کی طرح کوفہ بھی علم دین خصوصاً علم حدیث کا مرکز اعظم تھا۔ آج رفاض اور غیر مقلدین کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر لوگ کوفہ کو جو چاہیں کہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ اس عہد میں کوفے کی علمی مرکزیت دنیا اسلام میں مسلم تھی اس کے علاوہ امام بخاری نے اور بھی دور دراز شہروں کے سفر کئے ہیں۔ مثلاً بلخ گئے اور حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے اخذ حدیث کیا، امام بخاری نے ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثیات روایت کی ہیں۔ ان جگہوں کے علاوہ نیشاپور، مرو، رَی، واسط، قیساریہ اور عسقلان وغیرہ بھی گئے۔ (طبقات ج ٢ ص ٥)

قوت حافظہ وجودت ذہن:

تعلیم وتعلم کے لئے سب سے اہم جو چیز ہے وہ قوت حافظہ اور جودت ذہن ہے۔ اللہ عزوجل نے امام بخاری کو یہ تمام باتیں بدرجہ اتم عطا فرمائی تھیں جس کے چند واقعات گزر چکے ہیں۔ ان کے حافظے کا یہ حال تھا کہ جس بات کو ایک مرتبہ سن لیتے یا پڑھ لیتے ایسی یاد ہو جاتی کہ پھر کبھی نہ بھولتے۔ اسماعیل بن حاشد کہتے ہیں کہ میں اور چند ساتھی امام بخاری کے ہم سبق تھے چنانچہ ہم لوگ حدیث سننے کے لئے بصرہ کے محدثین کے پاس جایا کرتے تھے ہم اور جو سنتے لکھ لیا کرتے۔ امام بخاری کچھ نہیں

لکھتے تھے صرف سن کر چلے آتے۔ ہم نے ان سے بار بار کہا کہ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ؟ تم بھی جو سنو لکھ لیا کرو لیکن امام بخاری پر کچھ اثر نہ ہوا۔ سولہ دن کے بعد انہوں نے کہا: تم لوگوں نے مجھے بہت ملامت کی اور ملامت کر کے تنگ کر دیا اب تک جتنی حدیثیں لکھ چکے ہو مجھے سناؤ۔ اس اثناء میں پندرہ ہزار احادیث ہم لوگوں نے لکھی تھیں۔ ہم نے اپنے نوشتوں سے دیکھ کر پڑھنا شروع کیا تو یہ حال ہوا کہ ہمارے نوشتوں میں غلطی تھی ان کی یادداشت میں کوئی غلطی نہ تھی یعنی ہم نے اپنے مکتوبات کی ان کی یادداشت سے تصحیح کی پھر فرمایا: تم لوگ سمجھتے ہو کہ میری سرگردانی بے کار ہے اور میں وقت ضائع کر رہا ہوں؟ (ایضا) محمد بن ازہر کہتے ہیں کہ میں محمد بن حرب کے یہاں حدیث سننے کے لئے جاتا تھا امام بخاری بھی جاتے تھے لیکن میں لکھتا تھا اور وہ نہیں لکھتے تھے۔ کسی نے کہا کہ محمد بن اسماعیل لکھتے نہیں تو میں نے کہا اگر تم سے کوئی حدیث لکھنے سے رہ جائے تو ان سے پوچھ کے لکھ لینا۔

محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ، فریابی کے حلقہ درس میں حاضر تھے امام بخاری بھی تھے۔ فریابی نے ایک حدیث کی سند یوں بیان کی حدثنا سفیان عن ابی عروبة عن ابی الخطاب عن ابی حمزة اس سند میں حضرت فریابی نے راویوں کی کنیتیں ذکر کیں نام نہیں لیا۔ پھر پوچھا بتاؤ! ان تینوں کے کیا نام ہیں؟ حاضرین مجلس نہ بتا سکے تو امام بخاری نے بتایا کہ عروبة معمر بن راشد ہیں اور ابوالخطاب قتادہ بن دعامہ اور ابوحمزہ حضرت انس ہیں۔ امام بخاری کے منہ سے یہ نام سنتے ہی حاضرین پر سکتہ طاری ہوگیا۔ (مقدمہ فتح الباری)

ایک دفعہ سمرقند میں چار سو محدثین نے متفقہ طور پر طے کیا کہ امام بخاری کو مغالطہ میں ڈال دیں اس کے لئے انہوں نے عراق کی اسناد میں شام کی اور شام کی اسناد میں عراق کی، حرم کی اسناد میں یمن کی اور یمن کی اسناد میں حرم کی اسناد خلط ملط کر کے سات دن تک یہ لوگ امام بخاری کو پریشان کرتے رہے مگر ان کا حربہ کارگر نہ ہوا۔ یہ

لوگ ایک بار بھی امام بخاری کو مغالطہ نہ دے سکے نہ سند میں نہ متن میں۔

بغداد میں امتحان:

جب امام بخاری بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین نے ان کے حافظے و وسعت علم کا امتحان لینا چاہا۔ اس کے لئے باہمی مشورے سے یہ طے کیا کہ ایک سو احادیث کے متون اور اسناد میں ردوبدل کر کے انہیں جانچا جائے۔ چنانچہ سو احادیث میں سے ہر ایک کے متن کو دوسری سند کے ساتھ اور دوسرے کی سند کو اس کے متن کے ساتھ ملا دیا گیا۔ دس آدمی سوال کرنے کے لئے منتخب ہوئے۔ ایک ایک شخص کو دس دس حدیثیں دی گئیں، ایک تاریخ مقرر ہوئی۔ اس میں امام بخاری مجلس عام میں تشریف لائے اور ہزار ہا محدثین، فقہاء، عوام وخواص شریک ہوئے۔ جب مجمع پرسکون ہوگیا تو حسب قرارداد ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ایک ایک کر کے اپنی دسوں حدیثوں کو پڑھا۔ ہر حدیث کے سننے کے بعد امام بخاری یہ فرماتے تھے میں اسے نہیں پہچانتا۔ اسی طرح دس آدمیوں نے سو احادیث پڑھی اور ہر حدیث پہ امام بخاری کا یہی جواب تھا کہ میں اس سند کے ساتھ اس حدیث کو نہیں جانتا۔ اس پر بے علم خوش ہوئے کہ امام بخاری واقعی ان احادیث کو نہیں جانتے مگر اہل علم جان گئے کہ معاملہ کیا ہے؟ جب دسوں آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری نے پہلے شخص سے فرمایا۔ آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی وہ اس طرح نہیں بلکہ صحیح یوں ہے اس متن کی سند یہ ہے۔ جس ترتیب سے اس نے پیش کی تھی اس ترتیب سے ہر ایک کی تصحیح کرتے گئے۔ یہاں تک کہ دسوں آدمیوں کی بیان کردہ سو احادیث پر اسی ترتیب سے کلام فرمایا جس ترتیب سے ان لوگوں نے سوال کیا تھا۔ جب امام بخاری فارغ ہوئے تو تمام مجلس سے تحسین وآفریں کا شور اٹھا اور حاضرین نے امام بخاری کے خداداد فضل وکمال کا لوہا مان لیا۔ اسی موقع پر کسی زندہ دل نے کہا: ھذا الکبش نطاح یہ زبردست سینگ مارنے والا مینڈھا ہے۔

(طبقات ج ۲ ص ۶)

سلیم بن مجاہد کا بیان ہے کہ میں ایک دن محمد بن سلام بیکندی کے حلقہ درس میں پہنچا تو انہوں نے فرمایا: تھوڑی دیر پہلے اگر آئے ہوتے تو میں تم کو وہ بچہ دکھاتا جسے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ سلیم کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر وہاں سے اٹھا اور امام بخاری کی تلاش شروع کر دی' آخر کار ان کو ڈھونڈ نکالا۔ ان سے پوچھا کہ کیا تمہی وہ صاحبزادے ہو جسے ستر ہزار حدیثیں یاد ہیں؟ امام بخاری نے فرمایا: مجھے اس سے بھی زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ اور میں جن جن صحابہ سے روایت کرتا ہوں ان میں سے اکثر کے مفصل حالات بھی جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کہاں پیدا ہوئے کہاں ان کا وصال ہوا' کہاں رہتے تھے؟ میں صرف اسی حدیث کی روایت کرتا ہوں جس کی اصل کتاب و سنت میں پاتا ہوں' یہ واقعہ سولہ سال سے کم عمر کا ہے۔ (ایضاً ج ۲ ص ۵)

تعدد طرق پر احاطہ:

اس عہد میں احادیث کا ایسا چرچا تھا کہ جسے بھی دین سے شغف ہوتا وہ کچھ نہ کچھ احادیث ضرور مع سند و متن کے یاد رکھتا۔ چونکہ ایک ایک حدیث بیسیوں سندوں کے ساتھ منتشر تھی چنانچہ محدثین اپنی اپنی صواب دید پر ایک یا چند طرق پسند فرما لیتے۔ امام بخاری کا اس خصوص میں بھی یہ امتیاز ہے کہ اس عہد میں احادیث کے جو طرق موجود تھے ان سب پر انہیں احاطہ تھا اور وہ بھی پوری ردوقدح، جرح و تعدیل کے ساتھ' اس سلسلے میں میں متعدد واقعات ہیں۔

یوسف بن موسیٰ مروزی کا بیان ہے کہ میں بصرے کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ منادی کی آواز سنائی دی اے علم کے طلب گارو! محمد بن اسماعیل یہاں آئے ہوئے ہیں جن کو ان سے حدیث سننی ہو وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوں۔ یوسف نے بتایا کہ میں نے دیکھا ایک ڈبلا پتلا نوجوان ستون کے پاس حد درجہ سادگی پورے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے' یہی امام بخاری تھے۔ منادی کی ندا سن کر لوگ چاروں طرف سے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ لوگوں نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں

احادیث لکھانے کے لئے کوئی مجلس منعقد کیجئے۔ امام بخاری نے اگلے دن کا وعدہ کر لیا۔ دوسرے دن صبح کو مجلس درس منعقد ہوئی۔ امام بخاری نے فرمایا: اے اہل بصرہ! میں وہی احادیث لکھواؤں گا جو تمہارے شہر کے محدثین کے پاس ہیں مگر ایسی سند کے ساتھ جو ان کے پاس نہیں۔

اس کے بعد امام بخاری نے منصور کی سند سے ایک حدیث لکھوائی اور بصرہ میں یہ حدیث دوسری سندوں کے ساتھ مشہور تھی۔ اسی طرح امام بخاری نے کثیر احادیث لکھوائیں اور سب کے بارے میں فرمایا: تمہارے یہاں کے لوگ اس سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور میں فلاں سند کے ساتھ روایت کرتا ہوں۔

علل قادحہ میں مہارت:

کبھی بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ہر عیب سے پاک ہے اور بالکل صحیح ہے' جرح کی کوئی گنجائش نہیں مگر حقیقت میں کوئی ایسا سقم ہوتا ہے کہ وہ حدیث ساقط الاعتبار ہوتی ہے۔ مثلاً بظاہر متصل ہے مگر حقیقت میں متصل نہیں۔ بظاہر مرفوع ہے مگر حقیقت میں موقوف ہے یا متن میں ردوبدل ہو گیا ہے یا سند میں یا کسی راوی سے وہم ہو گیا ہے۔ اس کی شناخت حدیث کا بہت اہم فن ہے۔ حتیٰ کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا کہ ان علل کی معرفت بغیر الہام کے نہیں ہو سکتی۔ محدثین نے فرمایا: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محدث یہ پہچان جاتا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے مگر علت کسی کو نہیں بتا سکتا جیسے ماہر سنار سونے کو پرکھ کر جان جاتا ہے کہ کیسا ہے مگر دوسرے شخص کو سمجھا نہیں سکتا۔ اس فن میں بھی امام بخاری یکتا تھے۔

ایک دفعہ نیشاپور میں جو امام مسلم کا وطن تھا امام بخاری تشریف فرما تھے امام مسلم امام بخاری سے ملاقات کے لئے آئے' اسی اثناء میں کسی نے یہ حدیث پڑھی۔

عن ابن جريج عن موسى بن عقبة عن سهيل بن ابى صالح

ابن جریج موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں وہ سہیل بن ابی صالح سے وہ اپنے

عن ابیه عن ابی هريرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال کفارة المجلس اذا قام العبد ان یقول سبحنك اللهم وبحمدك اشهدان لا اله الا انت استغفرك واتوب الیك

باپ سے وہ حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ جب کھڑے ہو تو یہ پڑھ لیا کرو ''اے اللہ! میں تیری تسبیح کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور تیری بخشش کا طالب ہوں''۔

اس حدیث کو سن کر امام مسلم نے کہا، سبحان اللہ کتنی عمدہ حدیث ہے۔ کیا اس حدیث کی سند اس سے بڑھ کر دنیا بھر میں ہے؟ امام بخاری نے فرمایا: نعم لکنه معلول۔ ہاں سند تو اچھی ہے لیکن معلول ہے۔ امام مسلم اس کو سنتے ہی کانپ اٹھے اور کہا ''لا اله الا الله'' آپ مجھے اس کی علت بتا دیجئے۔ امام بخاری نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے اسے پوشیدہ ہی رہنے دو۔ امام مسلم نے اٹھ کر امام بخاری کے سر کو بوسہ دیا اور عاجزی کے ساتھ درخواست کرتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رو دیں گے۔ آخر کار امام بخاری نے فرمایا: اتنے مُصر و بضد ہو تو اس کی غیر معلول سند سنو،

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا وهیب حدثنا موسی بن عقبة عن عون بن عبدالله قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کفارة المجلس ...... الحدیث،

اس کو سننے کے بعد امام مسلم باغ باغ ہو گئے اور امام بخاری سے کہا: اے امام میں شہادت دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کی نظیر نہیں جو آپ سے بغض رکھے وہ حاسد ہے۔ (ارشاد الساری شرح بخاری ج ا ص ۳۰ ،مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۶) اس قصے میں بیہقی نے مدخل میں اس طرح لکھا ہے کہ امام مسلم امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے' ان کی

آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور عرض کیا: اجازت دیجئے کہ آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں اے استاذ الاستاذین وسید المحدثین وطبیب الحدیث فی علله، آپ سے محمد بن سلام نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ حدثنا محمد بن مخلد بن یزید قال اخبرنا ابن جریج حدثنی موسی بن عقبة عن سهیل بن ابی صالح من ابیه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی کفارة المجلس، الحدیث، یہ سن کر امام بخاری نے فرمایا: یہ حدیث مجھ سے ایک اور طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔ حدثنا احمد بن حنبل و یحیی بن معین قالا حدثنا حجاج بن محمد عن بن جریج قال حدثنی موسی بن عقبة عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال کفارة المجلس، الحدیث، یہ حدیث سنا کر امام بخاری نے فرمایا: یہ حدیث اچھی ہے۔ اس سند کے ساتھ دنیا میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں مگر یہ معلول ہے۔ اس لئے کہ موسیٰ بن عقبہ کا سماع سہیل سے ثابت نہیں۔ پھر سابق طریقے سے حدیث بیان فرمائی اور فرمایا: یہ اس سے بھی بہتر ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۶)

نیشاپور ہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری ایک جنازے میں جا رہے تھے ذہلی امام بخاری سے رواۃ اور علل کے بارے میں سوالات کرتے جاتے تھے اور وہ فرفر تیر کی طرح یوں بتاتے جاتے تھے جیسے قل ھو اللہ احد پڑھ رہے ہوں۔ (ایضاً ص ۴۸۶، ارشاد الباری ج ا ص ۳)

عادات واطوار:

امام بخاری کے والد نے ترکے میں بہت زیادہ مال چھوڑا تھا اور وہ اس مال کو مضاربت پر دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے ذمے پچیس ہزار درہم امام بخاری کے باقی رہ گئے تو امام بخاری نے دس درہم ماہانہ کی قسط مقرر فرمادی۔ مگر کچھ وصول نہ ہو۔

ایک بار ابوحفص نے امام بخاری کے پاس کچھ سامان تجارت بھیجا کہ اسے بیچ

دیں، تاجروں کو پتہ چلا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور پانچ ہزار درہم نفع دینے کو کہا، یہ رات کا وقت تھا۔ امام بخاری نے فرمایا: اس وقت آپ لوگ جائیں اور صبح کو آیئے گا۔ دوسرے دن صبح کو تاجروں کا دوسرا گروہ آیا اس نے دس ہزار نفع دینے کو کہا، امام بخاری نے فرمایا: میں نے رات ہی کو نیت کر لی تھی کہ پہلے گروہ کو دوں گا اور میں نیت بدلنا پسند نہیں کرتا۔

ایک بار امام بخاری لکھ رہے تھے کہ آپ کی باندی گزری اس کے پاؤں سے دوات کو ٹھوکر لگی اور دوات گر گئی۔ امام بخاری نے اس سے فرمایا: دیکھ کر چلا کرو۔ باندی نے شوخی سے جواب دیا جب راستہ نہ ہو تو کیا کروں؟ آپ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور کہا! جاؤ تم آزاد ہو۔

امام بخاری نے کبھی اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔ ان کے اساتذہ میں محمد بن یحیٰی ذہلی تھے۔ یہی بزرگ اس کا سبب بنے کہ امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ مگر امام بخاری نے ان کی مرویات کو صحیح بخاری میں بھی درج فرمایا۔ البتہ بجائے محمد بن یحیٰی کے یا تو صرف محمد ذکر کرتے ہیں یا بجائے باپ کے پردادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن خالد لکھتے ہیں۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بتایا کہ ذہلی مجھ پر جرح کرتا ہے اگر میں اس کا نام بطرز مشہور لکھوں تو وہ متعین ہو جائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ جو شخص ان پر جرح کرتا ہے اس کو یہ عادل جانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی جرح درست ہے اور میں مجروح ہوں۔ یعنی عادل وہ ہے جو جھوٹ نہ بولے اور جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کیا تو اگر جرح صحیح تو امام بخاری مجروح اور جرح غلط تو ذہلی کاذب اور غیر عادل۔

مگر خلجان اب بھی باقی رہتا ہے کہ جب ذہلی نے امام بخاری پر جرح کی تو صرف روایت میں ان کا نام بدلنے سے یہ احتمال کیسے ختم ہو گیا۔ وہ تو اب بھی اپنی جگہ باقی رہا اگر ذہلی صادق ہے تو امام بخاری مجروح اور امام بخاری بے داغ تو ذہلی غیر

عادل۔

بات یہ ہے کہ معاصرین کی جرحیں اس وقت قابل اعتنا نہیں جب کہ یہ معلوم ہو کہ یہ کسی اختلاف کی وجہ سے جرح کر رہا ہے۔ امام بخاری اور ذہلی میں مسئلہ خلق قرآن پر شدید اختلاف ہوا جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے ذہلی امام بخاری پر جرح کرتے تھے۔ یعنی معاصرانہ چشمک اس لئے وہ جرح ناقابل اعتبار ہے۔

اس کے باوجود کہ میراث میں کثیر دولت پائی تھی چاہتے تو رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزارتے۔ مگر امام بخاری بہت سادہ زاہدانہ طور پر گزر بسر کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹے میں دو تین بادام پر گزارہ کرتے کبھی صرف سوکھی گھاس پر، چالیس سال تک بے شوربے کے سوکھی روٹی کھائی، بیمار پڑے اور اطباء نے قارورہ دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا قارورہ راہبوں کے قارورے کے مثل ہے۔ یہ صرف سوکھی روٹی کھاتے ہیں جس سے آنتیں سوکھ گئی ہیں۔ لوگوں کے بہت اصرار کرنے پر بمشکل شیرہ انگور سے روٹی کھانا قبول کیا۔

محمد بن حاتم وراق کہتے ہیں کہ امام بخاری جب سفر میں رہتے تو ہم تمام خدام کو ایک کمرے میں رکھتے اور خود سب سے علیحدہ ایک کمرے میں۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ وہ رات میں پندرہ بیس مرتبہ اٹھے اور چقماق سے آگ جلا کر چراغ جلاتے اور احادیث کے اوراق پڑھتے، کہیں کہیں نشان لگاتے اور پھر تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ جاتے۔ میں نے عرض کیا: رات کو آپ نے بار بار خود زحمت اٹھائی مجھے جگا دیتے۔ فرمایا: تم! جوان ہو اور گہری نیند سوتے ہو تمہاری نیند خراب ہوتی۔

امام بخاری بہت ماہر تیر انداز تھے، شاید ہی کوئی تیر خطا کرتا۔ ابو جعفر کہتے ہیں کہ اپنی طویل صحبت میں صرف دو بار میں نے ان کے تیر کو خطا ہوتے دیکھا۔ ایک مرتبہ فربر میں تھے جبکہ امام بخاری سوار ہو کر تیر اندازی کے لئے، نکلے خدام ساتھ تھے۔ شہر

پناہ کے اس دروازے پر جس سے نہر کے دہانے تک راستہ جاتا ہے۔ ہم لوگ تیر اندازی کرنے لگے' امام بخاری کا ایک تیر پل کی میخ میں جالگا جس سے میخ پھٹ گئی۔ امام بخاری نے فوراً تیر اندازی موقوف کردی اور ہم لوگوں کو واپسی کا حکم دیا اور ایک گہرا سانس لیا اور ابوجعفر سے فرمایا: تم سے ایک کام ہے اس پل کے مالک کے پاس جاؤ اور کہو کہ بخاری کے تیر سے میخ پھٹ گئی ہے' دو باتوں میں سے ایک کرو، یا تو اجازت دو وہ ہم اس کی میخ بدل دیں یا اس کی قیمت لے لو اور غلطی معاف کرو۔ اس پل کے مالک حمید بن اخضر تھے میں نے جا کر امام بخاری کا پیغام انہیں پہنچایا تو حمید نے کہا! امام بخاری سے جا کر میرا سلام کہو اور عرض کرو، آپ سے مواخذہ نہیں میرا تمام مال آپ پر قربان۔ میں نے واپس آکر امام بخاری کو جب ان کا جواب سنایا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرط مسرت میں اس دن ہم لوگوں کو پانچ سو احادیث سنائیں اور تین سو درہم صدقہ کئے۔

ایک دن امام بخاری حدیث بیان کررہے تھے کہ ان کے ایک تلمیذ ابومعشر ضریر کو وہ حدیث بہت پسند آئی۔ وہ عالم کیف میں ہاتھ اور سر ہلانے لگے۔ ان کی اس حرکت پر امام بخاری مسکرا دیئے پھر بعد میں امام بخاری کو احساس ہوا اور ابومعشر ضریر سے معافی مانگی۔

امام بخاری فرماتے ہیں: میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل مجھ سے غیبت پر مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ اس میں اتنے محتاط تھے کہ نقد و جرح میں حالانکہ راویوں کے حالات بیان کرنا ضروری ہے' مگر آپ نے اس موقع پر بھی انتہائی احتیاط کی یہاں تک کہ بدرجہ مجبوری اگر کسی کے کاذب ہونے کو ظاہر کیا ہے تو بطور حکایت مثلاً کذبہ فلاں رماہ بالکذب فلاں۔

ایک بار جب کہ فربر میں قیام تھا بخارا کے قریب ایک مسافر خانہ کی امام بخاری نے تعمیر شروع کی۔ خدام و متقدین کو ساتھ لے کر کام شروع کیا کام شروع ہوا تو بہت

ے لوگ رضا کارانہ طور پر کام کرنے کے لئے آگئے' انبوہ کثیر جمع ہوگیا۔ امام بخاری ود کام کرتے، اینٹیں اٹھاتے' دیوار میں لگاتے، ایک خادم نے عرض کیا! آپ رہنے دیں ہم لوگ کافی ہیں۔ فرمایا: یہ تکلیف آخرت میں نفع بخش ہوگی۔ کام کرنے والوں کے لئے امام بخاری نے ایک گائے ذبح کی۔ ہم فربر سے تین روپے کی روٹیاں لائے تھے۔ ایک روپے کی پانچ من کے حساب سے پندرہ من روٹیاں تھیں۔ آج کل کے حساب سے یہ کل روٹیاں چونتیس کلوگرام سے کچھ تھوڑی سی زائد تھیں۔ ابتدا میں امام بخاری کے ساتھ صرف سو آدمی تھے مگر اب تعداد بہت بڑھ گئی تھی' مگر امام بخاری کی کرامت کہ سب نے آسودہ ہو کر کھایا اور روٹیاں کافی بچ گئیں۔

امام بخاری کی فیاضی کا عالم یہ تھا کہ کبھی کبھی ایک دن میں تین تین سو درہم صدقہ کردیا کرتے۔ مضاربت سے ان کی آمدنی پانسو ماہانہ تھی۔ یہ ساری رقم طلبہ پر صرف کردیتے تھے۔ ایام تحصیل میں اپنے شیخ آدم بن ایاس کے یہاں تھے۔ کھانے پینے کا سامان و نقد سب خرچ ہوگیا اور گھر سے خرچ آنے میں دیر ہوگئی۔ ان دنوں انہوں نے گھاس کھا کر گزارا کیا کسی سے نہ سوال کیا کرتے، قرض بھی نہیں مانگا، تین دن یہی حال رہا تیسرے دن ایک اجنبی صاحب آئے جنہیں امام بخاری بھی نہ پہچانتے تھے اور اشرفیوں کی تھیلی نذر کی۔

عبادت و ریاضت:

ان سب خوبیوں پر مستزاد یہ کہ بہت ہی زبردست عبادت گزار تھے۔ کثرت سے نوافل پڑھتے، شب بیداری کرتے، قرآن مجید کی تلاوت کا اتنا شوق تھا کہ گویا وہ روحانی غذا تھی۔ رمضان المبارک آجاتا تو تلاوت قرآن تقریباً چوبیس گھنٹے جاری رہتی' بعد عشاء تراویح کی ہر رکعت میں بیس آیات کی تلاوت کرتے۔ اس طرح پورا قرآن مجید پورا کرتے۔ پھر آدھی رات سے سحر تک دس پارے روز پڑھتے۔ دن میں روزانہ پورا قرآن مجید ختم کرتے۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہر قرآن مجید کے ختم کے وقت دعا قبول

ہوتی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۲ طبقات الشافعیہ الکبریٰ ج ۲ ص ۹)

اس سے ان غیر مقلدین کو ہدایت حاصل کرنی چاہئے جو اپنے آپ کو امام بخاری کا کٹر مقلد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ روزانہ قرآن مجید مکمل پڑھتے تھے یہ ناجائز و بدعت ہے۔ امام اعظم کے اس ختم کو تو بدعت کہہ دیا' پھر امام بخاری کے اس عمل کو کیا کہیں گے کہ وہ روزانہ ایک ختم دس پارے، چار سو آیات کی تلاوت کرتے تھے۔

نیز غیر مقلدین نے آرام پسند کاہل افراد کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے تراویح بجائے بیس کے آٹھ رکعت کر دی ہیں وہ آئیں اور دیکھیں کہ امام بخاری بھی بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ اس لیے کہ قرآن میں کم از کم چھ ہزار آیتیں ہیں اور آٹھ رکعت میں کل ایک سو ساٹھ آیتیں بنتی ہیں اس طرح تیس رات میں کل چار ہزار ساٹھ آیتیں ہوئیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاری آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے تو لازم آئے گا کہ تراویح میں پورا قرآن ختم نہ کرتے' یہ روایت کے خلاف ہونے کے ساتھ خلاف سنت بھی ہے۔ سنت یہ ہے کہ کم از کم ایک ختم قرآن مجید پڑھا جائے جبکہ احناف کے مسلک پر بلا کسی دغدغے کے درست ہے۔ بیس رکعت میں بحساب فی رکعت بیس آیات چار سو آیتیں ہوئیں اور پندرہ دن میں چھ ہزار۔ اس طرح فی رکعت بیس آیات کے حساب سے قرآن مجید رمضان میں ضرور ختم ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ امام بخاری پندرہ ہی دن میں تراویح کے اندر ختم قرآن کر لیتے تھے۔ اس لزوم میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس کا امکان ہے کہ پندرہ دن قرآن مجید اور پندرہ دن سورتوں میں تراویح پڑھتے ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں لکھا۔

اذا کان اول لیلۃ من رمضان — جب رمضان کی پہلی رات آتی تو
یجتمع الیہ اصحابہ فیصلی بھم — ان کے اصحاب ان کے پاس جمع ہوتے یہ

و یقرا فی کل رکعۃ عشرین آیۃ — انہیں پڑھاتے، ہر رکعت میں بیس آیتیں
و کذالک الی ان یختم القرآن — پڑھتے یہاں تک کہ قرآن ختم کرتے۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۴۸۲)

یہ بھی ضروری نہیں کہ صرف ایک ہی قرآن ختم کرتے ہوں ہو سکتا ہے دو قرآن ختم کرتے ہوں۔ اس دوسرے احتمال پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ اگر رمضان انتیس دن کا ہو تو لازم آئے گا کہ کسی دن بیس کے بجائے چالیس آیتیں پڑھی جائیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باعتبار اغلب و اکثر کے بیس آیتوں کو ذکر کیا گیا اور یہ تو اتنا اغلب و اکثر ہے کہ انتیس دن میں صرف ایک دن کا تخلف ہے۔

عبادت میں استغراق:

ایک دفعہ کسی باغ میں امام بخاری کی دعوت تھی ظہر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے شروع کیے جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے کرتے کا دامن اٹھایا اور اپنے ایک ساتھی سے کہا: دیکھو تو میرے کرتے کے اندر کچھ ہے؟ انہوں نے دیکھا ایک بھڑ ہے جس نے سولہ سترہ جگہ ڈنک مارا ہے اور یہ سب جگہیں سوجھ گئی ہیں کسی نے کہا کہ پہلی بار جب اس نے ڈنک مارا تھا تو نماز کیوں نہیں توڑ دی؟ فرمایا: میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا اسے پوری کئے بغیر نماز توڑنے کو جی نہیں چاہا۔ (قسطلانی ج ۱ ص ۳۱)

ادب و احترام:

ایک دفعہ امام بخاری مسجد میں حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے اپنی داڑھی میں لگے ہوئے تنکے کو نکال کر مسجد کے فرش پر ڈال دیا۔ امام بخاری نے لوگوں کی نظریں بچا کر اس تنکے کو اٹھا کر اپنی آستین میں رکھ لیا۔ لوگوں کے چلے جانے کے بعد اس تنکے کو مسجد کے باہر پھینکا۔ ان لوگوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے جو اپنے کپڑوں کو گرد سے بچانے کے لئے مسجد کی چٹائیاں جھاڑ کر مسجد کے فرش پر گرا دیتے ہیں۔ عالمگیری میں ہے کہ چٹائی کے گرد و غبار کو جھاڑ کر مسجد کے فرش پر گرانا منع ہے۔

یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی اپنے پہنے ہوئے کپڑے سے گندگی پونچھ کر اپنے بدن پہ مل لے۔ اسے کون پسند کرے گا؟ اصل مسجد فرش ہے اور چٹائی وغیرہ اس کا لباس۔

اعتراف فضل:

امام بخاری کے کمال کی معراج یہ ہے کہ ان کے فضائل ومناقب کا اعتراف خود ان کے عہد کے تمام اساطین ملت وائمہ حدیث وارباب فضل وکمال نے کیا اور ان کے بارے میں ایسے ایسے عظیم الشان کلمات مدح وثناء کہے ہیں۔ جو امام بخاری کی جلالت شان کی دستاویز ہیں اور ان میں صرف تلامذہ واصاغر ہی نہیں بلکہ اساتذہ بھی ہیں اور معاصرین بھی۔ اگر ان تمام کلمات کو جمع کیا جائے تو ہزاروں صفحات ناکافی ہیں۔ علامہ ابن حجر جیسے علم کے بحر ناپید کنار نے یہاں تک لکھ دیا کہ امام بخاری کی عظمت شان میں اتنے کلمات کہے گئے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو کاغذ وقلم ختم ہو جائیں گے مگر کلمات ختم نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ ایسے بحر تھے جس کا کوئی ساحل نہیں۔

کلمات اساتذہ:

ابومصعب احمد بن ابوبکر زہری نے کہا: محمد بن اسماعیل حدیث کی بصیرت اور حدیث کی سمجھ امام بن حنبل سے زیادہ رکھتے ہیں۔ کسی نے اس پر تعجب کرتے ہوئے کہا آپ حد سے آگے بڑھ گئے تو ابومصعب نے کہا اگر تم مالک کا زمانہ پاتے انہیں اور امام بخاری کو دیکھتے اور پہچانتے تو کہتے دونوں ایک ہی ہیں۔

قتیبہ بن سعید نے کہا: میں فقہاء، زہاد، عباد کے پاس بیٹھا میں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا وہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ میں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: سرزمین خراسان نے بخاری جیسا آج تک پیدا نہیں کیا۔ قتیبہ سے شراب کے نشہ سے مست کی طلاق کے بارے میں سوال ہوا اور اتنے میں امام بخاری آگئے قتیبہ نے امام بخاری کی طرف اشارہ کر کے کہا! لو یہ احمد بن حنبل، اسحاق

بن راہویہ، علی بن مدینی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے یہاں بھیج دیا۔ یعنی یہ تنہا ان تینوں ائمہ کا مجموعہ ہیں۔ اسحاق بن راہویہ ایک مرتبہ مسجد میں منبر پر بیٹھے ہوئے حدیث بیان کر رہے تھے امام بخاری بھی موجود تھے۔ ایک حدیث پر انہیں امام بخاری نے ٹوک دیا۔ اسحاق بن راہویہ نے امام بخاری کے قول کو مان لیا اور حاضرین سے فرمایا: اے محدثین اس جوان کو دیکھو! ان سے حدیثیں سیکھو اگر یہ امام حسن بصری کے زمانے میں ہوتے تو وہ بھی حدیث وفقہ کی معرفت میں ان کے محتاج ہوتے۔

علی بن مدینی نے کہا: بخاری نے اپنے مثل کو نہیں دیکھا۔ بخاری جس کی تعریف کر دیں وہ ہمارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ حالانکہ علی بن مدینی وہ جلیل محدث ہیں کہ خود امام بخاری نے فرمایا: میں نے علی بن مدینی کے علاوہ کسی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں جانا۔ رجاء بن رجاء نے کہا: بخاری کی فضیلت علماء پر ایسی ہی ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر، وہ اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں جو زمین پر چلتے ہیں۔

کلمات معاصرین:

یہ تو بہت ہوتا ہے کہ شفیق اساتذہ اپنے ہونہار تلامذہ کو نوازتے ہیں مگر ایک معاصر دوسرے معاصر کے فضل وکمال کا بہت کم اعتراف کرتا ہے۔ اپنے اوپر تفوق تسلیم کرنا تو بہت دور کی بات ہے معاصرانہ چشمک مشہور ہے مگر امام بخاری کے فضل و کمال کا یہ زریں ورق ہے کہ ان کے معاصرین نے بھی نہایت صفائی اور تصریح کے ساتھ ان کے فضل وکمال بلکہ اپنے اوپر ان کی برتری کو بھی تسلیم کیا ہے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے کہا: میں نے حرمین، حجاز، شام، عراق کے علماء کو دیکھا مگر امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔ وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ سمجھ والے ہیں۔

ابوالطیب حاتم بن منصور نے کہا: امام بخاری علم کی بصیرت اور عبور میں اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نے کہا: آسمان

کے نیچے بخاری سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہیں۔ امام ترمذی نے کہا: علل و اسانید کا بخاری سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ امام مسلم نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: آپ کے مثل دنیا میں کوئی نہیں۔ پہلے امام مسلم کا قول گزر چکا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے پاؤں کو بوسہ دوں۔ استاذ الاستاذین، سیّد المحدثین، طبیب الحدیث فی علله، ابوعمرو خفاف نے کہا: بخاری نے اپنا مثل نہیں دیکھا یہ امام احمد اور اسحاق وغیرہ سے بیس درجے اعلم بالحدیث ہیں جو ان کی گستاخی کرے اس پر میری طرف سے ہزار لعنت۔

عبداللہ بن حماد آملی نے کہا: میری آرزو ہے کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا اور جو شرف اس بال کو حاصل ہے مجھے حاصل ہوتا۔ سلیم بن مجاہد نے کہا: میں نے ساٹھ سال سے بخاری سے زیادہ فقیہ اور پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا۔ موسیٰ بن ہارون حمال بغدادی نے کہا: اگر تمام اہل اسلام اکٹھے ہو کر یہ چاہیں کہ محمد بن اسماعیل جیسا کوئی پالیں تو یہ ناممکن ہے۔ رہ گئے تلامذہ اور بعد کے علماء نے کیا کیا؟ کہا اس کا سلسلہ اتنا دراز ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔

مشائخ اور ان کے طبقات:

امام بخاری کا فضل و کمال یہ بھی کچھ کم نہیں کہ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل میں اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ہم جس سے حدیث حاصل کر رہے ہیں یہ ہم سے بڑا ہے کہ برابر ہے، کہ چھوٹا، انسان کے دماغ میں جب پندار کا غرور پیدا ہو جاتا ہے تو اپنے سے چھوٹے تو چھوٹے ہیں برابر تو برابر ہیں اپنے بڑوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا ہے۔ جاہل رہنا پسند کرتا ہے، جہل مرکب میں گرفتار رہنا قبول کرتا ہے مگر دوسرے سے کچھ پوچھنا اپنی کسر شان سمجھتا ہے۔ یہ پندار انسان کو علم سے محروم رکھتا ہے۔ اکثر بے جا حیاء آڑے آجاتی ہے۔ مگر امام بخاری ان دونوں عیبوں سے پاک تھے۔ اس حدیث الکلمة الحکمة ضالة المؤمن حیث ما وجدها فهو احق بها علم مومن کی

گمشدہ دولت ہے جہاں بھی پائے وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے (ابن ماجه باب الحکمة) کے سچے عامل تھے اسی لئے ان کے اساتذہ کی فہرست میں جہاں اس وقت کے مسلم الثبوت مشائخ محدثین ہیں وہیں ان کے معاصرین و تلامذہ بھی ہیں۔ ان کے اساتذہ پانچ طبقات کے ہیں جن کی تعداد ایک ہزار اسی ہے۔

طبقۂ اولیٰ

وہ مشائخ جو ثقات تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری، مکی بن ابراہیم، انیس عبیدالدین موسیٰ اسماعیل بن ابی خالد اور نعیم صاحب حلیہ وغیرہ۔

طبقہ ثانیہ:

وہ مشائخ جو طبقہ اولیٰ کے معاصرین ہیں مگر وہ ثقات تابعین سے روایت نہیں کرتے جیسے آدم بن ابی ایاس، ابومسہر سعید بن ابی ریم اور ایوب بن سلیمان وغیرہ

طبقہ ثالثہ:

وہ مشائخ جو کبار تبع تابعین سے روایت کرتے ہیں جیسے سلیمان بن حرب، قتیبہ بن سعید، نعیم بن حماد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل وغیرہ۔

طبقہ رابعہ:

امام بخاری کے درس کے رفقاء جنہوں نے امام بخاری سے پہلے علم حدیث کی تحصیل شروع کی تھی جیسے ابوحاتم رازی، محمد بن عبدالرحیم، حمید بن حمید، احمد بن نضر، محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ۔ امام بخاری نے اس وقت ان لوگوں سے روایت کی جب ان کے مشائخ وصال پا گئے اور جو احادیث ان کے پاس تھیں وہ کسی اور کے پاس نہ تھیں۔

طبقہ خامسہ:

اس طبقے میں وہ محدثین ہیں جو امام بخاری کے تلامذہ تھے جیسے عبداللہ بن حماد آملی، عبداللہ بن عباس خوارزمی، اور حسین بن محمد قبانی۔

تلامذہ:

اس زمانے میں حرمین طیبین کے سوا کوفہ، بصرہ، بغداد، نیشاپور، سمرقند، بخارا علوم دینیہ کے اہم مراکز تھے۔ ان شہروں میں امام بخاری بار بار گئے۔ بے شمار لوگوں کو حدیث پڑھائیں اور یہ سلسلہ ابتداء ہی سے شروع ہوگیا تھا جہاں جاتے لوگوں کو حدیث پڑھاتے اور ساتھ ہی ساتھ علم حدیث کی تحصیل بھی کرتے کبھی کبھی ہزار ہا کے مجمع میں حدیث املا کراتے۔ محمد بن صالح نے کہا: میں نے بغداد میں ان کی حدیثیں لکھنے والوں کا مجمع بیس ہزار تک دیکھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے تلامذہ بخارا سے لے کر حجاز، شام، مصر تک پھیل گئے۔ (مقدمہ فتح الباری ص۴۹۲)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ جن لوگوں نے ان سے صحیح بخاری سنی ان کی تعداد نوے ہزار ہے۔ یہ صحیح بخاری کا حال ہے۔ اس کے علاوہ امام بخاری سے احادیث اخذ کرنے والوں کی کیا تعداد ہے؟ یہ آج کون شمار کر سکتا ہے۔ جب کہ اس عہد میں گنتی نہ ہو سکی۔

نیشاپور کا فتنہ:

جب ۲۵۰ ہجری میں بغداد سے امام بخاری نیشاپور آئے۔ اہل نیشاپور کو جب ان کی آمد کی خبر معلوم ہوئی تو انہوں نے دو تین منزل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ عوام وخواص، علماء وصلحاء ورؤسا سبھی تھے اور اس شان سے نیشاپور آئے کہ اس وقت تک اس شان وشوکت کا استقبال نیشاپور میں نہ کسی عالم کا ہوا تھا نہ کسی حاکم کا۔ یہ امام مسلم کا بیان ہے اس وقت نیشاپور میں محمد بن یحییٰ ذہلی مشہور محدث عوام وخواص کے مرجع اعظم تھے یہ بھی استقبال کرنے والوں میں تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کی ترغیب بھی دی۔ انہوں نے لوگوں سے کہا: کل میں خود ان کے استقبال کو چلوں گا جس کا جی چاہے چلے۔ نیشاپور میں آکر امام بخاری نے دار البخاریین میں قیام کیا۔ امام ذہلی نے لوگوں کو تنبیہ کر دی تھی کہ امام بخاری سے علم کلام کا کوئی مسئلہ نہ پوچھنا۔ خدانخواستہ اگر وہ

ہمارے مسلمات کے خلاف کوئی بات کہہ دیں گے تو ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ہو جائے گا جس پر خراسان کے رافضی، ناصبی، جہمی، مرجی ہنسیں گے۔

امام بخاری نے جب احادیث کا درس دینا شروع کیا تو لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اتنی بھیڑ ہونے لگی کہ دار ہی نہیں بام ودر بھر گئے۔ دوسری درسگاہیں خالی ہوگئیں

یہ وہ زمانہ تھا کہ معتزلہ نے خلق قرآن کا مسئلہ پوری دنیائے اسلام میں پھیلا رکھا تھا۔ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ قرآن اللہ عزوجل کا کلام ہے۔ جس طرح اس کی ساری صفات قدیم وغیر مخلوق ہیں اسی طرح قرآن بھی قدیم وغیر مخلوق ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ یہ اختلاف بغداد میں اٹھا اور پورے بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ اس سلسلے میں متشدد حنابلہ یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ ہماری قرأت کو بھی غیر مخلوق کہنے لگے۔ یہ مسئلہ خواص سے بڑھ کر عوام میں بھی پھیل چکا تھا۔ معتزلی وغیر معتزلی کی علامت بن چکا تھا۔

ابھی نیشاپور میں امام بخاری کو درس حدیث دیتے ہوئے دو تین دن ہی گزرے تھے کہ کسی نے بھری مجلس میں ان سے سوال کر دیا۔ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

امام بخاری نے اس سے مونہہ پھیر لیا اور کوئی جواب نہیں دیا اس نے تین بار پوچھا ہر بار امام بخاری نے مونہہ پھیر لیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب اس شخص نے بہت الحاح کے ساتھ اصرار کیا تو امام بخاری نے یہ جواب دیا۔ قرآن اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے اور بندوں کے افعال مخلوق ہیں اور امتحان بدعت ہے۔

اس پر اس شخص نے فساد مچا دیا یہاں تک کہ آپس میں مار پیٹ کی نوبت آگئی گھر والوں نے بیچ بچاؤ کر کے مجمع کو ہٹایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ نیشاپور کے بعض مشائخ نے جب دیکھا کہ امام بخاری کے آتے ہی ہماری مجلسیں اجڑ گئیں تو انہوں نے اس سائل کو سکھا کر بھیجا تھا چونکہ ذہلی ان بزرگوں میں سے تھے جو ہماری تلاوت کو بھی غیر مخلوق مانتے تھے۔ اس لئے انہوں

نے یہ اعلان کر دیا جو شخص قرآن کو غیر مخلوق کہتا ہے وہ بدعتی ہے۔ اس سے میل جول، سلام، کلام بند کر دیا جائے۔ اب جو محمد بن اسماعیل کے یہاں جائے اسے متہم جانو کیونکہ ان کی مجلس میں وہی جائے گا جو ان کے مذہب پر ہوگا۔ امام بخاری لاکھ کہتے رہے کہ میں نے یہ نہیں کہا مگر اب ان کی یہ بات سننے والا کون تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امام مسلم اور احمد بن مسلمہ کے سوا تمام لوگوں نے امام بخاری کے یہاں جانا چھوڑ دیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ذہلی نے یہ کہا: جو یہ کہے ہماری مجلس میں نہ آئے۔ امام مسلم موجود تھے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ احمد بن مسلمہ بھی چلے آئے۔ امام مسلم نے وہاں سے آتے ہی ذہلی سے جتنی احادیث لکھی تھی۔ سب اونٹ پر لاد کر واپس کر دیں۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں، ذہلی کی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ اس کی وجہ یہی ناراضگی بتائی جاتی ہے مگر حیرت اس پر ہے کہ اس کے بالمقابل انہوں نے امام بخاری کی بھی کوئی روایت نہیں لی ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب امام مسلم اور احمد بن مسلمہ ذہلی کی مجلس سے پہلے آئے تو ذہلی نے یہاں تک کہہ دیا کہ یہ شخص (بخاری) میرے ساتھ شہر میں نہیں رہے گا۔ اس کے بعد احمد بن مسلمہ، امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ کہا: یہ شخص یعنی ذہلی پورے خراسان خاص کر اس شہر میں مقبول ہے۔ ہم میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے اس معاملہ میں بات کر سکے آپ نے کیا سوچا ہے؟ یہ سن کر امام بخاری نے اپنی داڑھی مٹھی میں لی اور کہا!

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد اللھم انك تعلم انی لم اردالمقام بنیشا بورا شرا ولا بطر اولا طلبا للریاسۃ
(مقدمہ فتح الباری ص۴۹۲)

میں اپنے معاملہ کو اللہ عزوجل کے سپرد کرتا ہوں جو بندوں کو دیکھتا ہے۔ اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے نیشا پور میں قیام کا ارادہ اپنی بڑائی و بزرگی ظاہر کرنے اور ریاست حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا۔

ذہلی نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا ہے اب میں اپنے وطن چلا جاؤں گا۔ اے احمد!

میں کل صبح ہی کوچ کر جاؤں گا۔

بخارا کو واپسی:

نیشا پور سے امام بخاری اپنے وطن کی طرف چلے، جب بخارا والوں کو معلوم ہوا تو مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ تین میل دور تک شامیانے، نصب کئے گئے۔ تمام شہر والے استقبال کو نکلے اور امام بخاری پر، موتیوں کو نچھاور کرتے ہوئے بخارا لائے۔

اپنے وطن آ کر امام پورے اطمینان وسکون کے ساتھ درس حدیث دینے لگے۔ تشنگانِ علم حدیث ہر چہار طرف سے ٹوٹ پڑے۔ چھ سال تک امام بخاری کا فیضان جاری رہا۔ مگر حاسدین نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اس وقت حکومت عباسیہ کی طرف سے بخارا کا والی خالد بن احمد ذہلی تھا۔ اس کو امام بخاری سے برگشتہ کرنے کے لئے حاسدین نے کہا: آپ امام بخاری سے کہئے کہ وہ آپ کے صاحبزادوں کو آپ کے محل میں آ کر اپنی جامع اور تاریخ پڑھا دیں۔ خالد نے امام بخاری کے پاس یہ پیغام بھیجا تو امام بخاری نے جواب دیا: یہ علم حدیث ہے میں اسے ذلیل نہیں کروں گا۔ اگر آپ کو خواہش ہے کہ آپ کے بچے مجھ سے پڑھیں تو اپنے بچوں کو میری مجلس میں بھیج دیں تا کہ دوسرے طلبہ کے ساتھ وہ بھی پڑھیں۔ خالد نے کہلا بھیجا اگر آپ میرے محل میں نہیں آ سکتے تو میں اپنے بچوں کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا مگر جب یہ پڑھنے حاضر ہوں تو ان کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو بلکہ ان کو تنہا پڑھائیں۔ میرے فرستادے چوبدار دروازے پر متعین رہیں گے کسی کو اس وقت اندر نہ جانے دیں گے۔ امام بخاری نے اسے بھی پسند نہ فرمایا۔ اور فرمایا: علم میراثِ رسول ہے اس پر ہر امتی کا حق برابر ہے میں کسی کی تخصیص نہیں کروں گا اس سے وہ امام بخاری پر غضب ناک ہوگیا۔ اور بخار سے جلاوطنی کا حکم دے دیا)۔

وفات:

امام بخاری جلا وطنی کا حکم سننے کے بعد بخارا سے نکلے۔ جب سمرقند والوں کو

معلوم ہوا! امام بخاری وطن چھوڑ رہے ہیں تو انہوں نے خط لکھ کر درخواست کی کہ ہمارے یہاں تشریف لاکر ہمیں عزت بخشیں۔ امام بخاری نے سمرقند کا رخ کیا جب سمر قند کے قریب ایک موضع خرتنگ پہنچے تو اطلاع ملی کہ سمرقند میں بھی ان کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے۔ خرتنگ میں امام بخاری کے کچھ رشتہ دار بھی تھے۔ آپ نے وہیں عارضی طور پر اس وقت کے لئے قیام فرمانے کا ارادہ کرلیا جب تک باشندگان سمرقند کوئی آخری فیصلہ نہ کرلیں۔

پیہم حوادث وشورش نے امام بخاری کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ دنیا سے اکتا گئے۔ ایک رات تہجد کی نماز کے بعد سوز قلب سے یہ دعا کی۔

اللھم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضنی الیک (مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۴)	اے اللہ! زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ مجھے اپنی طرف اٹھالے۔

چند دن کے بعد بیمار پڑ گئے۔ اسی اثناء میں سمرقند سے قاصد آیا کہ آپ سمرقند تشریف لائیں۔ امام بخاری سمرقند جانے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ مگر سمرقند کے قاصد کے ساتھ ساتھ پیک اجل بھی آرہا تھا۔ سمرقند جانے کے لئے اٹھے، موزے پہنے، عمامہ باندھا، آپ کے میزبان غالب بن جبریل بازو پکڑ کر سواری تک لے چلے۔ بمشکل بیس قدم چلے ہوں گے کہ فرمایا: مجھے چھوڑ دو مجھ پر ضعف طاری ہوگیا ہے۔ غالب کا بیان ہے ہم نے چھوڑ دیا تو آپ نے کچھ دعائیں پڑھیں اور لیٹ گئے۔ لیٹتے ہی روح جوار قدس میں پرواز کرگئی۔ وصال کے بعد جسم اقدس سے پسینہ نکلنا شروع ہوا اتنا نکلا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا اور کفن پہناتے وقت تک نکلتا رہا۔ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے تین کپڑوں میں کفن دینا جن میں نہ کرتا ہو یعنی سلا ہوا نہ عمامہ، اسی کے مطابق عمل ہوا تیرہ دن کم باسٹھ سال کی عمر میں ہفتہ کے دن یکم شوال کی رات آپ کا وصال ہوا۔ عیدالفطر کے دن بعد نماز ظہر اس گنجینہ کرامت کو ہم نے دفن کیا۔

مزار پاک:

دفن کے بعد قبر اطہر سے مشک کی خوشبو اٹھتی تھی۔ لوگ دور دور سے آکر مزار پاک کی مٹی لے جانے لگے جس سے گڑھا ہوگیا۔ عقیدت مندوں نے لکڑی کا احاطہ بنادیا پھر لوگ احاطے کے باہر کی مٹی لے جانے لگے۔ اس ظاہر و باکرامت کے بعد بہت سے مخالفین مزار اقدس پر آئے اظہار ندامت اور توبہ کی۔ (ایضا)

امام بخاری کی وفات کے ایک سال بعد سمرقند میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے بار بار نماز استسقاء پڑھی، دعائیں مانگیں مگر بارش نہ ہوئی۔ بالآخر ایک مرد باخدا نے سمرقند کے قاضی سے جاکر کہا! تم شہر والوں کو لے کر امام بخاری کے مزار پر حاضر ہوجاؤ اور وہاں دعا مانگو امید ہے کہ اللہ عزوجل تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔ قاضی شہر باشندگان سمرقند کو لے کر امام بخاری کے مزار پاک پر حاضر ہوئے۔ لوگوں نے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رو رو کر بارش کے لئے دعائیں کیں۔ امام بخاری سے درخواست کی کہ دعاء کے قبول ہونے کی سفارش کردیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ ابھی دعا کر ہی رہے تھے کہ فضاء پر بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ مسلسل سات دن تک ایسی بارش ہوئی کہ ان لوگوں کو اپنے گھر سمرقند جانا ممکن نہ ہوا۔ (طبقات الشافعیۃ الکبری ج ۲ ص ۱۵) اسی کو حدیث میں فرمایا:

لن تخلوا الارض من ثلثین مثل ابراھیم بھم تغاثون وبھم ترزقون وبھم تنطرون (ابن حبان عن ابی ہریرہ)	ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سے مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انہیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انہیں کی برکت سے بارش دیئے جاؤ گے۔

امام بخاری کی تاریخ ولادت صدق ۱۹۴ ہے اور تاریخ وفات نور ۲۵۶ اور مدت

عمر کی تاریخ حمید ۶۲ ہے۔ کسی نے ان سب پر جامع ایک رباعی کہی ہے۔

کان البخاری حافظا و محدثا

جمع الصحیح مکمل التحریر

میلادہ صدق ١٩٤ و مدۃ عمرہ

فیھا حمید ٦٢ و انقضی فی نور ٢٥٦

اسی قسم کی جامع تاریخ کسی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی نکالی ہے۔

ان باز اللہ اشھب جاء فی عشق ٤٧٠ ومات فی کمال ٩١

بارگاہِ رسالت میں امام بخاری کی مقبولیت:

محبوب خدا کی محبت ایمان کی جان ہے۔ امام بخاری کو محبوب رب العالمین سے جو محبت تھی وہ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ ان کے ارشادات' ان کے افعال' ان کے احوال' ان کے حلیۂ جمال کے ایک ایک نقش ونگار کی تلاش اور جمع اور پھر اسے پوری دنیا میں پھیلانے کی سعی پیہم میں گزارا۔ اس کے لئے انہوں نے وطن سے دوری واحباب سے مفارقت سفر کی صعوبتیں، حریفوں کے تلخ و ترش حملے سب کچھ انتہائی خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔ کیا یہ سب اسیر محبت کے سوا اور کسی کے بس کی بات ہے؟

امام بخاری کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک تھے جسے وہ اپنے ملبوسات میں رکھتے۔ جب امام بخاری کا یہ حال تھا تو رحمۃ للعالمین کی عنایتیں اور کرم فرمائیاں تو سب پر عام ہیں امام بخاری پر کیوں نہ ہوتیں۔ وراق کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ امام الانبیاء کہیں جارہے ہیں پیچھے امام بخاری بھی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک اٹھانے کے بعد وہیں امام

بخاری بھی قدم رکھتے ہیں جہاں سے قدم مبارک اٹھا ہے۔

امام بخاری کے مشہور تلمیذ فربری کا بیان ہے میں نے خواب دیکھا کہ میں کہیں جا رہا ہوں ناگہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے' پوچھا کہاں جارہے ہو؟ عرض کیا! محمد بن اسماعیل کے یہاں' فرمایا: جاؤ ان سے میرا اسلام کہنا۔

عبدالواحد بن آدم طواویسی نے بیان کیا میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک جگہ کھڑے ہیں جیسے کسی کی انتظار ہے۔ میں نے دریافت کیا حضور کس کی انتظار ہے؟ فرمایا: بخاری کی۔ طواویسی کہتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد خبر ملی کہ امام بخاری کا وصال ہوگیا ہے۔ مجھے تحقیق کے بعد معلوم ہوا! جس رات زیارت اقدس سے مشرف ہوا تھا وہی رات امام بخاری کے وصال کی تھی۔ جس کا استقبال شہنشاہ کونین اپنے صحابہ کے ساتھ عالم بالا میں کریں اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۹۴)

فقہی مذہب:

امام عبدالوہاب تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری کا ذکر کیا ہے اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ شافعی تھے۔ ان کی کتاب بھی اس کی ایک طرح تائید کرتی ہے کیونکہ اس کی اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کی مؤید ہیں وہ لکھتے ہیں:

ابو عاصم عبادی نے امام بخاری کو اپنی کتاب الطبقات میں ذکر کیا اور لکھا ہے کہ امام بخاری نے زعفرانی، ابوثور اور کرابیسی سے حدیث سنی ہے علامہ سبکی نے اضافہ کیا کہ مکے میں حمیدی سے شافعی فقہ حاصل کیا۔ یہ چاروں حضرات امام شافعی کے اصحاب میں سے ہیں۔ (الطبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳-۴)

امام بخاری، امام شافعی سے اپنی صحیح میں البتہ روایت نہیں کرتے اس لئے کہ امام شافعی کا ادھیڑ عمر میں وصال ہوگیا تھا اور امام بخاری کی ملاقات امام شافعی کے

ہمعصروں سے ہوگئی تھی ان سے حدیثیں لیں اور روایت کیں۔ اگر امام شافعی سے روایت کرتے تو لامحالہ امام شافعی اور امام بخاری کے مابین ایک راوی کا اضافہ ہو جاتا اور سند بڑھ جاتی جس سے تنزل ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا! سند میں جتنا کم واسطہ ہو اتنی ہی سند عالی ہوتی ہے اور وہ قابل لحاظ ہے۔

اور یہی رائے حضرت علامہ شہاب الدین احمد خطیب قسطلانی کی بھی ہے۔ (ج ۱ ص۳۱) ان دونوں کی بنیاد ابوعاصم عبادی کے اوپر تھے۔ یہ امام بخاری سے بہت قریب ہیں۔ امام بخاری کے سو سال کے بعد ان کی پیدائش ۳۵۷ ہجری میں ہوئی۔ اس لئے اس بارے میں ابوعاصم کی رائے بعد والوں کے بہ نسبت زیادہ وزنی ہے۔

نواب صدیق حسن ابجد العلوم میں لکھتے ہیں۔

ونذكر بعد ذلك نبذا من ائمة الشافعية وهولاء صنفان احدهما من تشرف صحبة الامام الشافعي والآخر من تلاهم من الائمة، امام الاول فمنهم احمد الخلال، ابوجعفر البغدادي، وامام الصنف الثاني فمنهم محمد بن ادريس، ابوحاتم الرازي، محمد بن اسماعيل البخاري و محمد بن الحكيم الترمذي (ص۱۸۱)

اس کے بعد ہم کچھ ائمہ شوافع کا ذکر کرتے ہیں یہ دو قسم کے ہیں، ایک وہ جنہوں نے امام شافعی کی صحبت پائی دوسرے وہ جو ان کے بعد آئے۔ پہلی قسم میں احمد بن خلال، ابوجعفر بغدادی ہیں اور دوسری قسم میں محمد بن ادریس، ابوحاتم رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، محمد بن حکیم ترمذی ہیں۔

لیکن امام بخاری جہاں اکثر احادیث امام شافعی کے مذہب کے موافق لائے ہیں وہیں بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کے برخلاف ابوالحسن بن العراقی نے کہا کہ یہ حنبلی تھے۔ امام بخاری نے خود بیان کیا میں آٹھ بار

بغداد گیا اور ہر بار امام احمد کے پاس بیٹھا۔ آخری بار جب میں رخصت ہونے لگا تو فرمایا: اے ابوعبداللہ! علم اور قدرداں لوگوں کو چھوڑ رہے ہو اور خراسان جا رہے ہو۔ جب بخارا سے جلاوطن ہوئے تو نہایت حسرت سے فرماتے اب امام احمد کا قول یاد آ رہا ہے۔

ابوعاصم کی دلیل گزر چکی کہ انہوں نے اس بناء پر امام بخاری کو شافعی کہا کہ انہوں نے امام شافعی کے تلامذہ سے اخذ علوم کئے۔ حتیٰ کہ فقہ شافعی بھی ان کے تلمیذ حمیدی سے پڑھی اور ابوالحسن بن العراقی نے بھی امام احمد سے تلمذ کی بناء پر ان کو حنبلی کہا۔

ظاہر ہے کہ محض تلمذ کی بناء پر کسی کے متعلق استاذ کا مقلد ہونے کا دعویٰ درست نہیں۔ ان کی کتاب نظر کے سامنے ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مذہباً نہ شافعی ہیں اور نہ حنبلی بلکہ سب سے الگ ان کا ایک مذہب ہے۔ اس لئے ہم علامہ ابن عابدین شامی اور اپنے دیگر اکابر کی اس رائے سے متفق ہیں کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔

علامہ شامی نے ''عقود اللآلی فی مسند العوالی'' میں امام بخاری کے مجتہد ہونے کی تصریح کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے حضرت شیخ نورالحق محدث جلیل نے تیسیر القاری میں بھی اس کا اشارہ دیا ہے فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ وی در زمان خود در حفظ احادیث و اتقان آں و فہم معانی کتاب و سنت و حدت ذہن و جودت بحث و وفور فقہ و کمال زہد و غایت ورع و کثرت ابلاغ بر طرق حدیث و علل آں دقت نظر و قوت اجتہاد و استنباط فروع از اصول نظیر نداشت

علامہ سخاوی کا بھی یہی مختار ہے۔ (تیسیر القاری فی شرح البخاری الجزء الاول ص۳)

امام بخاری علیہ الرحمۃ کی صحیح بخاری

تمام کتب حدیث میں جس کتاب کو سب پر صحت وقوت کے اعتبار سے فوقیت حاصل ہے وہ جامع صحیح بخاری ہے۔ یہی اکثر محدثین کی رائے ہے۔ حتیٰ کہ یہ مقولہ تقریباً متفق علیہ ہے۔ ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری'' البتہ بعض مغاربہ صحیح مسلم کو بخاری پر فوقیت دیتے ہیں۔ حافظ ابوعلی نیشاپوری نے کہا کہ صحیح مسلم سے بڑھ کر آسمان کے نیچے کوئی کتاب نہیں اور بعض ان دونوں کو ایک درجے میں رکھتے ہیں۔ مگر صحیح یہی ہے کہ بخاری شریف کو تمام کتب حدیث پر صحت وقوت میں ترجیح ہے رہ گئی صحیح مسلم تو اس کی فوقیت، حسن بیان، جودت وضع، خوبی ترتیب اور اسناد میں دقیق اشارات اور بہترین نکات کی رعایت میں ہے۔

باعتبار صحت کے بخاری، صحیح مسلم پر بدرجہا فائق ہے۔ اس لئے کہ حدیث کے صحیح ہونے کا مدار اتصال سند، اتقان رواۃ، عدم شذوذ ونکارت ودیگر علل وسقم سے خالی ہونے پر ہے اور اس بناء پر صحیح بخاری، صحیح مسلم سے بہت آگے ہے۔

اتصال سند کی قوت دونوں کی شرائط سے ظاہر ہے۔ امام بخاری معاصرت کے ساتھ لقا بھی شرط کرتے ہیں اور امام مسلم صرف معاصرت۔ اگرچہ صرف معاصرت اتصال کے لئے کافی ہے مگر لقا سے جو قوت زائد ہوگی وہ کسی پر مخفی نہیں۔

اتقان رجال کی بات یہ ہے کہ اولاً امام بخاری طبقہ ثانیہ یعنی ان تلامذہ سے جو شیخ کی خدمت میں کم رہے بہت کم روایت کرتے ہیں وہ بھی چن چن کر، اور امام مسلم طبقہ

ثانیہ کی روایت بلا جھجک لاتے ہیں۔

ثانیاً وہ رواۃ جن سے صرف امام بخاری روایت کرتے ہیں وہ چھ سو تیس ہیں۔ ان میں صرف اسی ضعیف ہیں اور جن سے صرف امام مسلم روایت کرتے ہیں وہ چھ سو بیس ہیں۔ جن میں ایک سو ساٹھ ضعیف ہیں۔

ثالثاً امام بخاری کے جو راوی ضعیف ہیں وہ ان کے براہِ راست استاذ ہیں جن کے حالات کو وہ خود جانتے ہیں اور ان کو اچھی طرح پرکھ سکتے ہیں۔ برخلاف امام مسلم کے کہ ان کے جن راویوں پر حکم ضعف ہے وہ بالواسطہ شیخ ہیں۔ یہ خود ان کو اچھی طرح پرکھ نہیں سکتے تھے۔

رابعاً مجروح راویوں سے امام بخاری نے بہت کم روایت کی ہے۔ جبکہ امام مسلم نے بہت زیادہ کی ہے۔

عدم شذوذ وعدم علل قادحہ کی جہاں تک بات ہے تو اس سلسلے میں جو اعداد وشمار ہیں وہ یہ ہیں بخاری کی صرف اسی احادیث میں یہ نقص نکالا گیا ہے اور مسلم کی ایک سو تیس میں۔ اس لحاظ سے بھی صحیح بخاری صحیح مسلم پر فوقیت رکھتی ہے۔ یہ بات صرف موازنہ کی حد تک ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ صحیحین اپنی نظیر آپ ہیں۔

وجہ تصنیف:

تابعین کے اخیر دور میں باقاعدہ مرتب مبوب احادیث کی کتابیں تصنیف ہونی شروع ہوگئی تھیں۔ تبع تابعین میں یہ کام اور زیادہ ترقی کر گیا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی کتاب الآثار، امام مالک کی موطا، جامع سفیان ثوری، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، عبداللہ بن مبارک کی کتاب، وکیع کی کتاب، امام شافعی کی کتاب، مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ۔ مگر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئیں کسی میں یہ التزام نہیں تھا کہ صرف صحیح احادیث ہی لکھی جائیں۔ مصنفین نے ہر قسم کی احادیث جمع کرا دی تھیں۔ اس کی شدید ضرورت تھی کہ کوئی ایسی کتاب لکھی جائے جس میں مصنف صرف انہیں

حدیثوں کو جگہ دے جو صحیح ہوں۔

اس ضرورت کا احساس امام بخاری کے استاذ اسحاق بن راہویہ کو ہوا۔ انہوں نے ایک دن اپنے تلامذہ سے فرمایا: اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو کوئی ایسی کتاب مختصر لکھ دو جس میں صرف صحیح احادیث ہی ہوں۔ اس وقت امام بخاری بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اسی وقت طے کر لیا کہ میں ایسی کتاب لکھوں گا۔

اس کے علاوہ اس کا باعث امام بخاری کا ایک خواب بھی ہے۔ انہوں نے خود بیان کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ میں خدمت اقدس میں کھڑا ہوں میرے ہاتھ میں پنکھا ہے اور میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے مکھیاں ہانک رہا ہوں۔ کسی معبر سے تعبیر پوچھی تو اس نے تعبیر دی کہ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جھوٹ دفع کریں گے۔ اس خواب نے مجھے اس پر ابھارا کہ ایک جامع صحیح لکھوں۔

تصنیف کی غرض:

احادیث صحیحہ کا جمع کرنا، اپنے عقائد و معمولات کا بیان اور ان پر حتی الوسع احادیث سے استدلال، عقائد و اعمال میں اپنے مخالفین کا رد پہلا مقصد بالکل ظاہر ہے۔ دوسرا اور تیسرا مقصد احادیث کے ابواب سے ظاہر ہے اور امام بخاری کے کلمات سے بھی جو انہوں نے جگہ جگہ ارشاد فرمائے ہیں کتنے ابواب ایسے ہیں جن کی تائید میں کوئی حدیث نہیں لا سکے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امام بخاری پہلے باب قائم کرتے ہیں پھر اس کے مطابق حدیث تلاش کرتے ہیں اگر مل جاتی ہے تو لکھ لیتے ہیں نہیں ملتی تو بھی باب جوں کا توں چھوڑ دیتے ہیں۔ شاید اس امید پر کہ اگر کوئی حدیث مل جائے گی تو بعد میں یہاں درج کر دیں گے لیکن اخیر عمر تک نہیں ملی تو باب یوں ہی رہ گیا۔

ہمارے بتائے ہوئے تیسرے مقصد پر سینکڑوں ابواب شاہد ہیں۔ خصوصیت سے کتاب الایمان کے ابواب اور کتاب الحیل پوری کی پوری آپ غور کریں ابتداء ہی

میں عمل کے گھٹنے، بڑھنے پر اور یہ کہ ایمان قول بھی ہے اور عمل بھی۔ بھرپور زور صرف فرما دیا چونکہ اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں تھی تو اقوال صحابہ و تابعین سے اس کو ثابت کرنے میں اپنی دانست میں کوئی کمی اٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس کے بعد بھی انہوں نے اس سے متعلق دسیوں باب باندھے ہیں۔ مثلاً قیام ليلة القدر من الايمان، الجهاد من الايمان، تطوع قيام رمضان من الايمان، صوم رمضان احتسابا من الايمان، الصلوٰة من الايمان، زيادة الايمان و نقصه، الزكوٰة من الاسلام، اتباع الجنائز من الايمان، اداء خمس من الايمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنية والحسبة وبكل امرأ ما نوٰى فدخل فيه الايمان والوضوء والصلوٰة والزكوٰة والحج و الصوم والاحكام۔

اور کتاب الحیل کا مقصد تو بالکل کھلا ہوا ہے کہ وہ صرف امام بخاری نے اپنے غضب و جلال ظاہر کرنے کے لئے لکھی ہے لیکن بزرگوں کے ہر کام میں برکت ہی برکت ہوتی ہے۔ ان ابواب کی برکت سے ہمیں احادیث کے وہ گراں قدر تحفے ملے جو دوسری جگہ بھی ہیں مگر امام بخاری والی بات کہاں؟ رحمه الله رحمة واسعة وجزى عنى وعن جميع اهل الاسلام خير الجزاء۔

ادب اور اہتمام:

امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں۔ ان میں اچھی سے اچھی عمدہ سے عمدہ تر صحیح سے اصح اعلیٰ سے اعلیٰ تر کو منتخب کر کے اس عظیم تصنیف میں رکھی ہیں اور انتخاب میں انہیں اپنی معلومات کے ایک ایک نقطے کو صرف کر کے اپنی فکر و تدبیر کی آخری حد کو چھو کر بھی اطمینان نہ ہوتا تو اللہ عزوجل کے حضور استخارہ کرتے پھر صفحہ قرطاس کے حوالے کرتے۔

تصنیف و تالیف کے لئے جتنی تنہائی ہو بہتر ہے مگر امام بخاری نے اسے بھری مسجد حرام اور مسجد نبوی میں لکھا۔ ایک بار مطمئن نہ ہوئے تو تین بار لکھا۔ یہ سب وہی

اعلیٰ سے اعلیٰ ترصحیح سے اصح کے انتخاب کے لئے تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

مجھے چھ لاکھ حدیثیں یاد ہیں ان میں چن چن کر سولہ سال میں اس جامع کو میں نے لکھا ہے اور اسے میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان حجت بنایا ہے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح احادیث داخل کی ہیں اور جن صحیح حدیثوں کو میں نے اس خیال سے کہ کتاب بہت طویل نہ ہو جائے ترک کر دیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہیں۔

امام بخاری نے یہ کتاب کہاں لکھی اس کے بارے میں انہوں نے خود فرمایا: میں نے اسے مسجد حرام میں اس طرح لکھا ہے کہ ہر حدیث کے لکھنے سے پہلے غسل کرتا پھر دو رکعت نفل پڑھتا پھر استخارہ کرتا جب کسی حدیث کی صحت پر دل جمتا تو اسے کتاب میں درج کرتا۔

لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ وہ مسجد حرام میں سولہ سال کبھی نہ رہے بلکہ متفرق طور پر ان کا مکہ معظمہ میں جو قیام رہا اس کی مجموعی مدت بھی سولہ سال نہیں۔

اس کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ انہوں نے تصنیف کی ابتداء مسجد حرام میں کی پھر جہاں گئے اسے لکھتے رہے اور ایک توجیہ یہ بھی ہے جو ہمارے مشائخ نے کی ہے کہ اس کا مسودہ مختلف بلاد میں لکھا۔ مسجد حرام میں بیٹھ کر اس کا مبیضہ کیا ہے۔

تراجم ابواب کے لئے صرف ایک روایت ہے کہ اسے امام بخاری نے مزار اقدس و منبر مبارک کے مابین ریاض الجنہ میں بیٹھ کر اصل کتاب میں منتقل کیا ہے۔ غالباً اسی وقت کے بارے میں یہ روایت ہے کہ میں اس کتاب میں کسی حدیث کے لکھنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا ہوں کہ یہ آپ کا ارشاد ہے یا نہیں؟ جب حضور فرماتے ہاں تو لکھتا۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۱۰)

اور میرے خیال میں سب سے اچھی توجیہ یہ ہے کہ امام بخاری نے پہلے مسودہ تیار کیا جن میں ابواب اور ابواب سے مناسب احادیث جمع کیں۔ یہ مختلف بلاد میں

تیار کیا پھر مسجد حرام میں حاضر ہو کر اس مسودہ میں جو احادیث تھیں ان کو مبیضہ کیا۔ ابواب کی جگہ خالی رکھی اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر ترجمے کو اصل کتاب میں منتقل کیا۔ اس لئے کہ ترجمے کے بارے میں جو لفظ وارد ہے وہ یہ ہے۔

حول تراجم جامعه بين قبر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ومنبره وكان يصلي لكل ترجمة ركعتين

(مقدمہ فتح الباری وغیرہ ص ۴۹۰)

اس کتاب کے تراجم ابواب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پاک اور منبر اقدس کے مابین منتقل کیا اور ہر ترجمے کے لئے دو رکعت نماز پڑھتے

حول کا ترجمہ سوائے منتقل ہونے کے اور کچھ نہیں بنتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ترجمے کا کوئی مسودہ پہلے سے تھا۔ اس سے تحویل کر کے لکھتے تھے۔ تحویل کی دوسری تعبیر یہی ہے کہ اس کو منتقل کرتے تھے جس کا حاصل یہ ہوا کہ تراجم پہلے سے لکھے تھے۔ مگر جس صحیفے میں بڑھاتے تھے اس میں تراجم کی جگہ خالی تھی تو لازم کہ پہلے احادیث بلا تراجم لکھی تھیں اور یہ روایت کہ اس کو تین مرتبہ لکھا اس سے مراد یہی ہے کہ پہلے ایک مسودہ تیار کیا جس میں ترجمۃ الباب اور اس سے متعلق احادیث تھیں۔ پھر مسجد حرام میں اسے صاف کیا اور ترجمہ باب کی جگہ چھوڑ دی اور حرم نبوی میں حاضر ہو کر مسودہ سے تراجم ابواب اصل کتاب میں اضافے کئے اور اس کے ساتھ پھر اس پر ایک تنقیحی نظر بھی ڈالی۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ

کتاب کی تصنیف کے بعد امام بخاری نے اپنی یہ کتاب امام احمد بن حنبل یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی کو دکھائی۔ ان حضرات نے اس کی بہت تحسین کی جس سے امام بخاری کو طمانیت قلب حاصل ہوئی۔ محمد بن حاتم وراق نے کہا میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے اپنی اس صحیح میں جتنی حدیثیں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں؟ فرمایا: جامع صحیح کی کوئی حدیث مجھ سے چھپی نہیں اس لئے کہ میں نے اس کو تین بار لکھا

ہے۔

بارگاہِ رسالت میں اس کتاب کی مقبولیت:

صحیح بخاری کی معراج کمال یہ ہے کہ مصنف کی ذات کی طرح ان کی کتاب بھی محبوب رب العالمین کی بارگاہ میں مقبول ہوئی۔ ابوزید مروزی نے بیان کیا کہ ایک بار میں مطاف میں رکن کے مابین سویا ہوا تھا کہ میرا نصیبہ جاگا۔ سرکار ابد قرار مونس ہر بے قرار تشریف لائے اور فرمایا: اے ابوزید! کب تک شافعی کی کتاب پڑھو گے؟ میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا: محمد بن اسماعیل کی جامع۔

طرز:

امام بخاری کا اسلوب اس کتاب میں یہ ہے کہ وہ پہلے باب باندھتے ہیں کبھی کبھی باب کے مناسب ایک یا چند آیات ذکر کرتے ہیں۔ کبھی باب سے متعلق معلق احادیث اور اقوال سلف صحابہ یا ائمہ تابعین وتبع تابعین ذکر کرتے ہیں پھر اگر باب کی موید کوئی ایسی حدیث ہوتی ہے جو ان کی شرائط پر پوری ہو تو اسے مع سند کے ذکر کرتے ہیں۔ کبھی ایک کبھی متعدد کبھی مفصل کبھی مختصر کبھی پوری حدیث، کبھی حدیث کا کوئی جز، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی حدیث کے جز کو باب کا عنوان بناتے ہیں کبھی کسی آیت کو، اس سے یہ فائدہ حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ باب دلیل کا محتاج نہیں۔ کبھی کسی حدیث کے جز کو باب کا عنوان بنانے سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث لائق حجت ہے۔ خواہ وہ ان کے ان شرائط پر ہو جن کا انہوں نے اس کتاب میں التزام کیا ہے۔ خواہ نہ ہو۔ کبھی باب کی تائید میں صرف قرآن مجید کی آیات ذکر کر کے چھوڑ دیتے ہیں کوئی حدیث معلق یا مسند نہیں ذکر کرتے۔ کہیں کہیں صرف ابواب کے عنوان قائم کر کے چھوڑ دیتے ہیں نہ کوئی آیت ذکر کی ہے نہ حدیث۔ کہیں کہیں ائمہ مذاہب پر بہت درست لہجے میں تعریفیں بھی کی ہیں۔ اکثر ایسا ہے کہ ایک ہی حدیث متعدد جگہ ذکر

کرتے ہیں اس سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے جتنے مسائل انہوں نے مستنبط کئے سب مذکور ہو جاتے ہیں۔ دوسرے تعدد طرق سے اس حدیث کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ ایک حدیث پر مختلف چند ابواب سے کبھی یہ بھی اشارہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے یا اس میں کوئی تخصیص ہے۔ یہ اپنے اطلاق پر ہے یا اس میں کوئی تقیید ہے۔ تخصیص اور تقیید ہے تو کیا ہے؟ کبھی مبہم معانی کی توضیح مقصود ہوتی ہے کبھی آیات قرآنیہ اور احادیث کے مشکل الفاظ کی تفسیر بھی کرتے جاتے ہیں۔

شرائط:

امام بخاری یا امام مسلم نے اپنی ان مخصوص شرائط کا ذکر نہیں کیا جن کا ان دونوں حضرات نے اپنی اپنی کتابوں میں التزام کیا ہے۔ صرف حدیث مفصل کے سلسلے میں مقدمہ مسلم سے یہ معلوم ہوا! ان دونوں بزرگوں میں یہ اختلاف ہے کہ امام بخاری معاصرت کے ساتھ ثبوت لقاء کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں اور امام مسلم معاصرت کافی سمجھتے ہیں۔ امام مسلم نے لقاء کی شرط کے ضروری نہ ہونے پر بہت لمبی بحث کی ہے۔ جس کی بنیاد یہ ہے کہ گفتگو اس صورت خاص میں ہے کہ راوی ثقہ ہو مدلس نہ ہو اور لقاء کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ تلمیذ کا شیخ سے سماع ثابت ہو۔ صرف لقاء سے سماع لازم نہیں ہو سکتا ہے۔ ملاقات ہوئی ہو مگر سماع نہ ہو تو یہ شرط بلا ضرورت ہے۔ جب ہم نے مان لیا کہ یہ راوی ثقہ ہے مدلس نہیں اور یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں سے روایت ہے تو یہی اس کا قول دلیل سماع ہے۔ خواہ دونوں کی ملاقات کا ثبوت ہو خواہ نہ ہو۔ پھر ملاقات کے ثبوت کی شرط سے کیا فائدہ۔ امام مسلم کی یہ بات بہت وزنی ہے اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر تلمیذ وشیخ میں لقاء بھی ثابت ہو تو اس سے قوت زیادہ مل جاتی ہے۔ بخاری کے مسلم پر تفوق کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

اس کے علاوہ اور کیا کیا خصوصی شرائط ہیں؟ محدثین نے اس کی کھوج لگانے کی

بہت کوشش کی مگر کوئی خاص شرط معلوم نہ ہو سکی۔ سوائے اس کے کہ دیگر محدثین نے حدیث کے صحیح ہونے کے لئے جن شرائط کا اعتبار کیا ہے اس پر مستزاد یہ ہے کہ امام بخاری زیادہ ایسے راویوں سے حدیث لیتے ہیں جو اپنے شیخ کے ساتھ بہت زیادہ رہا ہو اس کو یہ لوگ اپنی زبان میں کثیر الملازمت اور اس کے مقابل کو قلیل الملازمت بولتے ہیں اور کبھی جب کسی موضوع پر کثیر الملازمت تلامذہ کی روایت نہیں ملتی تو بدرجہ مجبوری قلیل الملازمت تلامذہ کی بھی احادیث لے لیتے ہیں مگر ایسا پہلے کی بہ نسبت کم ہے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا کہ امام بخاری کی یہ بھی شرط ہے کہ حدیث کی روایت میں کہیں دو راوی سے کم نہ ہوں حتیٰ کہ وہ دو صحابی سے مروی ہو۔ مگر یہ شرط بھی اکثری ہو سکتی ہے کلی نہیں۔ اس لئے کہ بخاری کی پہلی حدیث وانما الاعمال بالنیات، میں مسلسل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر یحییٰ بن سعید تک صرف ایک ہی راوی ہیں۔ حضرت عمر کے بعد علقمہ اور ان کے بعد محمد بن ابراہیم اور ان کے بعد یحییٰ بن سعید ہیں۔ ہاں امام بخاری کی ایک خاص شرط کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں صرف اس سے حدیث لیتا ہوں جو ایمان قول کو بھی مانے اور عمل کو بھی۔

(مقدمہ فتح الباری ص ۴۷۹)

تکرار احادیث:

امام بخاری نے اکثر احادیث کو ایک سے زیادہ جگہ ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض احادیث کو سولہ سولہ جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ حقیقت میں لفظاً تکرار ہے مگر معنوی اعتبار سے تکرار نہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ تکرار کی دو صورتیں ہیں۔ سند میں تکرار ہو، متن میں تکرار ہو۔ سند کے لحاظ سے اگر دیکھیں تو شاید کوئی جگہ ایسی ہو جہاں امام بخاری نے ایک حدیث کو دو جگہ ایک ہی سند کے ساتھ ذکر کیا ہو۔ مجھے اب تک ایسی کوئی حدیث نہیں ملی ہمیشہ نئی سند نئے طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱- وہ حدیث دو یا دو سے زائد صحابہ سے مروی ہو تو اسے مکرر لاتے ہیں۔

۲- وہ حدیث دو یا دو سے زائد تابعین سے مروی ہو تو مکرر لاتے ہیں۔

۳- وہ حدیث ایک سے زائد تبع تابعین سے مروی ہے تو مکرر لاتے ہیں۔

۴- کبھی امام بخاری ایک حدیث کو ایک سے زائد اساتذہ سے سنی ہے تو مکرر لاتے ہیں۔

۵- کبھی امام بخاری کے استاذ الاستاذ ایک سے زائد ہیں تو مکرر لاتے ہیں۔ علی ہذا القیاس۔

اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث قوی سے قوی تر ہو جاتی ہے اگر سلسلہ رواۃ میں صرف ایک ہی ایک افراد ہوں تو یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں غریب کہلاتی ہے اور جب وہ مختلف طرق سے مروی ہو گی تو غرابت سے نکل جاتی ہے۔

رہ گیا متن کا لفظی تکرار اس میں بھی متعدد فوائد ہیں۔ پہلا فائدہ مختلف ابواب پر استدلال، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ راوی کبھی ایک حدیث کو مختصر ذکر کرتا ہے۔ دوسرا مفصل تو مفصل ذکر کر دینے سے حدیث کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ کبھی ایک راوی کسی لفظ سے بیان کرتا ہے دوسرا راوی دوسرے لفظ سے۔ دونوں کو ذکر کرنے سے ایک معنیٰ مقصود کے تعین میں آسانی ہوتی ہے دوسرے روایت بالمعنیٰ کے اپنے شرائط کے ساتھ جواز کا اشارہ ہو جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تفسیر ہو جاتی ہے۔ پانچواں فائدہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی بطریق ارسال ذکر کرتا ہے۔ دوسرا بطریق اتصال، تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث مرسل نہیں متصل ہے۔ چھٹا فائدہ کبھی ایک راوی حدیث کو موقوف کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ دوسرا اسے مرفوع روایت کرتا ہے تو تکرار سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حدیث موقوف نہیں مرفوع ہے۔ ساتواں فائدہ یہ ہے کہ کبھی ایک حدیث کو ایک راوی عن فلاں کہہ کے معنعن روایت کرتا ہے۔ دوسرا حدثنا،

اخبرنا، سمعت کے صیغے سے جو سماع پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں اس سے حدیث معنعن میں جو تدلیس کا ذرا سا شائبہ ہوتا تھا وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔

سر دست تکرار کے یہ بارہ فائدے حاضر ہیں۔ پانچ سند سے متعلق اور سات متن سے متعلق اگر قاری امعان نظر سے ان مکررات میں غور کرے گا تو اس کے علاوہ اور بہت سے فوائد نظر آئیں گے۔

تقطیع:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے مختلف اجزاء کو مختلف جگہ ذکر کیا جائے۔ خواہ مختلف ابواب میں خواہ ایک ہی باب میں تقطیع کا سبب کبھی یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے مختلف اجزاء مختلف اسناد سے مروی ہیں۔ یہ صورۃً تقطیع ہے حقیقتاً تقطیع نہیں بلکہ حقیقت میں ایک ہی حدیث ہے ایک باب میں تقطیع کی یہی صورت ہوتی ہے۔ حدیث کی تقطیع جائز ہے یا نہیں؟ یہ محدثین متقدمین میں مختلف فیہ رہا۔ امام بخاری امام مالک اکثر اجلہ محدثین تقطیع کے جواز کے قائل بھی ہیں اور اس پر عامل بھی اور اب تو تقطیع حدیث کے جواز وعمل پر اجماع ہے۔

امام بخاری حدیث کی تقطیع وہیں کرتے ہیں جب حدیث چند احکام پر مشتمل ہو تو وہ حدیث کے ان اجزاء کو چند ابواب میں لاتے ہیں تاکہ کتاب بلاضرورت طویل نہ ہو پھر ان کو متعدد جگہ متعدد سندوں سے ذکر کر کے اس کو تعدد طرق سے قوی بنا دیتے ہیں۔

کہیں کسی طویل حدیث میں مختلف مضامین یا احکام مذکور ہوئے ہیں جن میں ربط نہیں ہوتا۔ امام بخاری ان مختلف جملوں کو ان کے مناسب ابواب علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے جاتے ہیں۔ پھر کہیں کوئی باب قائم کر کے مکمل حدیث یکجا بیان کر دیتے ہیں۔

ابواب:

امام بخاری کا جو مذہب تھا اس کی کلیات پھر ان کلیات کی جزئیات کو انہوں نے

ہزاروں ابواب کی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ جن کو تراجم ابواب کہا جاتا ہے۔ ترجمہ باب پر وہ اپنی خداداد ذہانت وذکاوت سے بعض جگہ ایسے ادق پیرائے میں استدلال کرتے ہیں کہ ذہین سے ذہین محقق ومدقق بھی انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔

اسی وجہ سے ابن خلدون نے کہا کہ بخاری کے تراجم ابواب سے احادیث کی مطابقت اُمت پر قرض ہے اسی قرض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین محمود عینی نے ادا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ایک حد تک ادا بھی کر دیا مگر اب بھی بہت سا قرض اُمت پر باقی ہے اور اندازہ یہی ہے کہ وہ قیامت تک باقی رہے گا۔

ان دونوں شارحین نے ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت پیدا کرنے کے وقت یہ امور سامنے رکھے ہیں،

۱- مثلاً یہ ضروری نہیں کہ حدیث کی دلالت باب پر مطابقی ہو، تضمنی بھی ہو سکتی ہے۔ التزامی بھی، جن کو فقہاء کی زبان میں یوں کہئے حدیث سے ترجمہ باب کا ثبوت کبھی عبارۃ النص سے ہوتا ہے کبھی دلالت النص سے کبھی اشارۃ النص کبھی اقتضاء النص سے۔

۲- کبھی امام بخاری کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ حدیث میں عموم ہے مگر حقیقت میں وہ مخصوص ہے۔ حدیث میں اطلاق ہے مگر وہ حقیقت میں مقید ہے۔

۳- کبھی معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے ترجمۃ الباب سے وہ اس کا افادہ کرتے ہیں۔

۴- کبھی دو مختلف احکام کی علت مشترکہ ہوتی ہے مگر اس علت میں کوئی ابہام ہوتا ہے۔ کسی حدیث میں اس ابہام کی تشریح ہوتی ہے۔ امام بخاری باب میں ایک حکم ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے تحت وہ حدیث ذکر کرتے ہیں جس میں اس ابہام کی تشریح ہے۔ مثلاً باب باندھا

فی کم تقصر الصلوٰۃ　　کتنی مسافت کے سفر پر نماز میں قصر ہے۔

اوراس کے تحت حدیث یہ لائے۔

لا تسافر المرأة ثلثة ایام الامع ذی محرم — کوئی عورت تین دن کی مسافت پر بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔

دونوں میں کوئی مطابقت نہیں لیکن دونوں کی علت ''سفر شرعی'' ہے۔ سفر شرعی کی کیا مقدار ہے یہ نامعلوم ہے۔ حدیث میں اس ابہام کی یہ تشریح ہے کہ تین دن کی مسافت پر عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ''سفر شرعی کی مقدار'' تین دن ہے۔ ۵- کبھی حدیث میں مختلف معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ ترجمہ سے کسی ایک معنی کو معین کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ۶- کبھی بظاہر مختلف المعانی احادیث میں ترجمے سے تطبیق کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی ہزار کدو کاوش کے باوجود کتنے ابواب ایسے ہیں جن میں مذکور احادیث کی ابواب سے مطابقت نہیں ہو سکی۔

تعداد احادیث:

احادیث نبوی خصوصا بخاری کے ساتھ اُمت کو کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس سے کریں کہ کتب احادیث میں مندرج احادیث کی گنتی بھی کر ڈالی۔ حتی کہ کس صحابی سے کتنی احادیث مروی ہیں ان کو بھی شمار کر لیا ہے۔ بخاری میں کتنی احادیث ہیں اس سلسلے میں شمار کرنے والے مختلف ہیں۔ حافظ ابن صلاح نے بتلایا: صحیح بخاری میں کل احادیث سات ہزار دو سو پچہتر ہیں اور حذف مکررات کے بعد چار ہزار۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کے شمار کے مطابق کل احادیث مسندہ مع مکررات سات ہزار تین سو ستانوے ہیں اور معلقات ''ایک ہزار تین سو اکتالیس'' اور متابعات کی تعداد تین سو چوالیس، اس طرح بخاری کی کل احادیث مسندہ، معلقات متابعات ملا کر نو ہزار بیاسی ہیں۔ اگر مکررات کو نکال دیں تو مرفوع احادیث کی تعداد دو ہزار چھ سو تئیس ہے۔

بخاری میں باعتبار سند سب سے اعلیٰ وہ احادیث ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں جن کی سند میں امام بخاری اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک بیچ میں صرف تین راوی ہیں۔ ان کی کل تعداد بائیس ہے اور حذف مکررات کے بعد سولہ، ان ثلاثیات میں بیس ثلاثیات وہ ہیں جو امام بخاری نے اپنے حنفی شیوخ سے لی ہیں۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہ بائیس ثلاثیات امام بخاری کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی عام مرویات ثلاثیات ہیں۔

زندہ کرامت:

علامہ احمد خطیب قسطلانی نے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کے مقدمہ میں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات کے مقدمہ میں اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بعض عارفین کا قول نقل فرمایا ہے کہ استجابت دعا حل مشکلات قضاء حاجات کے لئے بخاری کا ختم بارہا کا آزمودہ ہے۔ بخاری شریف جس کشتی میں ہوگی وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے کہا: اگر قحط کے وقت پڑھی جائے تو بارش ہوگی۔ یہ سب اس لئے ہے کہ امام بخاری مستجاب الدعوات تھے اور انہوں نے اس کے پڑھنے والے کے لئے دعا کی ہے۔

اختلاف نسخ:

بخاری شریف کے نسخے آپس میں بہت مختلف ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عبدالرزاق بخاری نے کہا: میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ آپ نے جتنی حدیثیں اپنی تصنیفات میں لکھی ہیں وہ سب آپ کو یاد ہیں تو انہوں نے فرمایا: ان میں کوئی حدیث مجھ پر مخفی نہیں اس لئے کہ میں نے اپنی ہر کتاب کو تین مرتبہ لکھا ہے اور ہر مصنف جانتا ہے کہ کتاب پر جتنی بار نظر ڈالی جائے گی اتنا ہی اس میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نقل در نقل میں تفاوت ہو جانا لابدی امر ہے۔ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن

احمد مستملی نے کہا: میں نے بخاری کو اس کی اصل سے جو محمد بن یوسف فربری کے پاس تھی نقل کیا ہے۔ میں نے اصل میں جگہ جگہ بیاض دیکھی۔ مثلاً ترجمہ باب ہے مگر اس کے تحت کچھ نہیں کہیں حدیث ہے مگر ترجمہ نہیں میں نے سب کو ملا کر لکھ دیا ہے

بخاری شریف کی شروح:

بخاری شریف کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جتنی شرحیں اس کی ہوئیں کسی کی نہیں ہوئیں۔ کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے ۱۰۱۲ ہجری تک پچاس شرحوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ عربی کے علاوہ فارسی، اردو کی شرحوں کو ملا لیا جائے تو ان کی تعداد سو تک پہنچ جائے گی۔ ان پچاس شرحوں میں اللہ عزوجل نے دو شرحوں کو سب سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی۔ ایک فتح الباری، دوسری عمدۃ القاری جو عینی کے نام سے مشہور ہے۔ (انہی دو شروح کے بارے میں تفصیلاً کچھ لکھا جاتا ہے)

فتح الباری:

یہ سند الحفاظ علامہ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ہجری کی ہے۔ یہ شعبان ۷۷۳ ہجری میں مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں اواخر ذوالحجہ ۸۵۲ھ میں وصال فرمایا۔ وہیں دیلمی کے بغل میں دفن ہیں۔ انہوں نے اگرچہ مختلف دیار کے علماء سے تحصیل علم فرمایا۔ مگر ان کے خاص اساتذہ حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی وغیرہ ہیں۔ ان کی مختلف علوم وفنون پر ڈیڑھ سو سے زائد تصنیفات ہیں۔ یہ بیس سال تک مصر کے قاضی القضاۃ رہے۔ انہوں نے بخاری کی شرح ۸۱۷ ہجری میں لکھنی شروع کی اور ۸۴۲ ہجری میں اس کو مکمل کیا جیسا کہ خود انتقاض الاعتراض میں لکھا ہے۔ یہ شرح سترہ جلدوں میں ہے مگر اب اس کی جلدوں کی گنتی کم کر دی گئی ہے۔ سند الحفاظ نے اس شرح میں اپنے علم کے وہ جوہر دکھائے ہیں جن سے دنیا روشن ہے اور روشن رہے گی۔ انہوں نے بخاری کی شرح کا حق ادا کر دیا۔

مشکل الفاظ کی تفسیر مغلق مقامات کی تسہیل، متعارض احادیث کی تطبیق، تراجم ابواب میں جو دقیق معانی ہیں ان کی تبیین، رجال بخاری کی جرح وتعدیل، بخاری پر وارد ہونے والے اعتراضات کی تردید، ترجمہ باب وحدیث میں تطبیق، مسائل کا استنباط، احادیث مختصرہ کی تکمیل، اسماء مبہمہ کی تفسیر، لغات کا حل، اسمائے رجال کی تنقید، عقائد و احکام کی تفصیل اور سب پر محققانہ بحث وتمحیص وہ کون سی اہم بات ہے جو حدیث کی شرح کے لئے ضروری ہے اور وہ اس شرح میں نہیں۔ اس لئے عام طور پر ان کی شرح کو تمام شروح پر برتری دی جاتی ہے ان سب خوبیوں کے باوجود گزشتہ تمام شرحوں کا عطر تحقیق بھی ہے۔ اس شرح میں کیا کیا ہے وہ شرح دیکھنے ہی کے بعد معلوم ہوگا۔

عمدۃ القاری:

یہ علامہ ابن حجر کے معاصر علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ عینی کی شرح ہے۔ ان کے والد قاضی شہاب الدین احمد بن قاضی شرف الدین موسیٰ بن احمد حلب کے باشندے تھے۔ وہاں سے ترک وطن کر کے (عین ناب) آگئے تھے۔ یہ حلب سے تین منزل کی دوری پر ہے۔ یہاں کی قضاء ان کے سپرد ہوئی۔ یہیں علامہ عینی سترہ رمضان ۷۶۲ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو عینی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حافظ زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی کے تلمیذ ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر وقت کے سربر آوردہ علماء سے بھی تلمذ کا ان کو شرف حاصل ہوا۔ مصر کے شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کے بھی تلمیذ ہیں۔ ۷۸۸ ہجری میں بیت المقدس گئے وہاں ان کی ملاقات اس وقت کے بہت ممتاز عالم علاء الدین علی بن احمد بن محمد سبرامی سے ہوئی۔ پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہیں کے ساتھ مصر مدرسہ برقوقیہ میں آئے۔ مدت العمر مصر ہی میں رہے۔ وہیں سہ شنبہ کی رات میں چار ذوالحجہ ۸۶۶ ہجری کو علامہ ابن حجر کے تین سال بعد وصال ہوا۔ جب ان کے استاذ شیخ المذہب سراج قاری الہدایہ کا وصال ہوگیا تو ۸۲۹ ہجری کی ربیع الآخر میں یہ مصر کے قاضی

القضاۃ بغیر کسی طلب اور خواہش کے مقرر ہوئے۔ علاوہ اس منصب جلیل کے دوسرے
مناصب عالیہ پر بھی مدت دراز تک فائز رہے۔ ۸۵۲ ہجری میں تمام مناصب سے الگ
ہو کر جامعہ ازہر کے قریب محلّہ کناسہ میں اپنا ذاتی مدرسہ قائم کر لیا۔ جس پر اپنی تمام
کتابیں وقف کر دی تھیں۔ علامہ ابن حجر کی طرح یہ بھی جملہ علوم وفنون میں یگانہ دیکتا
تھے۔ ان دونوں میں معاصرانہ نوک جھونک بھی رہتی تھی۔ جامعہ مؤیدیہ کا ایک منارہ
خستہ ہو کر ایک جانب جھک گیا تھا۔ اس کی جدید تعمیر کے لئے اسے گرا دیا گیا۔ اس
وقت علامہ عینی جامعہ مؤیدیہ میں شیخ الحدیث تھے۔ اس کے برج شمالی پر درس دیا
کرتے تھے۔ اس پر علامہ ابن حجر نے یہ دو شعر چست کر دیا۔

لجامع مولانا المويد رونق   منارته تزهو بالحسن وبالزين
تقول وقد مال عليهم تهيلوا   فليس على حسنى اضرمن العين

جامعہ مویدیہ بڑا بارونق ہے۔ اس کا منارہ حسن و جمال میں یکتا ہے۔ گرتے
وقت کہہ رہا تھا مجھے گرنے دو میرے حسن کے لئے نظر بد سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں۔
نظر کو عربی میں ''عین'' کہتے ہیں۔ اس سے علامہ عینی پر چوٹ تھی۔

علامہ عینی نے جب یہ اشعار سنے تو علامہ ابن حجر کو یہ جواب بھیجا۔

منارة كعروس الحسن قد حليت
وهدمها بقضاء الله والقدر
قالوا اصيبت بعين قلت ذاغلط
مافة الهدم الاخسة الحجر

منارہ دلہن کی طرح سجا ہوا تھا اور اس کا گرنا قضاء وقدر کی وجہ سے ہے۔ لوگوں
نے کہا کہ اسے نظر لگ گئی ہے میں نے کہا یہ غلط ہے بلکہ یہ حجر (پتھر) کی خست یعنی
شکستگی کی وجہ سے گرا۔

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں نے ایک ہی زمانے میں دو چار سال آگے

پیچھے بخاری کی شرحیں لکھی ہیں۔ علامہ عینی نے یہ کام ۸۲۱ ہجری میں شروع کیا اور ۸۲۷
ہجری میں انتیس سال میں مکمل فرمایا اور علامہ ابن حجر نے ۸۱۷ ہجری میں شروع فرمایا
اور ۸۲۲ ہجری میں پچیس سال کے اندر مکمل کیا۔

علامہ ابن حجر کا طریقہ یہ تھا کہ ہفتے میں ایک دن سنیچر کو اپنے تمام تلامذہ کو اکٹھا
کرتے ہفتے بھر کا لکھا ہوا برہان بن اخضر کو دیتے۔ وہ سب کو سناتے مسودہ سے مقابلہ
ہوتا لکھے ہوئے پر بحث ہوتی پھر لوگ اس کی نقلیں کر لیتے۔ اس طرح ان کی یہ شرح
تکمیل سے پہلے ہی پھیل گئی۔ انہیں برہان بن اخضر سے علامہ عینی علامہ ابن حجر کی شرح
عاریتاً لے کر دیکھ لیا کرتے تھے اور اپنی شرح میں جابجا علامہ ابن حجر پر تعقب بھی کیا
ہے۔ چونکہ یہ دونوں وسعت علم و جودت ذہن میں ایک دوسرے کے مثل تھے اس لئے
دونوں کے مضامین میں کہیں کہیں توارد ہے۔ اس کو یار لوگوں نے یہ رنگ دیدیا کہ
علامہ عینی نے علامہ ابن حجر کی شرح سے مضامین نقل کر کے اپنی شرح میں اضافہ کیا
ہے۔ اس سے یہ لوگ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی میں اتنی استعداد نہیں تھی کہ
بخاری کی شرح لکھتے لہٰذا علامہ ابن حجر کی شرح سے نقل اتاری ہے۔ جہاں جہاں توارد
ہے وہاں تو یہ بات کہنے کی ایک گنجائش ہے۔ مگر علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو
تعقبات کئے ہیں وہ کہاں سے لائے۔ پھر جو مضامین انہوں نے اضافہ فرمائے وہ
کہاں سے ان کو ملے؟

اس سلسلے میں ایک یہ بھی روایت ہے کہ کسی نے علامہ ابن حجر سے کہا: علامہ عینی
کی شرح آپ کی شرح پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں معانی و بیان، بدیع
وغیرہ زائد ہیں۔ اس کے جواب میں علامہ ابن حجر نے فرمایا: یہ علامہ عینی نے شیخ رکن
الدین کی شرح سے نقل کیا ہے۔ یہ شرح مجھے ملی تھی مگر نا تمام تھی اس لئے میں نے اس
کے پورے حصے کو کہیں نہیں لیا تھوڑا تھوڑا کہیں سے لے لیا ہے۔

(الضوء اللامع ج ا ص ۱۳۴)

اس سے بھی یہ لوگ یہی باور کرانا چاہتے ہیں کہ علامہ عینی نے صرف نقل ہی کی ہے لیکن یہاں دو سوال ہیں ایک یہ کہ کیا علامہ ابن حجر کی تمام باتیں طبع زاد ہیں، کیا انہوں نے پچھلی شرحوں سے مضامین نہیں نقل کئے ہیں۔ اگر نقل کئے ہیں اور ضرور نقل کئے ہیں تو پھر علامہ عینی کے بارے میں بھی یہی رائے کیوں نہیں قائم کی جاتی۔ ورنہ بات صاف ہے کہ اسلاف کی تصنیفات سے دونوں نے مضامین نقل کئے ہیں۔ اگر علامہ ابن حجر کو نقل کا حق ہے تو علامہ عینی کو بھی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا دو اشخاص پر ایک ہی موضوع پر ایک ہی معنی کا توارد نہیں ہوتا؟ اگر ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے تو پھر جو خاص معانی علامہ ابن حجر کے ذہن میں آئے وہ علامہ عینی کے ذہن میں کیوں نہیں آسکتے' اس کی کیا وجہ ہے؟۔ ارباب علم و دانش جانتے ہیں کہ اکثر کسی خاص موضوع پر بحث کے وقت ایک ہی نکتہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں آجایا کرتا ہے۔ پھر وہی عرض کرتا ہوں کہ اگر عینی میں صرف وہی مضامین ہوتے جو فتح الباری میں ہیں اور اس پر اضافہ نہ ہوتا وہ بھی ہزاروں، تو اس کی گنجائش تھی کہ ان لوگوں کی بات مان لی جاتی۔ مگر جب عینی میں فتح الباری کے مضامین کے علاوہ اور بہت سے ان مضامین کا اضافہ ہے جو فتح الباری میں نہیں تو اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

کسی نے فتح الباری سے متاثر ہو کر یہ کہا: لاھجرۃ بعد الفتح، اگر یہ بزرگ مجھے ملتے تو عرض کرتا، حضرت بعد الفتح ہے، مع الفتح نہیں۔ جو شخص انصاف و دیانت سے دونوں شرحوں کا مطالعہ کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ فتح الباری میں ہے وہ سب عینی میں ہے اور مزید عینی میں وہ فوائد و نکات و ابحاث ہیں جن سے فتح الباری خالی ہے۔

طرز تصنیف:

علامہ عینی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے باب کی توضیح کرتے ہیں، پچھلے باب سے

مناسبت بیان کرتے ہیں، پھر باب باندھنے کا جو مقصد ہوتا ہے اس کو بیان کرتے ہیں باب کی تائید میں جو آیت یا تعلیق ہوتی ہے اس کی توضیح کرتے ہیں تعلیق کی سند بیان کرتے ہیں' پھر حدیث کا پورا متن مع سند بیان کرتے ہیں اس کے بعد راویوں کے احوال کو ضروری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اگر راویوں کے نسب میں خفا ہوتا ہے تو اس کو واضح کرتے ہیں۔ پھر سند کے اندر جو رموز و نکات ہوتے ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔ یہ حدیث بخاری میں کتنی جگہ ہے اس کو اور یہ کہ صحاح ستہ میں سے کس کس کتاب میں ہے اسے بھی ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد مشکل لغات کو حل کرتے ہیں۔ پھر خاص خاص جملوں کی نحوی ترکیب لکھتے ہیں۔ اس کے بعد معانی و بیان و بدیع کے نکات بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث پر مفصل بحث کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہونے والے مضامین کو واضح کر کے اس سلسلے میں جتنے اقوال ہوتے ہیں سب کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان کر کے جو مذہب ان کے نزدیک حق ہوتا ہے اسے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ اس کے بعد حدیث سے متخرج مسائل کی فہرست پیش کرتے ہیں پھر حدیث کے مضمون پر وارد ہونے والے سوالوں کو ذکر کر کے ان کے تسلی بخش جوابات دیتے ہیں حدیث میں مذکور اسماء واماکن کی توضیح کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ حدیث کی باب سے مطابقت اور متعارض احادیث میں تطبیق کو بھی واضح کرتے ہیں۔ پہلی بار جب کوئی حدیث آتی ہے تو وہیں اس پر سیر حاصل بحث کر دیتے ہیں اور جب وہ دوبارہ یا سہ بارہ آتی ہے تو باب کے مناسب ضروری بات پر انحصار کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر کی عادت یہ ہے کہ جو حدیث جس باب کے تحت مذکور ہوتی ہے اس کے مناسب گفتگو کر کے آئندہ کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوگیا ہے کہ پھر آئندہ ان کو یاد نہ رہا اور بات رہ گئی۔

عمدۃ القاری کی یہی وہ خوبیاں ہیں کہ جب عمدۃ القاری مکمل ہو کر منظر عام پر آئی

تو علامہ ابن حجر اور ان کے تلامذہ حیران ہو کر رہ گئے۔ علامہ ابن حجر کے تلامذہ ان کی طرف سے معذرت کرنے لگے اور علامہ عینی پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ اسی کا شاخسانہ برہان بن اخضر والا قصہ بھی ہے۔

علامہ عینی نے علامہ ابن حجر پر جو اعتراضات کئے تھے ان کے جوابات دینے کی انہوں نے کوشش کی پانچ سال تک زندہ رہے۔ مگر وہ علامہ عینی کے اعتراضات کا جواب نہ دے سکے۔ کچھ اعتراضات کے جوابات لکھے وہ بھی ناتمام رہے اور جو لکھا وہ جواب ہوا کہ نہیں؟ اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بخاری کی یہ دونوں شرحیں حقیقی معنوں میں بہت کامل، بہت جامع اور بہت مفید ہیں۔ ان دونوں کی نظیر نہ پہلے کی کوئی شرح ہے نہ بعد کی۔ مگر بوجوہ کثیرہ علامہ عینی کی شرح فتح الباری سے بڑھی ہوئی ہے۔

علامہ ابن خلدون نے کہا تھا کہ بخاری کی شرح اُمت پر قرض ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کہا کہ اس قرض کو ان دونوں شرحوں نے چکا دیا۔

یہ دوسری بات ہے کہ جتنی شہرت فتح الباری کی ہے وہ عینی کو نہیں حاصل ہوئی اس کا سبب خاص یہ ہے کہ فتح الباری عمدۃ القاری کی بہ نسبت مختصر ہے۔ اس کی نقل و قرأت دونوں بہ نسبت عمدۃ القاری کے آسان ہے۔ اس لئے جو تداول فتح الباری کا ہوا وہ عینی کا نہ ہو سکا۔

علاوہ ازیں علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی مصری کی حامل المتن شرح ارشاد الساری ہے۔ اس شرح کا اصل ماٰخذ عمدۃ القاری اور فتح الباری ہے اس میں خاص بات یہ ہے کہ مشکل الفاظ جتنی بار بھی آئے ہیں ہر بار ان کی شرح کرتے ہیں۔ تیسیر القاری حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے شیخ نورالحق کی ہے جو کہ فارسی زبان میں ہے۔

بشیر القاری صدر العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی کی ہے اگرچہ باب بدء الوحی تک

ہے مگر تحقیق سے اتنی بھرپور ہے کہ دیکھ کر کہنا پڑتا ہے ترك الاوّلون للاخرين پھر تفہیم البخاری علامہ غلام رسول رضوی علیہ الرحمۃ کی، فیوض الباری علامہ سیّد محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ کی شروح بھی قابل ذکر ہیں۔ (صاحب نزہۃ القاری فرماتے ہیں) ہم نے چونکہ (نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری میں) انہی شروح سے استفادہ کیا ہے اس لیے صرف انہی کا ذکر کر دیا ہے)۔

غیر مقلدین کی بخاری سے عداوت

چند تسامحات تو واقعی (بتقاضائے بشریت اور) بربناء تحقیق امام بخاری علیہ الرحمۃ سے ہوئے لیکن اگر غیر مقلدین کو دیکھا جائے تو پھر آدھی بخاری صاف ہو جاتی ہے۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی نے جمع بین الصلوتین کے عدم جواز پر احناف کی مستدل احادیث پر جو تنقیدیں کی ہیں اس کو سامنے رکھ کر اگر بخاری کو پرکھا جائے تو پھر بخاری کا خدا حافظ...... ہم یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے رسالہ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین کا تھوڑا سا اقتباس پیش کرتے ہیں، پہلے شیخ الکل صاحب کی ایک لن ترانی گوش گزار کر لیں۔ معیار حق میں فرمایا:

مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا۔ ایک روایت معجم طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے ان پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداولہ تھیں وہ نقل کر کے ان کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے؟ اور کیا مرانگی کہ بخاری و مسلم چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور ان سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے ان کا جواب دیا۔

چونکہ میاں صاحب مردانگی دیکھنا چاہتے تھے اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی مردانگی کا تھوڑا سا نمونہ دکھایا ہے۔ جو یہ ہے:

قسط اوّل:

ابوداؤد میں یہ حدیث ہے:

حدثنا محمد بن عبيد المحار بى حدثنا محمد بن فضيل عن ابيه عن نافع و عبدالله بن واقد ان موذن ابن عمر قال الصلوٰة قال سرحتى اذا كان قبل غيوب الشفق نزل فصلى المغرب ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلى العشاء ثم قال ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذاعجل به امرصنع مثل الذى صنعت فسارنى ذلك اليوم والليلة سيرة ثلث

نافع اورعبداللہ بن واقد فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے موذن نے نماز کا تقاضا کیا، فرمایا: چلو چلتے رہے، شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی پھر فرمایا: حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے کیا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس رات دن میں تین دن کی مسافت قطع کی۔

شیخ الکل صاحب نے اس حدیث پر یہ اعتراض فرمایا: اس میں محمد بن فضیل ہے یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ منسوب برفض ہے اس پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اولاً یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل بخاری ومسلم کے رجال سے ہیں۔

ثانیاً امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ، امام احمد نے حسن الحدیث کہا امام نسائی نے لاباس بہ کہا امام احمد نے اس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے۔ میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر ان کے حق میں ذکر نہ کی۔

ثالثاً یہ بکف چراغے قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب ''رمی بالتشیع'' ذکر کی۔ ملاجی کو بایں سالخوری ودعویٰ محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشیع اور رفض میں کتنا فرق ہے۔ میزان میں امام حاکم کے بارے میں یہ قول نقل کر کے کہ کسی نے ان کو رافضی کہا تھا لکھا:

ما الرجل برافضي بل شيعي فقط یہ رافضی نہیں صرف شیعی ہے

ہاں زبان متاخرین میں، شیعہ روافض کو کہتے ہیں بلکہ آج کل کے بے ہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔ خود ملاجی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکہ دینے کے لئے متشیع کو رافضی بنایا۔ حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان پر افضل جانتا، شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تفصیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے۔ حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہلسنت کا تھا۔ اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعی سے تعبیر کرتے۔ حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا لکھتے ہیں:

محمد بن فضيل بن غزوان المحدث الحافظ كان من علماء هذا الشان وثقه يحيى بن معين وقال احمد حسن الحديث شيعي قلت كان متواليا فقط

محمد بن فضیل بن غزوان محدث حافظ اور اس صف کے علماء میں سے تھے کہ یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ کہا' احمد نے کہا حسن الحدیث شیعی ہیں، میں

کہتا ہوں کہ یہ صرف اہل بیت سے محبت کرنے والے تھے۔

رابعاً ذرا، رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے۔ ان کے رواۃ میں تیس سے زائد ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا۔

کتاب مسلم ملان من الشیعة   مسلم کی کتاب شیعہ سے بھری پڑی ہے

دور کیوں جایئے خود یہی ابن فضیل کہ واقع میں شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ کے زعم میں معاذ اللہ رافضی صحیحین کے راوی ہیں۔

(فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۲۹۶-۲۹۷)

قسط ثانی:

اس پہلی قسط میں شیخ الکل صاحب نے بخاری و مسلم کے تیس رواۃ پر ہاتھ صاف کر دیا جن میں سترہ بخاری کے ہیں۔

احناف کی موید ایک اور حدیث ہے جسے نسائی اور امام طحاوی نے روایت کیا۔ اس کی سند یہ ہے۔

حدثنا ربیع الموذن قال حدثنا بشر بن بکر قال حدثنی بن جابر قال حدثنی نافع قال خرجت، الحدیث

نافع نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ایک زمین کو تشریف لے جاتے تھے کسی نے آکر کہا! آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید، اخت حجاج اپنے حال میں مشغول ہیں۔ شاید ہی آپ انہیں زندہ پائیں۔ یہ سن کر بہت تیز چلنے لگے اور ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا۔ سورج ڈوب گیا اور انہوں نے نماز نہیں پڑھی میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہ پائی تھی کہ نماز کی پابندی فرماتے۔ جب انہوں نے دیر کی تو میں نے ان سے کہا نماز، خدا آپ پر رحم فرمائے۔ میری طرف پھر کے دیکھا اور آگے روانہ ہوگئے۔

اب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس وقت کہی گئی جب شفق ڈوب چکی تو اس وقت عشاء پڑھی۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔

اس حدیث پر طعن کرتے ہوئے شیخ الکل صاحب نے بشر بن بکر کے بارے میں لکھا۔

''کہ وہ غریب الحدیث ہے ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف

قاله الحافظ فی التقریب''

اس پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تنقید سنیئے۔

اولاً: ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر، رجال بخاری سے ہیں۔ صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق۔

ثانیاً: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا اسے ہضم کر گئے۔

ثالثاً: محدث جی تقریب میں ''ثقة یغرب'' ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث میں کتنا فرق ہے؟

رابعاً: اغراب کی یہ تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، محدث جی غریب اور منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامساً: باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب، باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے۔ یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے۔ دور مت جایئے یہ بشر خود رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً: ذرا میزان تو دیکھئے لکھا ہے۔ اما بشر بن بکر التیسی فصدوق ثقة لاطعن فیه کیوں شرمائے تو نہ ہوگے ایسی ہی اندھیریاں ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی احادیث ضعیف ہیں۔ حاشیے میں گیارہ صحیحین کے ایسے رواۃ

کی نشاندہی کی ہے جن میں چھ بخاری کے ہیں اگر پورا تتبع کیا جائے تو اور نکلے گا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۹۸-۲۹۹)

قسط ثالث:

نسائی میں حضرت جابر سے مروی ایک حدیث ہے اس کی سند یہ ہے، اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنی نافع قال خرجت، پھر آگے وہی مضمون ہے جو سابقہ احادیث میں گزر چکا۔ اس پر شیخ الکل صاحب نے یہ جڑ دیا کہ اس میں ولید بن قاسم ہے روایت میں اس سے خطا ہوتی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اب اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

اولاً: مسلمانو! اس تحریف شدید کو دیکھنا، اسناد نسائی میں یہاں ولید غیر منسوب تھا ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام اس کا "ولید" اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تلاش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں۔ رجال صحیح مسلم وائمہ ثقات وحفاظ اعلام سے ہیں۔

ثانیاً: بغرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحق رد ہیں۔ امام احمد نے ان کی توثیق فرمائی۔ ان سے روایت کی۔ محدثین کو حکم دیا کہ ان سے حدیث سیکھو۔ ابن عدی نے کہا جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو ان میں کوئی عیب نہیں اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً: ذرا رواۃ صحیح بخاری ومسلم پر نظر ڈالے ہوتے کہ ان میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق یخطی، بلکہ اس سے زائد کہا ہے کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کردو گے؟

رابعاً: بخاری میں حسان بن حسان بصری سے روایت کی۔ انہیں کہا صدوق یخطی

پھر حسان بن حسان واسطی کی نسبت لکھا، خلطہ ابن مندہ بالذی قبلہ فوھم وھذا ضعیف، دیکھو صاف بتا دیا کہ جسے صدوق یخطی کہا وہ ضعیف نہیں۔ ملا جی! اپنی جہالت سے مردود وواہیات گا رہے ہیں۔

حاشئے میں اٹھارہ ایسے بخاری ومسلم کے رواۃ کا پتہ دیا جن کے بارے میں صدوق یخطی کہا گیا اور دس ایسے جن کو صدوق کے ساتھ کثیر الخطاء یا اس کے ہم معنی کہا گیا۔ اس قسط میں شیخ الکل کی مہربانی سے بخاری ومسلم کے اٹھائیس رواۃ ختم ہوگئے۔ جن میں تیئیس بخاری کے رواۃ ہیں۔ آگے بڑھئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۹۹-۳۰۰)

قسط رابع:

نسائی اور طحاوی کی حدیث صحیح کو عطاف سے معلول کیا اور کہا: وہ وہمی ہے۔ کہا تقریب میں، صدوق یھم، اس کے بعد اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ارشادات سنئے۔

اولاً عطاف کو امام احمد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا و کفی بھما قدوۃ، میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔ ثانیاً کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یھم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثاً صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی۔ تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی ان میں کس قدر ہیں۔ حاشئے میں ایسے رواۃ کے نام گنائے ہیں۔ اس قسط میں صحیحین کے بیس راوی اور گئے جن میں بخاری کے نو ہیں۔

قسط خامس:

حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی وامام احمد وابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم کے رد کو پھر وہی شگوفہ چھوڑا۔

ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہمی تھا قالہ الحافظ فی التقریب

اب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اولاً: تقریب میں صدوق کہا وہ صندوق میں رہا۔

ثانیاً: وہی اپنی وہمی نزاکت کہ لہ اوھام کو وہمی کہنا سمجھ لیا۔

ثالثاً: وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب دور نہیں دیکھئے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ اوہام کہا ہے۔

رابعاً: مغیرہ، رجال سنن اربعہ سے ہے۔ امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے بآں تشدید شدید فرمایا۔ لیس بہ باس، اس میں کوئی برائی نہیں۔ زاد یحیی لہ حدیث واحد منکر، اس کی صرف ایک حدیث منکر ہے۔ لا جرم وکیع نے ثقہ، ابوداؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی لا باس بہ، کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو۔ جس کے سبب نسائی نے لیس بقوی، ابواحمد حاکم نے لیس بالمتین عندھم کہا۔ لا انہ لیس بقوی لیس بمتین و شتان ما بین العبارتیں حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا۔ اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔

حاشئے میں صدوق لہ اوہام صحیحین کے جن رواۃ کے بارے میں کہا گیا ان کی تعداد اٹھارہ گنائی۔ ان میں گیارہ رجال بخاری ہیں اور اخیر میں فرمایا: اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صدہا ہیں۔ (فتاوی رضویہ ج۲ ص ۲۰۵-۲۰۶)

تعصب و عناد اس کا نام ہے کہ احناف کی ضد میں صحیح احادیث پر بلا تکلف ایسی تنقیدیں کرتے گئے کہ بخاری و مسلم کی صدہا حدیثیں صاف ہوگئیں۔ اب اس کا فیصلہ انہیں بزرگوں کو کرنا ہے کہ وہ اپنے شیخ الکل کے ہاتھ کی صفائی تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

ذرھم فی خوضھم یلعبون

احوالِ واقعی:

یہ کئی جگہ بتا آیا ہوں کہ امام بخاری کا مقصد صرف صحیح احادیث کا جمع کرنا نہیں

بلکہ وہ جن عقائد و اعمال جن کو وہ حق مانتے تھے ان کا اثبات اور جسے غلط مانتے تھے ان کا رد بھی مقصود ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ یہی مقصود بالذات ہے اور احادیث کی تدوین ثانوی درجے میں ہے تو کوئی بیجا بات نہ ہوگی۔ اس پر دو بہت ٹھوس دلیلیں ہیں۔ ایک یہ کہ جب امام بخاری کو ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور صحیح بخاری میں بمشکل اڑھائی ہزار سے کچھ زائد احادیث ہیں تو اب سوال یہ ہے کہ آخر وجہ ترجیح کیا ہے؟ کیوں ان اڑھائی ہزار کو درج فرمایا اور ساڑھے ستانوے ہزار احادیث کو چھوڑ دیا؟ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ بقیہ ساڑھے ستانوے ہزار احادیث ان کے متخرجہ مسائل کے مطابق نہ تھیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے التزام تو اس کا کیا ہے کہ اس کتاب میں کوئی غیر صحیح حدیث نہیں لائیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تعلیقات میں بلا دھڑک ضعاف ذکر کرتے ہیں وہی باب کی تائید۔ جب تائید میں صحیح حدیث نہیں ملی تو ضعیف کو ذکر فرما دیا اگرچہ تعلیقاً ہی سہی۔

کہیں کہیں تو ابواب میں یہ بھی صنعت ہے کہ حدیث کا جو ٹکڑا لائے ہیں اس سے باب کی کوئی مطابقت نہیں مگر اسی حدیث کو اور کوئی محدث لایا ہے جو مفصل ہے۔ اس سے بخاری کے باب کی مطابقت ہوتی ہے۔ مثلاً امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے۔

طول الصلوۃ فی قیام اللیل — رات کی نماز میں قیام کو دراز کرنا

اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا قام للتہجد من اللیل یشوص فاہ بالسواک — نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے۔

(بخاری ج۱ ص۱۵۳)

یہ بھی تدلیس ہے کہ راوی اپنے شیخ کا وہ نام وہ کنیت وہ لقب وہ نسبت نہ ذکر کرے جس سے وہ مشہور ہے۔ (طبقات المدلسین و بخاری)

علاوہ ازیں، ابوعبداللہ بن ضدہ نے امام بخاری کو مدلس کہا۔ کیونکہ جب ان کا کسی سے سماع نہیں ہوتا تو قال فلاں کہتے ہیں اور سماع ہوتا ہے تو اگر چہ وہ موقوف مقطوع کچھ بھی خواہ ان کی شرط پر نہ ہو قال لنا فلاں کہتے ہیں۔

اگر چہ اتنی بات ہے کہ امام بخاری کی عظمت کے پیش نظر یہی کہیں گے کہ انہوں نے تدلیس کسی مصلحت کے پیش نظر کی ہے۔ جیسا کہ امام ذہلی کے بارے میں جو مصلحت تھی اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جامع صحیح بخاری کا ایک مجمل تعارف ہو گیا ان سب باتوں کو ذہن میں رکھئے گا تو آپ پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ صحیح بخاری کی جو بھی پذیرائی ہے وہ صرف ان احادیث کی وجہ سے ہے جو اس میں درج ہیں اور انہیں احادیث کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ بخاری اصح کتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی کل کی کل احادیث صحیح ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیگر کتب احادیث کی بہ نسبت بخاری میں ضعاف بہت کم ہیں۔ رہ گئے ابواب اور ابواب کی تائید میں خود امام بخاری کے ارشادات تو انکو نہ کسی نے اصح کہا ہے اور نہ ان کی پذیرائی ہے۔ ان ابواب پر پوری اُمت نے پوری گفتگو کی ہے۔ یہ ابواب نہ ارشادات رسول ہیں اور نہ شریعت کے اٹل قانون۔ وہ امام بخاری کے متخرجہ ہیں۔ اُمت کے ہر ذی علم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ امام بخاری کے استنباطات واستخراجات پر کلام کرے اور کرتے آئے ہیں یہی وجہ ہے کہ امام بخاری جن مسائل میں متفرد ہیں انکو تلقی بالقبول حاصل نہ ہو سکی۔

ایک ارشاد:

آج تحصیل علم میں کتنی کاہلی ہے۔ طلبہ کتنے آرام طلب ہیں۔ علماء کتنے سہل پسند ہیں وہ سب پر ظاہر ہے ہم اس سلسلے میں امام بخاری کا ایک ارشاد نقل کر دینا ضروری

سمجھتے ہیں شاید ہم کاہلوں کے لئے کچھ مہمیز کا کام کرے۔

تدریب الراوی وقسطلانی میں یہ مذکور ہے کہ قاضی ولید بن ابراہیم، ری کی قضاء پر فائز تھے ان کا بیان ہے کہ جب مجھے علم حدیث کا شوق ہوا تو امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض مدعا کیا تو فرمایا: اے بیٹے! کسی کام کو اس وقت تک شروع نہ کرو یہاں تک کہ اس کے حدود اور مقادیر کو نہ جان لو۔ میں نے عرض کیا! علم حدیث کے حدود و مقادیر کو بیان فرمائیں تو ارشاد فرمایا:

اعلم ان الرجل لا یصیر محدثا کاملا فی حدیثه الابعد ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مثل اربع فی اربع عندا ربع باربع علی اربع عن اربع لاربع وکل هذه الرباعیات لاتتم الاباربع مع اربع فاذا تمت له کلها هان علیه اربع وا بتلی باربع فاذا صبر علی ذلك اکرمه الله تعالی فی الدنیا باربع واثابه فی الأخرة باربع (قسطلانی ج ا ص ۱۶)

اس کا حاصل یہ ہے کہ بغیر بارہ رباعیات کے کوئی محدث کامل نہیں ہو سکتا ان بارہ رباعیات کے بعد اگر ایک اور رباعی پر صبر کرے گا تو اسے ایک رباعی دنیا میں اور ایک رباعی آخرت میں ملے گی۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر گھبرا گیا میں نے درخواست کی کہ اس کی شرح فرما دیں تو امام بخاری نے اس کی شرح یہ کی:

۱۔ ان یکتب اربعا، یعنی چار چیزیں لکھے، اول احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات اور ان کی تعداد، سوم تابعین کے احوال، چہارم، بعد کے علماء کے احوال اور ان کی تاریخ۔

۲۔ مع اربع، چار چیزوں کے ساتھ لکھے، اول، راویوں کے نام، دوم، ان کی کنیت، سوم، ان کی سکونت، چہارم، ان کی ولادت اور وفات کی تاریخ۔

۳۔ کاربع، چار کے مثل جیسے خطیب کے لئے اللہ کی حمد اور توسل کے ساتھ دعاء اور

سورتوں کے لئے بسم اللہ اور نماز کے لئے تکبیر لازم ہے اسی طرح راویوں کے نام کنیت، جائے سکونت ولادت ووفات کی تواریخ جاننی لازم ہے۔

۴- مثل اربع، چار کے مثل، اول، مسندات، دوم، مرسلات، سوم، موقوفات، چہارم، مقطوعات، ہر قسم کی احادیث کا جاننا ضروری ہے۔

۵- فی اربع، چار میں، اول، کم سنی، دوم، جوانی، سوم، ادھیڑ عمر میں، چہارم، بڑھاپے میں۔

۶- عند اربع، چار حالتوں میں، اول، عدیم الفرصتی، دوم، فرصت کے وقت، سوم، کشائش کے وقت، چہارم، تنگدستی کے وقت۔

۷- باربع، چار جگہوں میں، پہاڑ، سمندر، آبادی، جنگل۔

۸- علی اربع، چار چیزوں پر پتھروں پر، ٹھیکریوں پر، چمڑوں پر، ہڈیوں پر لکھے جب تک کاغذ میسر نہ ہو۔

۹- عن اربع، ان میں سے جو عمر میں بڑے ہوں جو ہم عمر ہوں، جو عمر میں کم ہوں، اپنے باب کی کتاب سے اگر یہ یقین ہے کہ یہ اس کے باپ ہی کی کتاب ہے۔

۱۰- لاربع، چار مقصد کے لئے، اللہ کی خوشنودی کے لئے، اس پر عمل کرنے کے لئے بشرطیکہ جو کتاب اللہ کے موافق ہو، اور طلب میں اسے پھیلانے کے لئے، تالیف کے لئے تاکہ اس کے بعد اس کا ذکر باقی رہے۔

یہ دس رباعیاں بغیران دو رباعیوں کے پوری نہ ہونگی وہ یہ ہیں۔

۱۱- الاباربع، بغیران چار چیزروں کے پوری نہ ہوں گی۔ لکھنے کا ڈھنگ، علم لغت، علم نحو، علم صرف۔

۱۲- مع اربع، ان چار چیزوں کے ساتھ جو عطائی ہیں۔ صحت، قدرت، شوق، قوت حافظہ۔

جب یہ اڑتالیس باتیں کسی کو نصیب ہو جائیں تو پھر چار چیزیں اس کی نظروں

میں لگ جاتی ہیں۔

۱۳- ہان علیہ اربع، بیوی، اولاد، مال، وطن۔

۱۴- وابتلی باربع، چار چیزوں میں آزمایا جاتا ہے، دشمنوں کے تیرونشتر، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کے طعن، علماء کے حسد سے۔

اور جب ان سب پر صبر کرے گا تو۔

۱۵- اکرمہ اللہ فی الدنیا اربع، اللہ عزوجل اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا۔ قناعت کی عزت، ہیبت، علم کی لذت اور حیاتِ ابد۔

۱۶- واثابہ فی الاخرۃ باربع، اور آخرت میں چار نعمتیں عطا فرمائے گا۔ اپنے متعلقین میں سے جسے چاہے اس کی شفاعت۔ عرش کے نیچے سایہ جس دن سوائے عرش کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر سے جسے چاہے گا پلائے گا۔ اعلیٰ علیین اور جنت میں انبیاء کرام کا جوار قدس عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: میں نے اپنے اساتذہ سے متفرق جو سنا تھا الفاظم کو بتادیا۔ اب تمہیں اختیار ہے علم حدیث حاصل کرو یا یہ ارادہ ترک کردو۔

قاضی ولید نے کہا! یہ سب سن کر مجھ پر ہول سوار ہوگیا۔ میں غور کرتا رہا مگر کچھ نہ بول سکا۔ ادب سے گردن جھکادی تو امام بخاری نے فرمایا: اگر ان مشقتوں کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہیں تو فقہ حاصل کرلو۔ اس لئے کہ گھر بیٹھ کر فقہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔ اس کے لئے لمبے لمبے سفر شہر شہر قریہ قریہ گھومنے اور سمندروں، دریاؤں کے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ فقہ بھی حدیث ہی کا ثمرہ ہے اور آخرت میں فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اور نہ فقیہ کی عزت محدث سے کم ہے۔ قاضی ولید کہتے ہیں کہ اب میں نے یہ سنا تو میں نے طلب حدیث کا ارادہ ختم کردیا اور فقہ حاصل کرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس میں آگے ہوگیا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں علم حدیث کی تحصیل کے لئے یہ بارہ

رباعیاں لابدی تھیں۔ مگر آج اگرچہ یہ بارہ رباعیاں ضروری نہیں مگر پھر بھی ان کی غالب اکثر ضروری ہیں۔ امام بخاری نے اپنے ذوق و وجدان کے مطابق علم فقہ کو حدیث سے بہت آسان بتایا مگر جو فقہ کی تحصیل میں قدم رکھ چکا ہے وہ جانتا ہے کہ فقہ کے لئے ان بارہ رباعیوں کے ساتھ اور بھی کتنی رباعیاں ضروری ہیں۔ اس لئے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کے علاوہ تین اور چیزوں پر بھی ہیں۔ کتاب اللہ، اجماع امت، قیاس۔

تو حدیث کے لئے یہ رباعیاں ضروری ہیں ہی کتاب اللہ کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے۔ اجماع اُمت کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟ قیاس کے لئے کتنی رباعیاں چاہئے؟ اگر ہر ایک کی رباعیوں کی تفصیل کی جائے تو ہر ایک کے لئے بارہ بارہ رباعیاں اور ضروری نکل آئیں گی۔

اس کو اب یوں سمجھئے کہ جب فقہ کی بنیاد چار چیزوں پر ہے ان میں ایک حدیث ہے تو علم حدیث، علم فقہ کا ایک چوتھائی ہوا۔ پھر یہ تو صرف حفظ حدیث کے لئے بارہ رباعیاں ہوئیں اور فقہ کے لئے صرف حفظ حدیث کافی نہیں۔ اس کے لئے احادیث سے متعلق کتنے علوم کی حاجت ہے وہ بہت تفصیل طلب ہے۔

اس لئے علم فقہ کو علم حدیث سے آسان کہنا اس بناء پر ہے کہ امام بخاری نے اس کی چاشنی نہیں چکھی تھی۔ مگر انکو بھی اخیر میں یہ کہنا پڑا کہ فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اس کی عزت محدث سے کم نہیں۔ آخر کیوں؟ خدا کے یہاں تو العطایا بقدر البلایا ہے۔

فقیہ اعظم ہند حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ

سابق صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارک پور (انڈیا)

ہر ایک عمل کی قبولیت کا دارومدار خلوص نیت پر ہے:

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر مسجد نبوی شریف کے منبر شریف پر لوگوں کے سامنے حدیث بیان کی جس کو حضرت علقمہ بن وقاص لیثی سے محمد بن ابراہیم تیمی نے سنا۔ انہوں نے یحیٰی بن سعید انصاری کو یہ حدیث سنائی، ان سے سفیان نے اور سفیان سے حمیدی نے روایت کی جس کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری شریف کی پہلی حدیث کے طور پر نقل فرمایا۔ بنا بریں میں نے بھی اس کتاب میں پہلا حوالہ اس حدیث کا دیا حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلٰى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ (حدیث نمبر ۱)

بے شک اعمال کا مدار نیات پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی، پس جس کا ہجرت کرنا دنیا (کا مال پانے) کیلئے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے ہوگا پس اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کا اس نے قصد کیا ہے۔

اس حدیث کے مختلف الفاظ

یاد رہے: یہ حدیث علاوہ ازیں بھی امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں چھ مقامات پہ درج فرمائی ہے اور بعض جگہ بعض الفاظ بھی مختلف ہیں مثلاً

حدیث نمبر ۵۴- میں ''ما نوی'' کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں

فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله

یعنی جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی پس اس کی ہجرت اللہ

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی ہے۔

انہی الفاظ کے ساتھ صاحب مشکوہ نے اس حدیث کو مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث کے طور پر لکھا ہے۔ صرف وانما لکل امری کی بجائے وانما لامری کے الفاظ ہیں جو کہ بخاری شریف ہی کے بعض نسخوں میں موجود ہیں۔

حدیث ۲۵۲۹، میں بجائے انما الاعمال بالنیات کے الاعمال بالنیة کے الفاظ ہیں (اس کی وجہ یہ لکھی گئی ہے کہ نیت کا محل چونکہ دل ہے اور وہ تو بنصِ قرآن ایک ہی ہے (ماجعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفه، اللہ نے کسی شخص کو بھی دو دل نہیں دیئے) لہٰذا محل کے اعتبار سے نیت کو مفرد لایا گیا۔ بخلاف اعمال کے فانها متعلقة بالجوارح فناسب جمعها، کیونکہ ان کا تعلق اعضاء سے ہے اور اعضاء بہت سے ہیں۔ لہٰذا اعمال بصیغۂ جمع ہی مناسب ہے) اور وانما لکل امری، وانما لامری کی بجائے ولامریٔ ہے۔

حدیث نمبر ۳۸۹۸، میں بھی الاعمال بالنیة کے الفاظ ہیں۔

حدیث نمبر ۵۰۷۰، میں اعمال اور نیات دونوں الفاظ بجائے جمع کے مفرد لائے گئے ہیں یعنی العمل بالنیة، عمل کا مدار نیت پر ہے اسی کے مطابق میں نے عنوان قائم کیا ہے اس طرح بخاری شریف میں حدیث نمبر ۶۶۸۹، بھی یہی ہے اور حدیث نمبر ۶۹۵۳ بھی یہی ہے مگر آخر الذکر حدیث کے شروع میں انما الاعمال بالنیات سے پہلے یا ایها الناس کے الفاظ ہیں تو صحیح بخاری میں کل سات مقامات پر یہ حدیث آئی ہے کیونکہ اس حدیث پر عمل کی قبولیت کا نیک نیتی کے ساتھ مشروط ہونا بیان ہوا ہے اس لئے بہت سے محدثین نے اپنی کتب کا آغاز اس حدیث سے فرمایا ہے تا کہ تائید الٰہی اور توفیق ربانی سے ان کا یہ نیک عمل بارگاہ صمدانی میں قبول ہو۔

اس حدیث کی اہمیت وافادیت

ابن مہدی الحافظ فرماتے ہیں۔ من اراد ان یصنف کتابا فلیبدأ بهذا

الحدیث، جو شخص بھی کتاب لکھنے کا ارادہ کرے وہ اپنی کتاب کا آغاز اسی حدیث سے کرے اور مزید فرمایا لو صنفت کتابا لبدأت فی کل باب منه بهذا الحدیث (اس) اگر میں کوئی کتاب لکھوں تو اس کتاب کے ہر باب کے شروع میں یہ حدیث ضرور لکھوں (تا کہ بارگاہِ رب العزت میں کتاب کا ہر باب شرف قبولیت حاصل کرلے) امام زرکشی فرماتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کا تعلق چونکہ ترجمة الباب کے ساتھ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو حکم دیا وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین کہ وہ خالص اس کی ہی عبادت کریں، لہٰذا ہر وہ شخص جو اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے اور مقصود اس سے رضا الٰہی ہو اس کے پیش نظر ہر وقت یہ حدیث رہنی چاہئے۔ خدانخواستہ محنت بھی کرے اور ذرا سا نیت میں فطور آجانے کی وجہ سے

کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے

حدیث گنجینۂ برکات ہے

امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث مقابلہ الجمع بالجمع کے قبیل سے ہے یعنی عمل کے ساتھ نیت کا ہونا ضروری ہے اور جس طرح اعمال کئی قسم کے ہیں اسی طرح ان کی نیت بھی کئی طرح کی ہوسکتی ہے۔ (مثلاً علماء فرماتے ہیں ایک بندہ گھر سے نکلتے ہوئے یہ نیت کرلے کہ بھوکا ملے گا تو اس کو کھانا کھلاؤں گا، پیاسا ملے گا تو اس کو پانی پلاؤں گا، ننگا ملے گا تو اس کو لباس پہناؤں گا وغیرہ وغیرہ اور اتفاق سے کوئی بھی شخص اس کو راستے میں ایسا نہیں مل سکا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر نیت پر اس کو ایک ایک ثواب عطا فرمائے گا نیة المؤمن خیر من عمله)

چونکہ یہ پہلا حوالہ ہے اور پھر حدیث بھی اس قدر جامع کہ ہر عمل کے ساتھ اس کا تعلق ہے اس لئے میں نے سوچا کہ تھوڑی سی وضاحت ہو جائے ورنہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ میرا ارادہ صرف حوالہ جات کی نشاندہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی نہ صرف

اس عمل میں بلکہ تمام اعمال میں خلوص نیت کے ساتھ نوازے نہ صرف مجھے بلکہ ہر مسلمان کو تاکہ ہر مسلمان کا ہر نیک عمل نیک نیتی کی بدولت بارگاہ ایزدی میں قبول ہو

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

حدیث شریف میں الاعمال، عمل کی جمع ہے اور یہ فعل کا مرادف ہے مگر جب یہ الفاظ مطلقاً بولے جاتے ہیں تو افعال سے مراد افعال جوارح (ظاہری اعضاء سے صادر ہونے والے کام) ہوتے ہیں اور اعمال اس سے عام ہیں یعنی افعال جوارح، افعال لسان اور افعال قلب سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ حاشیہ خیالی ملا عبدالحکیم میں ہے اور اس کی دلیل بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پھر عرض کیا گیا، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ اور پھر حج مقبول۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو تمام عبادات، محرمات، مکروہات اور مناجات اس میں آجاتے ہیں مگر یہاں مراد اعمال صالحہ ہیں یا زیادہ سے زیادہ مباحات بھی۔

نیت کس چیز کا نام ہے؟

نیت دل کے پختہ ارادے کو کہتے ہیں (لغۃً) اور عبادت کیلئے پختہ ارادے کو کہتے ہیں (شرعاً) جیسا کہ تلویح میں ہے۔ پھر عزم، قصد اور نیت میں فرق ہے کہ عزم وہ ارادہ ہے جو فعل پہ مقدم ہو، قصد اس ارادے کو کہا جاتا ہے جو فعل سے متصل ہو اور نیت وہ ارادہ ہے جو عمل سے ملا ہوا بھی ہو اور اس میں عمل کی غایت بھی ملحوظ ہو مثلاً ایک شخص نے حج کا ارادہ کیا تو سفر شروع کرنے تک عزم ہے سفر شروع ہونے کے بعد قصد ہو گیا اور اگر اس میں یہ بھی ملحوظ ہو کہ یہ سفر حج ہے تو یہ نیت ہے۔ محققین کے نزدیک نیت، عزم اور قصد تینوں میں ارادہ حادث مراد ہے اس لئے ان الفاظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہو سکتا۔ بخلاف ارادے کے یعنی اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پہ ہو سکتا ہے بلکہ بار بار

ارشاد ہے یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (البقرہ) انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس (الاحزاب) انما امره اذا اراد شیئا (یس)

مراۃ شرح مشکوۃ میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نیت ارادہ عمل کو بھی کہتے ہیں اور اخلاص کو بھی یعنی اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کا ارادہ اور مندرجہ بالا حدیث میں دوسرے معنی مراد ہیں یعنی اعمال کا اخلاص ثواب سے یعنی کوئی عمل بھی اخلاص کے بغیر قبول نہیں اور نہ اس پر ثواب ہے خواہ وہ عمل عبادت محض ہو جس طرح نماز روزہ یا عبادت غیر مقصودہ ہو جیسے وضو، غسل اور طہارت ثوب و مکان۔

اخلاص کی برکات

صوفیاء کرام فرماتے ہیں اخلاص ایسی نعمت ہے کہ اس کے بغیر عبادت بھی عادت بن جاتی ہے اور اس کی برکت سے (بظاہر) کفر شکر بن جاتا ہے اور معصیت اطاعت بن جاتی ہے۔ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق نے غار ثور میں سانپ کے منہ میں پاؤں دے دیا بظاہر خودکشی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ السلام کی نیند پہ عملاً نماز عصر چھوڑ دی مگر اخلاص و نیت خیر کی وجہ سے ان حضرات کے یہ کام باعث ثواب ہو گئے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک مستقل باب باندھا ہے من صلی وقدامه تنور او نار او شیء مما یعبد فاراد به وجه الله عزوجل، جو ایسی جگہ نماز ادا کرے جہاں آگے تنور یا آگ یا ایسی شے ہو جس کی عبادت کی جاتی ہے اگر اس کی نیت خالص ہے تو یہ اللہ ہی کی عبادت قرار پائے گی۔ اور پھر اس کے تحت دو احادیث لائے ہیں ایک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

عرضت علی النار وانا اصلی (بخاری ج ۱ ص ۶۱)

مجھ پہ آگ پیش کی گئی جبکہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔

اور دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سورج گرہن لگا تو حضور علیہ السلام نے نماز پڑھائی پھر فرمایا:

اریت النار فلم ار منظرا کالیوم قط افظع (ایضا)

مجھے آگ دکھائی گئی اور آج کے دن سے زیادہ ڈراؤنا منظر میں نے کبھی نہ دیکھا۔

یاد رہے! سامنے آگ ہو تو نماز مکروہ اس وقت ہوگی جب کہ آگ آپ کے اختیار میں ہو اور اگر بغیر اختیار کے ہو تو کراہت نہیں ہے کیونکہ اس وقت کراہت کی علت موجبہ نہیں پائی گئی اور جب ارادہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہو اور کوئی شے سامنے آجائے تو مضر نہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام کے سامنے دوزخ آگئی لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی ضرر نہ دے سکی۔

اس حدیث کے بارے میں اختلاف کا خلاصہ

امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا! وضو میں نیت شرط ہے کیونکہ الاعمال پہ الف لام استغراقی ہے اور مراد اس سے عبادات ہیں خواہ مقصودہ ہوں یا غیر مقصودہ اور الف لام جنسی بھی ہو تو کلمہ حصر انما موجود ہے نیز مسند الیہ کا معرفہ ہونا بھی مفید حصر ہے اور اگر ایک فرد بھی خارج مانیں تو حصر برقرار نہیں رہے گا۔ پھر الاعمال کا مضاف تو بالاتفاق محذوف ہے مگر کوئی خاص لفظ مراد نہیں کہ ثواب الاعمال ہی مانا جائے بلکہ وجود، حصول وغیرہ کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بالاتفاق اذان، قرأت اور ذکر وغیرہ بغیر نیت کے موجود ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا کسی عمل کا صحیح ہونا اور بات ہے اور اس کا عبادت ہونا دوسری بات ہے۔ دیکھو نکاح اگر بلا نیت طاعت کیا تو عبادت اگرچہ نہ ہوا مگر شرعاً صحیح تو ہو گیا۔

دیکھو! پانی سے ناپاک کپڑا یا برتن یا بدن پاک کرتے ہوئے طہارت کی نیت نہ بھی کرو تو کپڑا، بدن اور برتن بالاتفاق پاک ہو جاتے ہیں۔ (کمانی الحسامی۔ باب القیاس)

لہٰذا امام شافعی علیہ الرحمۃ کے استدلال سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ بغیر نیت کے وضو عبادت نہ بن سکا تو ٹھیک ہے ذریعہ عبادت تو ہے جس طرح بغیر نیت طاعت مسجد کی طرف چلنا عبادت نہ سہی مگر ذریعہ عبادت تو ہو گیا۔ دیکھو اس حدیث کے اگلے حصہ میں حضور علیہ السلام نے بلا نیت طاعت صرف حصولِ دنیا یا حصول عورت کے لئے ہجرت کرنے والے کی ہجرت کو ہجرت قرار دیا ہے۔ (فهجرته الى ماهاجر اليه) اور ان کو ادائے فرض سے بری الذمہ مانا ورنہ لازم آئے گا کہ صحابی تارک فرض ہو کر فاسق ٹھہرے کیونکہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی۔ لہٰذا حدیث کے اول و آخر کو تعارض سے بچانے کے لئے الاعمال سے پہلے ثواب کے لفظ کو محذوف ماننا پڑے گا کیونکہ شوافع بھی مانتے ہیں کہ اعمال سے مراد عبادات ہیں۔ نیت سے مراد ارادۂ طاعت ہے۔ یہاں حذف مضاف ہے اور یہ کہ مضاف ضرورتاً محذوف مانا گیا ہے لہٰذا جو چیز ضرورتاً محذوف مانی جاتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی مانی جائے گی ورنہ مفاسد کا دروازہ کھل جائے گا اور پھر اس کے حذف پر قرینہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ خواہ وہ قرینہ عقلی ہو، لفظی ہو یا معنوی اور تمام اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی عبادت کا ثواب بغیر نیت کے نہیں ہے۔

مومن کی نیت اس کے ارادے سے بہتر ہے

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ (اعمال لکھنے والے فرشتوں سے) ارشاد فرماتا ہے:

اذاهم عبدى بسيئة فلا تكتبوها واذاهم بحسنة فلم يعملها فاكتبوها حسنة فان عملها فاكتبوها عشرا (متفق علیہ) اس مفہوم کی ایک حدیث نمبر ۶۴۹۱ بھی ہے۔

(اے فرشتو!) جب میرا بندہ برائی کا ارادہ کرے تو (اس کے نامۂ اعمال میں برائی) نہ لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے اور نیکی نہیں کی پھر بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر

نیکی کرلے تو دس نیکیاں لکھو (من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها) چنانچہ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو مسلمان اپنی مجبوریوں کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے ان کو ان کی بچی نیت ہی کی بناء پر ثواب میں شامل کیا گیا۔

غزوہ بدر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے لیکن نہ صرف ثواب میں بلکہ مال غنیمت میں بھی برابر کے حصہ دار تھے۔اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا۔

نیة المؤمن خیر من عمله (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۵۹۴۲ ج ۶ ص ۱۸۵) مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (کیونکہ نیت پہ ثواب) بلاشرط ہے اور عمل پہ بشرط نیت ہے نیز نیت میں مشقت نہیں اور عمل میں مشقت ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اس حدیث کو باب بدء الوحی میں کیوں لائے ہیں حالانکہ اس حدیث کا اس باب سے بظاہر کوئی تعلق نہیں ہے تو اس کا جواب ابن رشد نے یہ دیا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس تالیف میں ان کی نیت خالص ہے۔صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کتاب لکھ رہے ہیں کوئی دنیوی امور پیش نظر نہیں ہیں۔ چنانچہ شرق و غرب میں اس کتاب کا مقبول ہونا امام بخاری کے خلوص نیت کی کافی دلیل ہے۔

دین کی بنیاد چار احادیث پہ ہے

علماء فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص صرف چار احادیث پہ عمل پیرا ہونے کو اپنے اوپر لازم کرلے تو اس کے لئے یہی کافی ہے ایک تو یہی حدیث دوسری وہ جس میں فرمایا گیا الحلال بین والحرام بین و بینهما مشتبهات لایعلمهن کثیر من الناس...... متفق علیہ۔ مشکوٰۃ ص ۲۴۱)

حرام و حلال واضح ہے اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے .... تیسری من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه، انسان

کے اسلام کی خوبی میں سے یہ بھی ہے کہ ہر بے مقصد بات اور فضول کام کو ترک کر دے اور چوتھی یہ کہ مومن اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنی ذات کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے دوسرے مومن بھائی کے لئے پسند کرتا ہے۔

اس پہ ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

عمدة الدین عندنا کلمات — اربع من کلام خیر البریة

اتق الشبهات وازهد ودع ما — لیس یعنسیك واعمل بنیة

یعنی ہمارے ہاں عمدہ دین حضور علیہ السلام کے چار ارشادات ہیں۔

۱-مشتبہ چیز سے بچو،۲-تھوڑی شے پر اکتفاء کرو،۳- بے مقصد کام کو چھوڑ دو، ۴-نیت سے کام کرو۔

یہاں پر حرف آخر کے طور پہ یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی عمل میں ابتداءً نیت نیک تھی بعد میں کوئی ایسی بات شامل ہوگئی جو اخلاص کے منافی ہے تو اعتبار ابتداء کا ہی ہوگا اور عامل کو بدستور ثواب ملے گا۔ الغرض جیسا کہ کہا گیا

هذا الحدیث اصل عظیم من اصول الدین،

یہ حدیث اصول دین کی عظیم بنیاد ہے۔

(وحی کی تعریف اور اس کی اقسام ص ۲ حاشیہ نمبر ۳ پہ عینی کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں)

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضور علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ غار حراء میں پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ گھبراہٹ سی طاری ہوگئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے جن الفاظ سے آپ کو تسلی دی ان میں حضور علیہ السلام کا مشکل کشا و مددگار ہونا بایں الفاظ بیان کیا۔

وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (حدیث نمبر ۳)

''اور آپ حق کی راہ میں پیش آنے والے مصائب پہ مدد فرماتے ہیں''

یہی تو مشکل کشائی ہے، ظلم پہ ظالم کی مدد کرنا تو خود ظلم ہے، اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہے جبکہ مظلوم کی مدد کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اگر اللہ کے علاوہ کسی کی مدد شرک ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ خود شرک کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ معاذ اللہ

وتعاونوا علی البر والتقویٰ (المائدہ)

اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

باقی رہی ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کی اصطلاح تو یہ خانہ ساز ہے۔ شرک شرک ہی ہے چاہے کسی حالت میں ہو۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو حضور علیہ السلام سے جنت میں رفاقت مانگی اور عرض کیا! اسئلك مرافقتك فی الجنة، میں آپ سے مانگتا ہوں جنت میں آپ کی رفاقت، کیا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آقا علیہ السلام سے مافوق الاسباب چیز نہیں مانگ رہے اور آقا علیہ السلام اپنے غلام کو منع نہیں فرما رہے کہ مجھ سے مانگنے کی بجائے خدا سے کیوں نہیں مانگتے جس سے خود میں بھی مانگتا ہوں بلکہ فرمایا: یہ جو تو نے مانگا تجھے مل گیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی مانگنا ہے تو مانگ لو

؎ منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

(حضور علیہ السلام کی سخاوت پہ اس سے اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں جس کے آخری الفاظ اس طرح ہیں، فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلة، حضور علیہ السلام اجود الناس یعنی سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت میں کھلی تیز ہوا سے عموم نفع میں زیادہ سخی تھے یعنی جس طرح تیز ہوا ہر جگہ پہنچ کر فیض پہنچاتی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کی سخاوت کا فیض بھی ہر جگہ پہنچتا بلکہ تیز ہوا سے بھی زیادہ یعنی کوئی بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے محروم نہ رہتا)

معلوم ہوا! صحابی کا عقیدہ اور ہے وہابی کا عقیدہ اور ہے، صحابی نبی علیہ السلام سے مانگنا خدا ہی سے مانگنا سمجھتا ہے۔ یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا اور وہابی نبی علیہ السلام سے مانگنے کو شرک سمجھتا ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو خود حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابی اس شرک سے کس طرح بچیں گے۔ لہٰذا اس عقیدے سے توبہ ہی بھلی جو امام الموحدین علیہ السلام کو بھی شرک کی زد میں لائے بلکہ اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(ایمان میں کمی زیادتی کی بحث ص ۵ ج ۱ حاشیہ نمبر ۱۴ پہ ملاحظہ ہو)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی حکم دیتے تو انہی کاموں کا حکم دیتے جنکی ان میں طاقت ہوتی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کرتے۔

اِنَّا لَسْنَا كَهَيْئَتِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (حدیث نمبر ۲۰)

اے ہمارے آقا! ہم آپ کی طرح تو نہیں ہو سکتے ناں۔

اس پر کبھی بھی حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں فرمایا کہ قرآن تو کہتا ہے انما انا بشر مثلکم، اور تم کہتے ہو کہ تم میری مثل نہیں ہو نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اس آیت کا حوالہ دے کر وہ باتیں کیں جو ہمارے اس دور میں بعض نام نہاد توحید پرست کرتے ہیں۔ معلوم ہوا! صحابہ کا عقیدہ وہی تھا جو آج عاشقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

؎ شاہ بطحا کی مدح سرائی اہل سنت کے حصے میں آئی
بگڑی آقا نے سب کی بنائی اپنی قسمت جگائے ہوئے ہیں

منافق کون ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہی تو مشکل کشائی ہے، ظلم پہ ظالم کی مدد کرنا تو خود ظلم ہے، اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں ہے جبکہ مظلوم کی مدد کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اگر اللہ کے علاوہ کسی کی مدد شرک ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ خود شرک کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ معاذ اللہ

وتعاونوا علی البر والتقویٰ (المائدہ)

اور نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔

باقی رہی ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب کی اصطلاح تو یہ خانہ ساز ہے۔ شرک شرک ہی ہے چاہے کسی حالت میں ہو۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو حضور علیہ السلام سے جنت میں رفاقت مانگی اور عرض کیا! اسئلك مرافقتك فی الجنة، میں آپ سے مانگتا ہوں جنت میں آپ کی رفاقت، کیا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آقا علیہ السلام سے مافوق الاسباب چیز نہیں مانگ رہے اور آقا علیہ السلام اپنے غلام کو منع نہیں فرما رہے کہ مجھ سے مانگنے کی بجائے خدا سے کیوں نہیں مانگتے جس سے خود میں بھی مانگتا ہوں بلکہ فرمایا: یہ جو تو نے مانگا تجھے مل گیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی مانگنا ہے تو مانگ لو

منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

(حضور علیہ السلام کی سخاوت پہ اس سے اگلی حدیث ملاحظہ فرمائیں جس کے آخری الفاظ اس طرح ہیں، فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلة، حضور علیہ السلام اجود الناس یعنی سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت میں کھلی تیز ہوا سے عموم نفع میں زیادہ سخی تھے یعنی جس طرح تیز ہوا ہر جگہ پہنچ کر فیض پہنچاتی ہے اسی طرح حضور علیہ السلام کی سخاوت کا فیض بھی ہر جگہ پہنچتا بلکہ تیز ہوا سے بھی زیادہ یعنی کوئی بھی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے محروم نہ رہتا)

معلوم ہوا! صحابی کا عقیدہ اور ہے وہابی کا عقیدہ اور ہے، صحابی نبی علیہ السلام سے مانگنا خدا ہی سے مانگنا سمجھتا ہے۔ یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا اور وہابی نبی علیہ السلام سے مانگنے کو شرک سمجھتا ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو خود حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابی اس شرک سے کس طرح بچیں گے۔ لہٰذا اس عقیدے سے توبہ ہی بھلی جو امام الموحدین علیہ السلام کو بھی شرک کی زد میں لائے بلکہ اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے (ایمان میں کمی زیادتی کی بحث ص ۵ ج ۱ حاشیہ نمبر ۴ پہ ملاحظہ ہو)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی حکم دیتے تو انہی کاموں کا حکم دیتے جنکی ان میں طاقت ہوتی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ السلام کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کرتے۔

اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (حدیث نمبر ۲۰)

اے ہمارے آقا! ہم آپ کی طرح تو نہیں ہو سکتے ناں۔

اس پر کبھی بھی حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں فرمایا کہ قرآن تو کہتا ہے انما انا بشر مثلکم، اور تم کہتے ہو کہ تم میری مثل نہیں ہو نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اس آیت کا حوالہ دے کر وہ باتیں کیں جو ہمارے اس دور میں بعض نام نہاد توحید پرست کرتے ہیں۔ معلوم ہوا! صحابہ کا عقیدہ وہی تھا جو آج عاشقان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

شاہ بطحا کی مدح سرائی اہل سنت کے حصے میں آئی
بگڑی آقا نے سب کی بنائی اپنی قسمت جگائے ہوئے ہیں

منافق کون ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے منافق کی چار علامتیں ارشاد فرمائیں اور فرمایا: ان چار میں سے جس کے اندر ایک علامت ہوگی اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ اس کو ترک کر دے اور وہ چار خصلتیں یہ ہیں۔

۱- اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۲- اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ، جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳- اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ، جب عہد معاہدہ کرے تو دغا بازی کرے۔

۴- اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، جب جھگڑا کرے تو گالی بکے۔ (حدیث نمبر ۳۴)

نفاق کی اور بھی کئی علامات ہیں مثلاً انصار سے بغض رکھنے کو نفاق کی علامت قرار دیا۔ جس نے جہاد نہ کیا اور نہ کبھی جہاد کا شوق دل میں رکھا اور اس حالت میں مرگیا۔ نماز میں سستی کرنا، نماز کو مکروہ وقت میں پڑھنے کی عادت بنالینا، اذان کے بعد بغیر نماز پڑھے (بلاضرورت جب کہ واپس آنے کی نیت نہ ہو) مسجد سے چلے جانا وغیرہ۔

یاد رہے! جو منافق ہوگا اس میں یہ علامات ضرور ہوں گی لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس میں یہ علامات ہوں وہ منافق ہی ہو جس طرح کہ کفار و مشرکین۔ لہٰذا اگر کسی مسلمان میں یہ علامات پائی جائیں تو اس کو (حتمی یقینی) منافق تو نہیں کہیں گے۔ ہاں البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مسلمان میں نفاق کی فلاں علامت ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں نفاق کی دو قسمیں ہیں، ۱- نفاق فی الاعتقاد یعنی زبان سے اپنے آپ کو مسلمان کہنا اور دل میں کفر رکھنا، ۲- نفاق فی العمل یعنی منافق جیسے کام کرنا جو کہ اہل ایمان کے شایان شان نہیں ہیں۔ پہلی قسم کو نفاق شرعی اور دوسری کو نفاق عرفی بھی کہا جاسکتا ہے یہ بھی یاد رہے کہ کذب فساد قولی ہے۔ خیانت فساد عملی ہے اور وعدہ خلافی فساد نیت ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۳۳ میں انہی تین کو منافق کی نشانیاں قرار دیا گیا ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صحیح بخاری میں حضرت ابن ابی ملیکہ (مشہور تابعی) کا

[illegible] کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

ادرکت ثلثین من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلھم یخافون النفاق علی نفسہ ما منھم احد یقول انہ علی ایمان جبرائیل و میکائیل

میں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسا پایا (خوف خدا یا تواضع کی وجہ سے) ہر ایک اپنے آپ پر نفاق کا خطرہ محسوس کرتا تھا اور کوئی بھی ان میں سے یہ نہ کہتا کہ میرا ایمان جبریل اور میکائیل علیہما السلام جیسا ہے۔

اور حضرت حسن بصری سے منقول ہے:

ما خافہ الا مؤمن ولا امنہ الا منافق (بخاری ج ۱ ص ۱۲).

نفاق سے مومن ہی ڈرتا ہے اور منافق اس سے بے خوف ہوتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک منافق کی ایک موٹی سی علامت یہ تھی کہ وہ شخص منافق ہے۔ لایحب اللہ ورسولہ، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہ کرتا ہو۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ حدیث نمبر ۱۱۸۶)

تمنائے شہادت:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں صرف جہاد کے لئے نکلا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پہ ہے کہ یا اس کو ثواب دے یا مال غنیمت پائے اور یا شہادت کے ذریعے اس کو جنت میں داخل کرے اور اگر میں اپنی اُمت پر مشقت نہ سمجھتا تو کسی چھوٹے سے لشکر کے بھی پیچھے نہ رہتا۔

وَلَوَدِدْتُ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ (۳۶)

میں اس بات سے محبت کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں۔

زیادہ نفلی عبادت کر کے اپنے آپ کو نہ تھکاؤ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام ان کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے اس عورت کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا! یہ فلاں عورت ہے اور اس کی (نفلی) نماز کا ذکر کیا (کہ ساری رات نوافل میں گزارتی ہے) اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:

مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ فَوَاللهِ لَا يَمَلُّ اللهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ (حدیث نمبر ۴۳)

''چھوڑ! اتنا ہی عمل کرو جس کی تم لوگ طاقت رکھتے ہو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نہیں تھکے گا تم لوگ تھک جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ (اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ عمل زیادہ پسند ہے جس کا کرنے والا اس عمل پر ہیشگی کرے''۔

ثابت ہوا کہ مستحبات ونوافل پہ پابندی کرنا اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کو پسند ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پابندی کرنے والا ان چیزوں کو فرض و واجب سمجھ کر پابندی کر رہا ہے بلکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ عمل پسندیدہ تر بنانے کے لئے پابندی کر رہا ہو۔ لہٰذا ختم درود، میلاد و فاتحہ اور عرس وغیرہ امور مستحبہ پر ہیشگی کرنے سے یہ امور ناجائز نہیں ہوجاتے بلکہ پسندیدہ تر ہوجاتے ہیں۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے لبس الفراء کے باب میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جس کو اس نے اپنی کتاب میں حرام کیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ نہ تو واجب ہے اور نہ ہی حرام اور اس کا کرنا مباح ہے۔

تو اگر مذکورہ امور کو صرف نئے ہونے کی وجہ سے بدعت مذمومہ میں شامل کرو

[illegible] نماز تراویح باجماعت اور جمعہ کی اذان ثانی کو کیا کہو گے لہٰذا ماننا پڑے گا من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعد من غیر ان ینقص من اجورهم شیء (مشکوۃ صفحہ ۳۳ بحوالہ مسلم) جو اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے گا اس کو طریقہ رائج کرنے کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے لوگ بعد میں اس طریقے پر عمل کریں گے ان کے ثواب میں کمی کئے بغیر ان کے برابر اس رائج کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔

امام حافظ ابومحمد المعروف ابوشامہ اپنی کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث اس بدعت کی تقسیم حسنہ وسیئہ کی طرف کر کے لکھتے ہیں ''ہمارے زمانے میں بہترین وہ عمل ہر سال حضور علیہ السلام کا جشن ولادت منانا ہے اور اس دن لوگوں کا خوشی و مسرت کا اظہار کرنا صدقہ وخیرات کرنا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وتعظیم کا اظہار ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت مستقر ہوتی ہے۔

اور پھر محفل میلاد میں آنا تو اور بھی سعادت کی بات ہے کہ سرکار کی محفل ہے

؎ محبوب کی محفل کو محبوب سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں

آیت کے نزول پر عید منانا:

ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المومنین آپ کی کتاب (قرآن مجید) میں ایک ایسی آیت ہے جسے تم پڑھتے ہو اگر وہ آیت ہم یہودیوں پہ نازل ہوتی تو ہم اس آیت کے نزول کے دن کو بطور عید مناتے۔ فرمایا: وہ کون سی آیت ہے اس نے کہا: الیوم اکملت لکم دینکم ..... حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ (حدیث نمبر ۴۵)

ہم اس دن کو اور اس مقام کو بھی پہچانتے ہیں جس میں یہ آیت ہمارے آقا علیہ السلام پر نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن عرفات میں تشریف فرما تھے اور وہ جمعہ کا دن تھا (اور یہ دونوں دن ہمارے لئے عید کے حیثیت رکھتے ہیں یہی کچھ نسائی کی حدیث لاتخذناه عیدًا کے تحت ماذکر فی یوم عرفة میں علامہ سندھی نے ذکر کیا کہ مراد یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور اللہ نے ہمارے لئے اس دن دو عیدوں کو جمع کر دیا ایک جمعہ کی عید اور دوسری عرفہ کی)

معلوم ہوا! جس دن کوئی نعمت ملے اس دن کو بطور عید منایا جا سکتا ہے ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس یہودی کو فرما دیتے کہ یہ تمہارا دین ہوگا کہ آیت کے نزول پہ عید مناؤ ہم تو اس کو جائز نہیں سمجھتے بلکہ فرماتے ہم تو صرف دو عیدوں کے قائل ہیں۔ منکرین بھی جانتے ہیں کہ عید میلاد ان دو عیدوں کی طرح نہیں نہ اس میں عید الفطر کی طرح نماز نہ عید الاضحیٰ کی طرح قربانی بلکہ صرف خوشی کا دن ہونے کی وجہ سے اس کو عید کہا جاتا ہے' جب ایک آیت کے نزول پہ دو عیدیں ہیں تو محبوبِ خدا کی آمد پہ کیوں نہ عید منائی جائے۔ جن پہ پورا قرآن اترا ہے۔

عید نبوی کا زمانہ آگیا — لب پہ خوشیوں کا ترانہ آگیا
پرچم دین نبی ہے سربلند — کفر کو گردن جھکانا آگیا
ہر ستارے میں بڑھی ہے روشنی — ہر کلی کو مسکرانا آگیا
میرے ہونٹوں پر ہے نعت مصطفیٰ — ہاتھ بخشش کا بہانہ آگیا

(حدیث احسان کا حوالہ بخاری شریف، ص ۱۲، الدین النصیحہ ص ۱۳- النصیحہ کلمۃ جامعۃ معناھا خیار الخیر للمنصوح لہ حاشیہ نمبر ۹ ص ۱۳)

بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے پر بھی ثواب ہے:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِي فَمِ امْرَأَتِكَ (حدیث نمبر ۵۶)

تو بھی تو خرچ کرے جبکہ تیری نیت رضا الٰہی ہو تو تجھے اس پر اجر ملے گا یہاں تک کہ اپنی بیوی کے منہ میں جو تو لقمہ ڈالتا ہے۔ (اس سے اوپر والی حدیث میں ہے)

اذا انفق الرجل علی اهله یحتسبها فهی له صدقة

جب کوئی شخص اپنے گھر والوں پہ ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس پر اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کے ہاتھ پہ کئی طرح کی بیعت کرتے:

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (حدیث نمبر ۵۷)

میں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پہ نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کی بیعت کی۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پہ بیعت کی اور پھر ایک درخت کے سائے میں چلا گیا جب رش کم ہوا تو آپ نے فرمایا اے سلمہ کیا بیعت نہیں کرے گا؟ میں نے عرض کیا حضورا! میں نے بیعت کر لی ہے فرمایا: اور کر لے، فبایعتہ الثانیۃ، پس میں نے دوبارہ بیعت کی۔ راوی (یزید بن ابی عبید) کہتے ہیں میں نے کہا تم نے کس چیز پر بیعت کی تو انہوں نے فرمایا: علی الموت موت پر۔ (بخاری ص ۴۱۵)

معلوم ہوا! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی حضور علیہ

السلام کے ہاتھ پہ کئی طرح کی بیعت کی لہٰذا یہ کہنا کہ بیعت طریقت کا کوئی ثبوت نہیں ہے یہی تو بیعت طریقت ہے جس میں مرشد اپنے مرید کو انہی باتوں کی تاکید کرتا ہے۔

(وقال عبادة بايعنا النبي على ان لاننتهب (بخاری ج۱ ص۳۳۶)) عبادہ نے فرمایا ہم نے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم کسی کا مال نہیں لوٹیں گے)

وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا:

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ اچانک تین شخص آئے ان میں سے دو تو حضور علیہ السلام کے سامنے آگئے اور ایک چلا گیا۔ حضرت ابوواقد فرماتے ہیں: وہ دونوں حضور علیہ السلام کے پاس کھڑے رہے پھر ان میں سے ایک نے حلقہ میں خالی جگہ دیکھی تو وہ وہاں بیٹھ گیا جبکہ دوسرا حلقہ کے آخر میں جا بیٹھا۔ جب حضور علیہ السلام (موضوع سے متعلقہ گفتگو سے) فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں تمہیں تین شخصوں کا حال نہ سناؤں

اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰ فَاسْتَحْيَ اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ

(حدیث نمبر ۶۶)

ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی پس اللہ نے اس کو پناہ دے دی، دوسرا شرما گیا اللہ نے بھی اس سے حیا کی، تیسرے نے منہ موڑ لیا تو اللہ نے بھی اس سے اعراض کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا! حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں آنا اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا ہے۔ حضور علیہ السلام کا قرب قرب الٰہی ہے اور آپ کی بارگاہ سے پھرنے والا رب کی بارگاہ سے دور ہونے والا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے

؎ وہ کہ اس در کا ہوا خلق خدا اس کی ہوئی
وہ کہ اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
کافر ان سے کیا پھرا اللہ اس سے پھر گیا

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں: انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (حجۃ الوداع کے موقع پہ) اونٹ پہ جلوہ گر (ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے) تھے ایک صحابی نے اونٹ کی مہار یعنی نکیل تھامی ہوئی تھی۔ پھر حضور علیہ السلام نے پوچھا: ای یوم ھذا، آج کون سا دن ہے؟ ہم خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ حضور علیہ السلام اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے ہاں میں جواب دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ای شھر ھذا؟ یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم پھر خاموش ہو رہے اور گمان کیا کہ آپ اس مہینے کا نام بدل دیں گے، تب آپ نے فرمایا: کیا ذی الحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ نے فرمایا:

فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَاِنَّ الشَّاهِدَ عَسٰى اَنْ يُّبَلِّغَ مَنْ هُوَ اَوْعٰى لَهٗ مِنْهُ

(حدیث نمبر ۶۷)

بے شک تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزت ایک دوسرے پر ایسے ہی حرام ہے جیسے تمہارے اس دن کی حرمت، تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر کے اندر چاہئے کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک (میرا یہ ارشاد) پہنچا دے ہو سکتا ہے حاضر کی نسبت غائب زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔ بخاری شریف کے بعض مقامات (کتاب الحج، کتاب الاضاحی) میں بجائے دو کے تین سوال ہیں اور تیسرا یہ ہے۔ ای بلد ھذا؟ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا شہر ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آخر میں فی بلدکم هذا فرمایا: اتنا اور بھی اضافہ ہے کہ تم بہت جلد اپنے رب سے ملنے والے ہو وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو پھر فرمایا: سنو! کیا میں نے پہنچا دیا (دو مرتبہ فرمایا) لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں، فرمایا: اے میرے اللہ تو بھی گواہ ہو جا۔

شاہد کا معنیٰ حاضر و ناظر

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا! شاہد کا معنیٰ حاضر ہے (اس کے علاوہ اور کوئی معنیٰ یہاں بن ہی نہیں سکتا) اور حاضر اگر اندھا نہیں ہے تو ناظر بھی ہے لہٰذا آیت کریمہ یا ایھا النبی انا ارسلنك شاهدًا، سے حضور علیہ السلام کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا۔ دوسرا اس حدیث سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بارگاہِ رسالت مآب علیہ السلام کا ادب و احترام سامنے آتا ہے کہ باوجودیکہ سب جانتے تھے کہ یہ حج کا دن ہے، ذی الحجہ کا مہینہ ہے، شہر مکہ ہے لیکن کوئی ایک بھی تو نہیں عرض کر رہا کہ حضور! یہ تین سوال بھی کوئی اتنے مشکل ہیں جو آپ ہم سے پوچھ رہے ہیں، ہم حج کرنے کے لئے آئے ہیں اور حج مکہ شہر میں ہی ہوتا ہے اور آپ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ بھلا اس میں پوچھنے والی کون سی بات ہے کیونکہ ان کے لئے یہ ہی بڑی بات ہے

مقام وجد ہے اے دل کہ کوئے یار میں پہنچے
بڑے دربار میں آئے بڑی سرکار میں پہنچے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جذبۂ تبلیغ:

چونکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مال جمع کرنے کے بارے میں اپنا ایک خاص مؤقف رکھتے تھے اور ان کا یہ مؤقف قرآنی آیت ان الذین یکنزون الذهب، التوبہ سے مستنبط تھا تو اس طرح دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ان کا اختلاف رہتا تھا چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں اس بارے میں

فتویٰ دینے سے روک دیا گیا۔ صحیح بخاری کا مندرجہ ذیل واقعہ جمرہ وسطیٰ کے پاس پیش آیا آپ لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے اور مسائل پوچھ رہے تھے تو ایک قریشی نے آکر کہا آپ کو تو فتویٰ دینے سے روکا گیا ہے، اس پر آپ نے فرمایا:

لَوْ وَضَعْتُمُ الصَّمْصَامَةَ عَلٰى هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ ظَنَنْتُ اَنِّیْ اُنْفِذُ كَلِمَةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ تُجِيْزُوْا عَلَیَّ لَاَنْفَذْتُهَا، (ترجمة الباب نمبر ۱۰، العلم قبل القول والعمل)

اگر تم تیز تلوار بھی میری گدی پہ رکھ دو پھر مجھے یہ گمان ہو کہ تلوار کے کام کرنے سے پہلے وہ ایک کلمہ جو میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہہ سکوں گا تو بھی ضرور کہہ کر رہوں گا

حلق پہ تیغ رہے سینے پہ جلاد رہے
لب پہ تیرا نام رہے دل میں تیری آس رہے

اصل میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی تھا:

من سئل عن علم فكتمه الجم يوم القيمة بلجام من النار

جس سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو چھپائے تو اس کو قیامت کے دن آگ کی لگام لگائی جائے گی۔ اسی طرح ایک حدیث میں حق چھپانے والے کو گونگا شیطان کہا گیا۔ باقی رہا اطاعت امیر کا معاملہ تو وہ معصیت میں نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ بالصواب

يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے میری اُمت کے مبلغین! تم لوگوں پر) آسانی پیدا کرو سختی نہ کرو اور (انہیں) خوشخبریاں سناؤ نفرت مت دلاؤ۔

چنانچہ اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے

وعظ کے لئے ہفتے میں صرف ایک دن (جمعرات کا) مقرر کر رکھا تھا بعض لوگوں نے کہا: آپ روزانہ ہمیں وعظ فرمایا کریں، آپ نے جواب دیا صرف اس وجہ سے روزانہ وعظ نہیں کرتا کہ کہیں تم اکتا نہ جاؤ لہٰذا میں تمہاری فرصت ونشاط کا ایسے ہی خیال رکھتا ہوں جیسے حضور علیہ السلام ہمارا خیال رکھتے تھے۔ معلوم ہوا! اچھے کام کے لئے دن مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ہر وقت وعظ ونصیحت کی محفلیں جمائے رکھنا اور لوگوں کو خوف وعذاب کے واقعات سنا سنا کر ڈراتے رہنا اس میں ضرور حرج ہے (والحرج مدفوع بالنص) کبھی کبھی رُخ والضحیٰ، زلفِ دوتا اور شفاعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی ضرور ہونا چاہئے۔

ے دو عالم بکا کل گرفتار داری
بہر مو ہزاراں گناہ گارداری

ے زلفاں تیریاں روز قیامت ایسی عظمت پاؤن
اک اک والوں لکھ لکھ عاصی جنت اندر جاؤن

تاہم جہاں صرف بشارتوں سے لوگوں کی طرف سے بدعملی کا خطرہ ہو وہاں انداز محتاط ہونا چاہئے اور یہ ساری رہنمائی ہمیں حضور علیہ السلام کے ارشادات عالیہ سے ہی مل رہی ہے۔ حضور علیہ السلام کی سواری پر آپ کے پیچھے حضرت معاذ سوار تھے۔ آپ نے تین مرتبہ ان کو مخاطب کر کے فرمایا: یا معاذ! اور انہوں نے تین مرتبہ ہی عرض کیا لبیك یارسول الله وسعدیك، پھر فرمایا:

ما من احد یشهد ان لا اله الا الله وان محمدًا رسول الله صدقا من قلبه الاحرمه الله علی النار

کوئی شخص جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔

حضرت معاذ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: کیا میں لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟

فرمایا:

اذا یتکلوا، وفی روایة لا، انی اخاف ان یتکلوا

ناں ناں مجھے خطرہ ہے کہ کہیں لوگ اس پر ہی بھروسہ نہ کر لیں (اور نیک اعمال چھوڑ دیں)

چنانچہ حضرت معاذ نے موت کے وقت لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دی تاکہ کہیں علم چھپانے والوں میں سے ہو کر گناہ گار نہ ہو جاؤں (بخاری شریف ۱۲۸-۱۲۹)

ایک اعرابی مسجد میں آیا اور مسجد میں پیشاب کرنے لگا لوگ اس کو پکڑنے لگے تو آپ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور پیشاب پہ پانی بہا دو چنانچہ پورا پیشاب کرنے دیا اور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ خود پانی بہایا اور فرمایا:

بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (بخاری حدیث نمبر ۲۱۹ و نمبر ۲۲۰)

تم آسانیوں کے لئے آئے ہو نہ کہ مشکلات کے لئے۔

من یرد الله به خیرًا یفقهه فی الدین:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

فقہاء کرام کا مقام

اس حدیث میں خیراً کی تنوین برائے تعظیم ہے یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا! سب سے بڑی بھلائی دین کی سمجھ ہے اور سب سے افضل شخص دین کا فقیہ ہے اور جو فقہاء کا بدخواہ ہے وہ خدا کا دشمن ہے کہ خدا تو ان سے بھلائی کا ارادہ رکھے اور یہ ان کے ساتھ دشمنی کرے فقہاء کی فضیلت پر چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

* فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی، مشکوٰۃ)

ایک فقیہ ہزار عابد (غیر فقیہ) سے شیطان پہ بھاری ہے۔

* خیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الاسلام اذا فقهوا (مشکوٰۃ)

جاہلیت میں جو لوگ بہترین تھے وہ اسلام میں بھی بہترین ہیں جبکہ (دین کی سمجھ) حاصل کرلیں۔

امام حسن بصری علیہ الرحمۃ کے مطابق فقیہ وہ ہے جو دنیا سے بے تعلق ہو کر آخرت کی رغبت رکھے، دین کے متعلق بصیرت رکھتا ہو اور عبادت پہ کاربند ہو ورنہ دنیادار اور جھگڑالو فقیہ کے بارے میں فرمایا گیا:

من طلب العلم ليجاری به العلماء اوليماری به السفهاء اويصرف وجوه الناس اليه ادخله الله النار (ترمذی، مشکوٰۃ)

جو شخص علماء سے مقابلہ اور علماء سے جھگڑا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے علم حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا۔

ایسے ہی علماء (سوء) کے بارے میں فرمایا گیا:

ان شرار الشر شرار العلماء،

سب لوگوں سے بدتر بُرے علماء ہیں اور علماء حق و فقہاء کے بارے میں فرمایا:

ان خيار الخير خيار العلماء،

بے شک سب سے اچھے لوگ اچھے علماء ہیں (مشکوٰۃ)

سردار بننے سے پہلے دین سیکھو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: تفقهوا قبل ان تسودوا (بخاری، ترجمۃ الباب نمبر ۱۵) سردار بنائے جانے سے پہلے دین کی سمجھ حاصل کرو تاکہ دین کی روشنی میں اپنے متعلقین کی رہنمائی و سرداری کرو کیونکہ سرداری مل جانے کے بعد عموماً سرداری علم سے مانع ہوجاتی ہے۔ اس پر امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

وبعد ان تسودوا وقد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعد كبر سنهم (ایضاً)

اور سرداری مل جانے کے بعد بھی (علم حاصل کرو) کیونکہ حضور علیہ السلام کے کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بڑی عمر میں علم حاصل کیا (بہرحال مسلمان سردار کا عالم ہونا ضروری ہے اور حصول علم کے لئے سرداری اور کبرسنی مانع نہیں ہونی چاہئے)

قابل رشک انسان کون ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بندے قابل رشک ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی اور دوسرا وہ بندہ

اتاه الله الحكمة فهو يقضی بها ويعلمها، (بخاری باب لاحسد الا فی اثنتین)

جس کو اللہ نے حکمت و بصیرت (دین کی سمجھ) دی اور وہ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے

حضور علیہ السلام نے اپنے چچازاد جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے سینے سے لگا کر یہ دعا دی۔

اللهم علمه الكتاب (بخاری حدیث نمبر ۷۵)

اے اللہ اس کو کتاب کا علم عطا فرما۔

ایک روایت میں ہے اللهم فقهه فی الدين (بخاری ج ۱ ص ۲۶)

اے اللہ اس کو دین کا فقیہ بنادے۔ کسی نے کیا خوب کہا

ہمیں دنیا سے کیا مطلب؟ یہ مکتب ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں میں ورق ہوں گے کفن اپنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول امام بخاری علیہ الرحمہ نے نقل فرمایا ہے کہ آپ نے فرمایا:

کونوا ربانيين حكماء علماء فقهاء، اللہ والے یعنی حکمت والے علم والے اور سمجھ (فقہ) والے ہوجاؤ۔ (باب العلم قبل القول والعمل)

حدیث کا دوسرا جز:

تفقہ فی الدین والی حدیث کا دوسرا جز حدیث پاک کے مشہور الفاظ ہیں:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰہُ یُعْطِیْ (حدیث نمبر ۱۷)

میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ بعض مقامات بخاری مثلاً کتاب الجہاد میں تعلیقاً قاسم کے ساتھ خازن کا لفظ بھی ہے اور چونکہ یہاں شبہ فعل (قاسم) کا متعلق (مفعول وغیرہ) محذوف ہے تو بقاعدہ علم معانی اس سے عموم مراد ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت، ہر زمانے میں ہر کسی کو حضور علیہ السلام ہی کے ہاتھوں سے ملتی ہے اگر صرف علم مراد لو گے تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ بھی صرف علم ہی عطا کرتا ہے تو جب عطا میں عموم ماننا ضروری ہے تو تقسیم میں بھی عموم ماننا ضروری ٹھہرا چاہے وہ علم ہو، عمل ہو، تقویٰ ہو ہدایت ہو، الغرض اس دنیا کی کوئی نعمت ہو یا اگلے جہان کی۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

(اعلیٰ حضرت)

رزق اُس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

کسی کے ذہن میں یہ سوال نہ آئے کہ حدیث میں انما کلمہ حصر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام میں صرف تقسیم کرنے ہی کی صفت ہے۔ باقی آپ کا بشیر و نذیر ہونا سراج منیر ہونا (وغیرہ) کہاں گیا کیونکہ یہ حصر سامع کے اعتبار سے ہے کہ اس کو بتایا گیا کہ میں معطی نہیں صرف قاسم ہوں جبکہ سامع کا اعتقاد یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معطی ہیں قاسم نہیں ہیں۔ اس کو قصر قلب کہیں گے اور اگر سامع کا اعتقاد یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معطی بھی ہیں قاسم بھی ہیں تو پھر انما برائے قصر افراد ہوگا یعنی مجھ میں یہ دونوں صفات نہیں بلکہ ان دونوں میں سے صرف ایک صفت ہے (کرمانی) اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں
اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ ساری کثرت پاتے یہ ہیں

* حضرت موسیٰ اور جناب خضر علیہما السلام کا واقعہ حدیث نمبر ۳۷ میں بیان ہوا (علاوہ ازیں بھی امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بارہ مقامات پر اس واقعہ کو بیان فرمایا)

تبرک کا ثبوت:

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور علیہ السلام کی اس ادائے دلنواز کو آج تک نہیں بھولا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈول سے پانی لے کر میرے چہرے پہ کلی فرمائی اور اس وقت میری عمر پانچ سال تھی۔ (حدیث نمبر ۷۷)

اس حدیث سے جہاں چھوٹے بچے کے ساتھ نبی کریم علیہ السلام کا خوش طبعی فرمانا معلوم ہوا وہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب مبارک اور پس خوردہ سے برکت حاصل ہوتی ہے اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کو اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے۔ تبھی تو ان لفظوں سے اس حسین واقعہ کو بیسیوں سال بعد بیان کر رہے ہیں۔ عقلت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم، کہ مجھے آج تک حضور علیہ السلام کی یہ ادا یاد ہے، پھر یہ بھی یاد رہے کہ کسی کے چہرے پر کلی کرنا یا کھانے میں لعاب ڈالنا یا کسی کا پس خوردہ اس قدر عقیدت و احترام سے لینا تبرک نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ عقیدت نہ ہو تو انہی چیزوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں جابجا آپ کو اس طرح کے جلوے نظر آئیں گے کہ حضور علیہ السلام کے وضو میں استعمال ہونے والے پانی کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کس قدر عقیدت ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کس قدر ادب و احترام والا معاملہ ہوتا، جس پانی سے آپ نوش فرماتے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کتنی اہمیت کا حامل ہوتا جس سے معلوم ہوگا کہ دوسروں کا معاملہ اور ہے اور محبوبان خدا کی شان اور ہے۔ دوسروں کی جن چیزوں سے نفرت کی جاتی ہے محبوبان

خدا کی انہی چیزوں سے محبت کی جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام کا فضلہ حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرام کی بے تابی

صحیح بخاری باب البصاق والمخاط ونحوہ فی الثوب میں ہے کہ حدیبیہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت یہ تھی:

وما تنخم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الاوقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک سے نکلنے والا فضلہ بھی کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا اور وہ اسے اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے۔ راوی کہتے ہیں:

رایت الناس یبتدرون ذلک الوضوء فمن اصاب منہ شیئا تمسح بہ ومن لم یصب منہ شیئا اخذمن بلل ید صاحبہ

حضور علیہ السلام کے وضو کا پانی لینے کے لئے صحابہ دوڑتے تھے جس کو مل گیا اس نے منہ پہ مل لیا اور جس کو نہ مل سکا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے اس پانی کی تری لے کر اپنی محبت کا اظہار کر لیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فیہ ماء فغسل یدیہ ووجھہ فیہ ومج فیہ ثم قال لھما اشربامنہ وافرغاعلی وجوھکما ونحورکما (بخاری حدیث نمبر ۱۸۸)

نبی اکرم علیہ السلام نے پانی کا پیالہ منگوایا اس میں اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا اور اس میں کلی فرمائی پھر حضرت بلال اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کچھ پی لو اور کچھ منہ اور سینوں پہ مل لو۔ دوسرے لوگوں کی حالت یہ تھی فجعل الناس یاخذوا من فضل وضوئہ فیتمسحون بہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو لے رہے تھے اور اپنے جسموں پہ مل رہے تھے (بخاری حدیث نمبر ۱۸۷) ایک روایت میں ہے،

وا یقتتلون علی وضوءہ (حدیث نمبر ۱۸۹) قریب تھا کہ آپ کا غسالہ حاصل کرنے کے لئے لوگ قتال شروع کر دیں گے۔ کیا خوب کہا مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے

زحجرہ پائے در صحن حرم نہ

بفرق خاک بوسانِ قدم نہ

حضور حجرہ مبارک سے پاؤں صحن حرم میں رکھئے اور اپنے در کی خاک چومنے والوں کے سر کی چوٹی (مانگ) پہ رکھئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بزرگی کا معیار:

حضرت علقمہ فرماتے ہیں: میں شام سے (مدینے شریف) آیا میں نے (مسجد نبوی شریف میں) دو رکعت نماز ادا کر کے یہ دعا کی اللھم یسرلی جلیسا صالحا، اے اللہ مجھے کوئی اچھا ساتھی ملا دے چنانچہ میں ایک حلقہ میں آیا تو اچانک میرے ساتھ ایک بزرگ بیٹھ گئے میں نے معلوم کیا تو وہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ میں نے ایسے ایسے دعا کی تھی تو اللہ نے آپ کو میرا جلیس بنا دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: تو کہاں سے آیا ہے؟ میں نے کوفہ کا نام لیا تو انہوں نے فرمایا:

اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والو سادۃ والمطھرۃ (بخاری ج ۱ ص ۵۲۹)

کیا تمہارے پاس ابن مسعود نہیں ہیں جو حضور علیہ السلام کی نعلین پاک، تکیہ مبارک اور لوٹا شریف اٹھانے والے ہیں۔

اس حدیث کو لکھنے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی کے نزدیک بھی عظمت و فضیلت کا معیار تبرکات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بنتا ہے۔ حالانکہ حضرت ابن مسعود معلم ھذہ الامۃ بھی تھے اور بھی کئی خوبیوں کے مالک تھے لیکن حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے تبرکات کے حوالے سے ہی بات

کی ہے۔

ہر وقت علم وعمل اور ایمان ویقین کی بات کرنے والو اور فقط اسی پر ہی خوش رہنے والو کبھی یہ باتیں بھی کیا کرو جو حضور پاک کے صحابہ کرام علیہم الرضوان بڑی عقیدت کے ساتھ کیا کرتے تھے

لگے کیوں نہ آنسوؤں کی جھڑی کہ محبت اپنے گلے پڑی
وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی وہ ہمیں یہ روگ لگا گئے
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دو کان اپنی اٹھا گئے

حضور علیہ السلام کا بال مبارک اور اس کی اہمیت:

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں: میں نے (جلیل القدر تابعی) حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور علیہ السلام کے کچھ بال مبارک ہیں جنہیں میں نے حضرت انس یا ان کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے۔ حضرت عبیدہ نے فرمایا:

لَأَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

(حدیث نمبر ۱۷۰)

ان بالوں میں سے اگر ایک بال میرے پاس ہو تو میرے لئے دنیا و مافیھا سے محبوب تر ہو۔

حجۃ الوداع کے موقع پر جب حضور علیہ السلام نے حلق کروایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: میرے بال لوگوں میں تقسیم کر دو، چنانچہ حدیث میں ہے: کان ابوطلحۃ اول من اخذ من شعرہ (بخاری شریف حدیث نمبر ۱۷۱) سب سے پہلے حضرت ابوطلحہ نے موئے مبارک حاصل کئے، انہوں نے اپنی بیوی اور حضرت انس کی والدہ ام سلیم کو دیئے اور حضور علیہ السلام نے ام سلیم کو فرمایا: انہیں خوشبو میں بسا لینا

(مسلم شریف باب السنۃ یوم النحر ان یرمی ثم ینحر ثم یحلق ص ۴۲۱ صحیح ابوعوانہ ومسند امام احمد)

ان بالوں کی اہمیت آج کل کے خشکوں سے پوچھنے کی بجائے سیف من سیوف

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھو جو سخت جنگ کی حالت میں اپنی ٹوپی تلاش کر رہے ہیں کیونکہ اس میں موئے مبارک تھا جس کی وجہ سے ہر جنگ میں فتح نصیب ہوتی تھی۔ (عینی ج ۳ ص ۳۷)

ماہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار کردہ ایم

عاشقان اوز خوباں خوب تر

بخاری شریف کی ج ۱ ص ۳۱۶ کتاب المساقات میں حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک پیالے کے اندر مشروب لایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ پیا اور جو بچ گیا اس کو لینے کے لئے اب تمام اہل مجلس بے تاب ہیں لیکن آپ کی دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا جو حاضرین میں سے سب سے چھوٹا تھا اور بائیں طرف بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے۔ اب حضور علیہ السلام کا طریقہ ہر بابرکت کام دائیں طرف سے کرنے کا تھا چنانچہ آپ نے اس لڑکے سے اجازت لیتے ہوئے فرمایا: اتاذن لی ان اعطیہ الاشیاخ، کیا تو مجھے اجازت دیتا ہے کہ ان بزرگوں میں سے کسی کو دے دوں؟ اس نے جو ایمان افروز جواب دیا وہ یہ تھا ما کنت لاوثر بفضلی منك احدا یارسول اللہ، حضور میں تو آپ کے تبرک کی فضیلت اپنے سوا کسی کو نہیں لینے دوں گا (جبکہ دائیں طرف ہونے کی وجہ سے حق بھی میرا ہی بنتا ہے تو پھر میں اس شرف کے حصول میں اپنے آپ پر کسی کو ترجیح کیوں دوں؟) فاعطاہ ایاہ، چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس کو دے دیا

جب بچوں کا یہ حال ہے تو بڑوں کے جذبات کیا ہوں گے؟ یقیناً یہی ہوں گے

پائے رسول پاک پہ سر ہے جھکا ہوا
ایسے میں آ اجل تو کہاں جا کے مرگئے

ایک حدیث کو حاصل کرنے کے لئے ایک مہینہ کا سفر کیا:

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے باب الخروج فی طلب العلم کے تحت لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما (جو عظیم الشان صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) نے صرف ایک حدیث لینے کے لئے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مہینے کا سفر کیا۔ پورا واقعہ اس طرح ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا! ملک شام میں ایک صاحب کے پاس حضور علیہ السلام کی ایک حدیث ہے جو میرے پاس نہیں۔ چنانچہ انہوں نے سپیشل اونٹ خریدا، اس پہ کجاوہ کسا اور ملک شام آئے، عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے دربان سے کہا، صاحب خانہ کو اطلاع دو کہ جابر دروازے پہ کھڑا ہے۔ انہوں نے پوچھا! عبداللہ کا بیٹا جابر؟ کہا ہاں، وہ باہر آئے معانقہ کیا میں نے کہا مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے پاس حضور علیہ السلام کا ایک فرمان ہے، میں ڈرا اور چاہا کہ اس فرمان کو پانے سے پہلے ہی نہ مرجاؤں، لہٰذا وہ فرمان مجھے سناؤ۔ حضرت عبداللہ نے کہا وہ فرمان یہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے میں نے سنا، آپ نے فرمایا:

لوگ قیامت کے دن ننگے بدن، غیر مختون اٹھائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور اللہ کا فرمان دور ونزدیک سے برابر سنا جائے گا۔ میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ دینے والا ہوں، کوئی بھی جنت کا مستحق، داخل جنت نہیں ہوگا اگر اس کے خلاف کہیں سے ظلم کی آواز اٹھے گی جب تک کہ اس سے بدلہ نہ لے لیا جائے یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی' پوچھا گیا کہ لوگ ننگے بدن اور غیر مختون کیوں ہوں گے۔ فرمایا: حسنات و سیئات کی بدولت (نزھۃ القاری شرح بخاری، ملخصاً)

عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرمائیں

اس دور کے نام نہاد عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم غور کریں کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک حدیث کے لئے اس قدر اہتمام فرمائیں اور ہماری حالت یہ ہو کہ

روزانہ اخبار، ڈائجسٹ، ناول، قصے کہانیاں تو پابندی سے پڑھتے ہیں اور بلا ناغہ نہیں پڑھتے تو خدا کا کلام نہیں پڑھتے اور اپنے نبی علیہ السلام کا فرمان نہیں پڑھتے، حالانکہ ہزاروں ہزاروں احادیث کے مجموعے آج ترجمہ شدہ آسانی کے ساتھ مل جاتے ہیں مگر کتنے لوگوں کے گھروں میں احادیث کے یہ خزانے موجود ہیں، دنیا کی ہر نعمت اپنے گھر میں لانا چاہتے ہیں اور اپنے نبی علیہ السلام کے فرمان کو گھر کے قریب نہیں آنے دیتے شاید اس لئے ہمارے پاس سب کچھ ہے مگر سکون واطمینان کی دولت سے ہم محروم ہیں کیوں کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے محروم ہیں۔

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہے
ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

قیامت کی نشانیاں

حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے ''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ، ان یرفع العلم ویثبت الجهل ویشرب الخمر ویظهر الزنا، علم اٹھ جائے گا، جہالت عام ہوجائے گی، شراب پی جائے گی اور زنا عام ہوجائے گا۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۸۰)

اس سے اگلی روایت میں ایک نشانی کا اضافہ ہے اور وہ یہ کہ: تکثر النساء ویقل الرجال حتی یکون لخمسین امراۃ القیم الواحد، عورتوں کی کثرت ہوگی، مرد کم ہوجائیں گے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا نگہبان صرف ایک مرد ہوگا۔

(حدیث نمبر ۸۱)

ایک روایت میں ہے فتنے پھیل جائیں گے اور ہرج یعنی قتل عام ہوجائے گا۔

(حدیث ۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ فرمارہے ہیں:

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا، (حدیث نمبر ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم (دین) کو یکدم نہ اٹھائے گا (کہ لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے) بلکہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے اور وہ انہیں بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے (مدینہ کے حاکم) ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ حضور علیہ السلام کی ہر حدیث لکھتے جاؤ کیونکہ علم کے مٹ جانے کا اور علماء کے اٹھ جانے کا خطرہ ہے اور حضور علیہ السلام کی حدیث کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے اور علم کو خوب پھیلاؤ اور (عوام) میں بیٹھو تا کہ بے علم لوگ علم حاصل کریں،

فان العلم لا یهلك حتی یکون سرا (بخاری ص۲۰ ج۱)

کیونکہ جب تک علم کو راز نہیں بنایا جائے گا تب تک علم نہ ختم ہوگا (اس سے ضمناً یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا! کتابت حدیث حضور علیہ السلام کے وصال کے تین سو سال بعد شروع نہیں ہوئی بلکہ بہت پہلے سے یہ سلسلہ شروع ہوا بلکہ خود آپ کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یمن سے آنے والے وفد کے سربراہ ابوشاہ کو حدیث لکھوا کر دی ،فقال اکتبوا لابی فلان، (بخاری ج۱ص۲۲) اور حضرت جابر کا ایک حدیث لینے کے لئے مہینے کا سفر کرنا ماقبل میں صحیح بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابن عمرو رضی اللہ عنہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا اس لئے ان کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث ہیں۔

(بخاری ج۱ص۲۲)

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل پوچھ رہے تھے اور ایک شخص نے عرض کیا، میں نے علم نہ ہونے کی وجہ سے قربانی سے پہلے سر منڈوالیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذبح ولا حرج، قربانی کر لے کوئی حرج نہیں۔ پھر دوسرے شخص نے عرض کیا! حضور مجھے پتہ نہیں تھا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے، فرمایا: کنکریاں مار لے کوئی حرج نہیں۔ راوی کہتے ہیں:

فَمَا سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَیْءٍ قُدِّمَ وَلَا اُخِّرَ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ،

حضور علیہ السلام سے کسی کام کے متعلق جو اپنے مقام سے پہلے یا پیچھے کیا گیا ہو نہ پوچھا گیا مگر آپ نے یہی فرمایا: کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

(حدیث نمبر ۸۳)

جن ائمہ کے نزدیک مندرجہ بالا ترتیب مسنون ہے جیسا کہ امام شافعی واحمد علیہما الرحمۃ، ان کے نزدیک بھی کچھ نہ کچھ حرج تو ہے ہی جبکہ امام ابوحنیفہ و مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک تو ویسے ہی ترتیب واجب ہے۔ عدم علم کی وجہ سے گناہ نہ سہی مگر فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ مگر ہم تو یہاں اختیارات مصطفیٰ علیہ السلام کی بات کر رہے ہیں جو بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث سے ثابت ہو رہے ہیں اور یہ تو بخاری شریف کا ایک مقام ہے اور وہ بھی صرف حج کے موقع کا۔ اسی طرح حج کے موقع پہ جب آپ نے حرم شریف کے کانٹوں اور درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا تو قریش کے ایک شخص نے اذخر گھاس کاٹنے کی رخصت مانگی جو آپ نے دے دی۔ (بخاری ص۲۳)

جبکہ دیگر معاملات میں آپ کے اختیارات پر سینکڑوں احادیث پیش کی جا سکتی

ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعه من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالم اتخذ الناس رؤساجهالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا، (حدیث نمبر ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم (دین) کو یکدم نہ اٹھائے گا (کہ لوگوں کے سینوں سے نکال لیا جائے) بلکہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل پوچھیں گے اور وہ انہیں بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے (مدینہ کے حاکم) ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ حضور علیہ السلام کی ہر حدیث لکھتے جاؤ کیونکہ علم کے مٹ جانے کا اور علماء کے اٹھ جانے کا خطرہ ہے اور حضور علیہ السلام کی حدیث کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے اور علم کو خوب پھیلاؤ اور (عوام) میں بیٹھو تاکہ بے علم لوگ علم حاصل کریں،

فان العلم لا یهلك حتی یکون سرا (بخاری ص ۲۰ ج ۱)

کیونکہ جب تک علم کو راز نہیں بنایا جائے گا تب تک علم نہ ختم ہوگا (اس سے ضمناً یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا! کتابت حدیث حضور علیہ السلام کے وصال کے تین سو سال بعد شروع نہیں ہوئی بلکہ بہت پہلے سے یہ سلسلہ شروع ہوا بلکہ خود آپ کے حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یمن سے آنے والے وفد کے سربراہ ابوشاہ کو حدیث لکھوا کر دی ،فقال اکتبوا لابی فلان، (بخاری ج ۱ ص ۲۲) اور حضرت جابر کا ایک حدیث لینے کے لئے مہینے کا سفر کرنا ماقبل میں صحیح بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابن عمرو رضی اللہ عنہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا اس لئے ان کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث ہیں۔

(بخاری ج ۱ ص ۲۲

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں تشریف فرما تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل پوچھ رہے تھے اور ایک شخص نے عرض کیا، میں نے علم نہ ہونے کی وجہ سے قربانی سے پہلے سر منڈوالیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذبح ولا حرج، قربانی کرلے کوئی حرج نہیں۔ پھر دوسرے شخص نے عرض کیا! حضور مجھے پتہ نہیں تھا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کرلی ہے، فرمایا: کنکریاں مارلے کوئی حرج نہیں۔ راوی کہتے ہیں:

فَمَا سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ ،

حضور علیہ السلام سے کسی کام کے متعلق جو اپنے مقام سے پہلے یا پیچھے کیا گیا ہو نہ پوچھا گیا مگر آپ نے یہی فرمایا: کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔

(حدیث نمبر ۸۳)

جن ائمہ کے نزدیک مندرجہ بالا ترتیب مسنون ہے جیسا کہ امام شافعی واحمد علیہما الرحمۃ، ان کے نزدیک بھی کچھ نہ کچھ حرج تو ہے ہی جبکہ امام ابوحنیفہ و مالک علیہما الرحمۃ کے نزدیک تو ویسے ہی ترتیب واجب ہے۔ عدم علم کی وجہ سے گناہ نہ سہی مگر فدیہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ مگر ہم تو یہاں اختیارات مصطفیٰ علیہ السلام کی بات کر رہے ہیں جو بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث سے ثابت ہو رہے ہیں اور یہ تو بخاری شریف کا ایک مقام ہے اور وہ بھی صرف حج کے موقع کا۔ اسی طرح حج کے موقع پہ جب آپ نے حرم شریف کے کانٹوں اور درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا تو قریش کے ایک شخص نے اذخر گھاس کاٹنے کی رخصت مانگی جو آپ نے دے دی۔ (بخاری ص ۲۲)

جبکہ دیگر معاملات میں آپ کے اختیارات پر سینکڑوں احادیث پیش کی جاسکتی

ہیں مثلاً

اختیارات کی چند مثالیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سد واعنی کل خوخة فی هذا المسجد غیر خوخة ابی بکر (بخاری ص ۶۷)

ابوبکر صدیق کے دروازے کے علاوہ ہر کسی کا دروازہ جو اس مسجد کی طرف کھلتا ہے بند کر دیا جائے۔

ایک صحابی کو جان بوجھ کر روزہ توڑنے پہ کفارہ لازم کرنے کی بجائے دو من دس سیر کھجوروں سے نواز دیا (مشکوٰۃ)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی دو مردوں کے برابر قرار دے دی۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے خاوند کی شہادت پر چار ماہ دس دن کی بجائے تین روز کا سوگ کافی قرار دیکر آگے نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

ایک صحابی (حضرت ابوبردہ بن نیار) کیلئے چھ ماہ کا بکری کا بچہ قربانی کے لئے جائز قرار دیا۔ (بخاری ص ۱۳۰، ص ۱۳۰، ص ۱۳۳)

حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کیلئے خارش کے دفیعہ کی خاطر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

اپنی مسجد میں اپنے، حضرت علی اور حضرت فاطمہ وحسنین کریمین علیہم الرضوان کیلئے بحالت جنابت آنا جانا حلال قرار دیا۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کیلئے سونے کے کنگنوں کی بشارت دی جو عہد فاروقی میں پوری، ہو، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کے ساتھ علم غائب کا ثبوت بھی مل گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دس ہزار اشرفی پر جنتی مکان فروخت کر دیا اور ضامن خود ہو گئے اس طرح بئر رومہ اور جنت البقیع کی خریداری پر جنت بیچ دی۔

حضرت ربیعہ بن کعب کو جنت میں رفاقت عطا فرما دی۔

الغرض: مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی فرماتے ہیں:

من خصائصه صلی الله علیه وسلم انه کان یخص من یشاء بما یشاء من الاحکام

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ شریعت مطہرہ کے احکام میں سے جس کے ساتھ جس کو چاہیں خاص فرما دیں اور جس کو چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔

حضور علیہ السلام نے فلاں چیز فرض فرمائی کہنا

عموماً کہا جاتا ہے فرض اللہ تعالیٰ کا ہے اور سنت حضور علیہ السلام کی مگر یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو بھی یہ اختیار دیا ہے کہ آپ بھی کوئی کام فرض فرما سکتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۹۵ پہ ہے، هذه فریضة التی فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم علی المسلمین، یہ زکوٰۃ وہ فرض ہے جو حضور علیہ السلام نے اہل اسلام پہ فرض کیا ہے۔ اب یا تو یوں کہہ لو کہ رسول کا فرض کرنا اللہ ہی کا فرض کرنا ہے جیسا کہ رسول کی اطاعت و رضا اللہ ہی کی اطاعت و رضا ہے اور یا یوں کہہ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو چیزیں فرض و حرام کرنے کا اختیار دیا ہے۔

امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے قصیدہ بردہ شریف میں کیا خوب کہا:

نبینا الآمر الناهی فلا احد　　ابر من قول لا منه ولا نعم

علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ نسیم الریاض شرح شفا شریف میں اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انه لاحاکم سواه صلی الله علیه وسلم فهو حاکم غیر محکوم

آپ کے سوا کوئی حاکم نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مخلوق کے) حاکم (اور صرف اپنے رب کے محکوم) ہیں۔

اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے نہ صرف قرآن میں بلکہ تورات وانجیل میں بھی خدا نے اعلان کیا:

یحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبٰئث ویضع عنهم اصرهم والا غلال التی کانت علیهم (اعراف ۱۵۷)

(میرا پیارا محبوب) ستھری چیزوں کو حلال کرتا ہے اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے بھاری طوق ان سے اتار پھینکے گا

؎ حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں
مردود! یہ مراد کس آیت و خبر کی ہے

حضور علیہ السلام سے حاجتیں طلب کی جاتی تھیں

صحیح بخاری شریف ص ۱۹۲ ج ا میں ہے،

اذا جائه السائل او طلبت الیه حاجة...... جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مانگنے والا آتا یا آپ کی طرف کوئی حاجت لے کر جاتا تو اس کو یہ نہ کہا جاتا کہ اللہ سے کیوں نہیں مانگتا حاجت روا تو صرف وہی ہے بلکہ فرمایا جاتا کہ اس کی حاجت پوری کرنے کی سفارش کر کے اجر پاؤ اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کے صدقے اس کی حاجت کو پورا فرماتا بلکہ اسی میں ص ۱۹۴ پہ ہے کہ آپ نے فرمایا: ہر مسلمان پہ صدقہ لازم ہے عرض کیا گیا! اگر صدقہ کرنے کے لئے کچھ نہ ہو تو؟ فرمایا: اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے اور اسی کمائی سے صدقہ بھی کرے۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو؟ فرمایا: یعین ذا الحاجة الملهوف، مظلوم و متحیر کی حاجت میں اس کی مدد کرنا بھی صدقہ ہے اس کو نیکی کا حکم دینا اور بدی سے بچانا بھی صدقہ ہے۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

✵ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں غزوۂ فتح کے موقع پر ایک عورت کا چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس کی شادی ہوگئی۔ اس کے بعد وہ اپنی حاجت روائی کے سلسلہ میں آیا کرتی تھی۔ فارفع حاجتها الی رسول الله صلی الله علیه وسلم، پس میں اس کی حاجت کو حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کر دیا کرتی تھی۔ (بخاری شریف ج ا ص ۳۶۱)

نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت اسماء (بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں (اپنی بہن، ام المومنین) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں آئی کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں، میں نے پوچھا! لوگوں کا کیا حال ہے؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ (لوگ سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے ہیں) اور کہا سبحان اللہ، میں نے کہا کیا کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے سر کے ساتھ اشارہ کیا (کہ ہاں نشانی ہے) میں بھی نماز کے لئے کھڑی ہوگئی حتیٰ کہ مجھے غشی آنے لگی۔ میں نے اپنے سر پہ پانی ڈالنا شروع کیا، نماز کے بعد حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا:

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهٗ اِلَّا رَاَیْتُهٗ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتّٰی الْجَنَّةَ وَالنَّارَ (الی اخرہ، حدیث نمبر ۸۶)

میں نے اس مقام پہ کھڑے ہو کر ہر وہ چیز دیکھ لی جو آج تک نہ دیکھی تھی یہاں تک کہ جنت و دوزخ بھی۔

جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

یعنی تحت الثریٰ سے لے کر عرش معلیٰ تک ہر چیز دیکھ لی۔ اب اس سے مراد رویت قلبی ہو یا بصری بہر حال جمیع ما کان و ما یکون کا آپ کی نگاہوں کے سامنے ہونا ثابت ہوا اور جب دیکھنا ثابت ہوا تو علم بھی ثابت ہوگیا۔ "ما من شیء" میں شیٔ نکرہ ہے جو نفی کے تحت آیا ہے اس میں بھی عموم ثابت ہوگیا' چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں

والشیء فی قوله مامن شیء اعم العام وقد وقع نکرة تحت النفی، حضور علیہ السلام کے فرمان میں شئی نکرہ ہے جو حرف نفی کے تحت آ کر عام ہو گیا اور پھر شئی کیا ہے؟ شرح عقائد میں ہے الشیء عندنا الموجود، لہٰذا تمام موجودات کو شامل ہو گیا چاہے موجودات ماضیہ ہوں یا آئندہ بلکہ خود مشاہدہ حق بھی اس میں شامل ہے جیسا کہ علامہ عینی نے فرمایا:

اذا الشیء یتناوله لایمنعه والعرف لا یقتضی اخراجه (ج ا ص ۹۷)

شئی بمعنی موجود باری تعالیٰ کو بھی شامل ہے، عقل اس کو محال نہیں کہتی اور عرفاً بھی باری تعالیٰ کو اس عموم میں داخل نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ امام اہل محبت نے کیا خوب کہا

؎ اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

ہمارے آقا علیہ السلام نے کیا کیا دیکھ لیا؟

ایک شخص نے کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف نہ پڑھی یہاں تک کہ ایک لقمہ رہ گیا جب اس نے وہ لقمہ اٹھایا تو بسم اللہ پڑھ لی (بسم اللہ اوله وآخره) تو حضور علیہ السلام ہنسے پھر فرمایا: شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا اس نے بسم اللہ پڑھی ہے تو شیطان نے قے کر کے سارا کھایا ہوا نکال دیا ہے (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۳۶۵)

* بخاری شریف ج ا ص ۱۶۶ حدیث نمبر ۱۲۴۴ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے والد ماجد کی شہادت کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے:

لما قتل ابی جعلت اکشف الثوب عن وجهه ابکی وینهونی والنبی صلی اللہ علیه وسلم لاینهانی فجعلت عمتی فاطمة تبکی فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم تبکین اولا تبکین فمازالت الملائکة تظله باجنحتها حتی رفعتموه

جب میرے والد شہید ہوئے تو میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھاتا اور روتا لوگوں نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا: میری پھوپھی فاطمہ بھی رو رہی تھیں پس حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو رویا نہ رو فرشتے ہمیشہ اپنے پروں سے اس پہ سایہ کناں رہیں گے یہاں تک کہ تم اس کا جنازہ اٹھالو۔

کیا حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کو بھی فرشتے نظر آ رہے تھے اور کیا حضور علیہ السلام کو فرشتے نظر نہیں آ رہے تھے اور آپ نے صرف گھر والوں کو خوش کرنے کے لئے فرما دیا تھا (معاذ اللہ)

* بخاری ص ۱۰۳ ج ا پہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ آپ اسی نماز میں اپنی جگہ سے آگے پیچھے ہوئے گویا کہ کوئی چیز پکڑ رہے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پوچھنے پہ آپ نے بتایا: انی رایت الجنة فتنا ولت منها عنقودا ولو اخذته لا کلتمم منه مابقیت الدنیا، میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک گچھا پکڑنے کا ارادہ کیا اگر میں لے لیتا تو تم ہمیشہ اس کو کھاتے رہتے جب تک کہ دنیا باقی ہے۔ ام حارثہ کو فرمایا تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں پہنچ چکا ہے (لہٰذا آہ و بکاء کی ضرورت نہیں ہے) حدیث نمبر ۲۸۰۹

* صحیح بخاری ص ۵۹ باب عظة الامام الناس فی اتمام الصلوٰة وذکر القبلة، میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

هل ترون قبلتی ههنا فو اللہ مایخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم انی لارکم من وراء ظهری

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میری نگاہ صرف سامنے ہی دیکھتی ہے اللہ کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع پوشیدہ ہے نہ تمہارا خشوع (دلی کیفیات) میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں

* آپ نے صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا: وانی واللہ لا نظر الی حوضی الان ، اور میں اللہ کی قسم (اگرچہ تمہارے سامنے کھڑا ہوں مگر) اپنے حوض (کوثر) کو دیکھ رہا ہوں۔ (بخاری ج ا ص ۵۰۸)

مجھ سے جو چاہو پوچھ لو، اعلان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے بارے میں (بے فائدہ) سوالات کئے گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگوار گزرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلال میں آکر لوگوں سے فرمانے لگے:

سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ (حدیث نمبر ۹۲)

تم مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

ایک شخص (عبداللہ نامی جس کے نسب میں لوگوں کو شک تھا اس نے موقع غنیمت جانا اور) عرض گزار ہوا، من ابی یارسول اللہ، یارسول اللہ میرے باپ کا نام بتا دیں، فرمایا: ابوك حُذافة، ایک اور شخص کھڑا ہوا (جس کا نام سعد بن سالم تھا اور اس کا معاملہ بھی پہلے والے کی طرح تھا) عرض کیا! حضور میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: تیرا باپ سالم ہے جو شیبہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کے چہرۂ انور کے حجاب میں عتاب باری ملاحظہ کیا تو ڈر گئے اور عرض کرنے لگے،

یارسول اللہ انا نتوب الی اللہ،

حضور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ، میں ماعموم کے لئے ہے جو دنیاوی و دینی تمام سوالات کو شامل ہے اور سوال کرنے والوں کے سوال بھی بتا رہے ہیں کہ ایسے سوالوں کے جواب صرف وہی دے سکتے ہیں جو علمك مالم تكن تعلم کی شان رکھتے ہوں

یہ علم غیب ہے کہ رسول کریم نے

خبریں وہ دیں کہ جنکی کسی کو خبر نہ تھی

حضور علیہ السلام نے اس انداز میں یہ کچھ کیوں ارشاد فرمایا: اس کے پس منظر میں ایک واقعہ ہے وہ خازن و بیضاوی کے حوالے سے ملاحظہ ہو۔

اس حدیث کا پس منظر

سدی نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری اُمت میرے سامنے مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی جیسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتایا گیا کہ کون شخص مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرے ساتھ کفر کرے گا۔ جب یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو انہوں نے ہنسی اور مذاق کے طور پر کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ وہ مومنوں اور کافروں کو جانتے ہیں جو ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے۔ حالانکہ ہم آپکے ساتھ رہتے ہیں ہمیں تو پہچانتے نہیں ہیں۔ جب یہ بات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ منبر شریف پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جنہوں نے میرے علم میں طعن کیا ہے۔ قیامت تک جو ہونے والا ہے مجھ سے پوچھو میں تمہیں بتاؤں گا۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی نے کہا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا! ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پہ اور قرآن کے امام ہونے اور آپ کے نبی ہونے راضی ہیں۔ آپ ہمیں معاف فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ایسی بات کرنے سے رکتے نہیں ہو پھر آپ منبر شریف سے اتر آئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم (خازن، بیضاوی)

بخاری شریف میں اس سے اگلی حدیث کے اندر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس انداز سے معافی مانگنا آیا ہے، فبرك عمر علی رکبتیه فقال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیه وسلم نبیا ثلثا فسکت، حضرت

عمر نے دوزانو بیٹھ کر تین بار عرض کیا ہم اللہ کے رب ہونے پر حضور علیہ السلام کے نبی ہونے پر اور اسلام کے دن ہونے پر راضی ہیں۔ تب حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے۔

امام الانبیاء علیہ السلام کا اندازِ تکلم:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تکلم اور انداز گفتگو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلَاثًا حَتّٰى تُفْهَمَ عَنْهُ وَاِذَا اَتٰى عَلٰى قَوْمٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ ثَلَاثًا (حدیث نمبر ۹۵)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے تاکہ بات اچھی طرح سمجھ لی جائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کے پاس تشریف لاتے تو ان کو سلام کرتے تو بھی تین مرتبہ سلام فرماتے۔

اگرچہ یہ تکرار ہمیشہ کا معمول نہ تھا بلکہ کسی ضرورت کے تحت تھا مثلاً یہ کہ بات عام فہم سے بالاتر ہوتی یا مخاطب کچھ فاصلے پر ہوتا جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک سفر میں حضور علیہ السلام ہم سے (راستے میں) پیچھے رہ گئے، پھر آپ نے ہمیں آلیا جبکہ ہم نے عصر کی نماز مؤخر کر دی تھی اور ہم وضو کر رہے تھے اور اپنے پاؤں کو سرسری طور پر دھو رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ بآواز بلند فرمایا: ویل للاعقاب من النار، ایڑیوں (کو وضو میں خشک رکھنے والوں) کیلئے جہنم میں ہلاکت ہے۔ یاد رہے! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز بیان اتنا پر تاثیر تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے عورتوں کے سامنے وعظ فرمایا اور انہیں صدقہ کرنے کی ترغیب دی آپ کے ساتھ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے۔ حدیث شریف میں ہے:

فجعلت المراة تلقی القرظ والخاتم وبلال یاخذ فی ثوبه

(بخاری شریف ص ۲۰ حدیث نمبر ۹۸)

عورتوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر حضرت بلال کو دے دیں اور وہ پکڑ کر اپنی جھولی میں ڈالتے گئے۔

جس کا کوئی نہ ہو اس کے حضور ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک روایت میں ہے: عورتوں کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک دن مقرر فرمایا اور انہیں جو وعظ فرمایا اس میں یہ بھی تھا:

مامنکن امرة تقدم ثلثة من ولدها الاکان لها حجابا من النار

تم میں سے جس کے تین بچے (نابالغی کی حالت میں) فوت ہو جائیں یہ بچے اس کے لئے (دوزخ کی) آگ سے آڑ ہو جائیں گے

ایک عورت نے عرض کیا اور جس کے دو بچے فوت ہوئے ہوں، فرمایا: دو کا بھی یہی حکم ہے (مرد بھی اس میں داخل ہے جیسا کہ کتاب الجنائز" میں حضرت انس سے ہے، مامن الناس مسلم، اور ترمذی میں دو کی قید بھی نہیں بلکہ ایک بھی ہو تو یہی حکم ہے، ما من مسلمین یتوفی لهما، نابالغ کی شرط اس لئے ہے کہ عموماً ماں باپ کو چھوٹے بچوں سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ بے اولاد بھی مایوس نہ ہوں کیونکہ جس کا کوئی نہیں ہو گا اس کے حضور خود ہوں گے۔ صلی اللہ علیہ وسلم) بہر حال آپ نے عورتوں کا یہ جذبہ دیکھا تو فرمایا: لکن فداء ابی وامی، تم پر میری ماں اور باپ فدا ہوں۔

(بخاری ص ۱۳۳ ج ۱)

آمدم برسرِ مطلب: تین مرتبہ سلام فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے ہیں تو گھر میں داخل ہونے کا اذن لینے کے لئے سلام کیا اگر پہلی دوسری بار سلام کہنے پہ اذن نہ ملا تو تیسری بار سلام کہہ کر واپس تشریف لے آتے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک حدیث میں بیان ہوا:

اذا ستاذن احدکم ثلثا فلم یؤذن لہ فلیرجع

جب تین بار اجازت چاہو اور اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ اور تین بار سلام کہنے کی دوسری توجیہہ یہ ہے کہ پہلی مرتبہ کا سلام استیذان (طلب اجازت کیلئے) ہوتا، دوسری مرتبہ کا سلام تحیۃ ہوتا کہ قوم کے پاس پہنچ کر سلام کیا گیا اور تیسرا سلام مجلس سے رخصت ہوتے ہوئے فرماتے اس کو سلام وداع کہا گیا اور یہ تینوں سلام مسنون ہیں۔
یہی مطلب ہے اس حدیث کا، انه کان اذا سلم سلم ثلاثا واذا تکلم بکلمة اعادها ثلاثا،

دہرے ثواب کا حقدار:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تین شخص دہرے ثواب کے حقدار ہیں:

۱- رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمَنَ بِنَبِيِّهٖ وَاٰمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وہ بندہ جو اہل کتاب میں سے ہو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور مجھ پر بھی۔

۲- اَلْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ اِذَا اَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ ،
وہ غلام جو اللہ کا اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرتا رہا۔

۳- رَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهٗ اَمَةٌ فَاَدَّبَهَا فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَاَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا (حدیث نمبر ۹۷)
وہ شخص کہ جس کے پاس لونڈی ہو، وہ اس کو اچھے آداب وتعلیم دیتا رہا پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا۔

حضرت عامر شعبی نے یہ حدیث سنا کر مخاطب سے کہا:
اعطیناها بغیر شیء قد کان یرکب فیما دونها الی المدینة
ہم نے تجھے (یہ حدیث) مفت میں دے دی ہے حالانکہ اس سے کم (فائدہ والی بات) کیلئے مدینہ تک کا سفر کرنا پڑتا تھا۔
شارحین حدیث فرماتے ہیں: دہرا ثواب صرف انہی تین قسم کے لوگوں کے ساتھ

خاص نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو دہرے ثواب والا کام کرے مثلاً اولاد، والدین کے حقوق بھی ادا کرے اور حقوق اللہ بھی ادا کرے۔ اسی طرح رعایا کے حقوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرے تو یہ لوگ بھی دہرے ثواب کے حقدار ہوں گے۔

خواب میں زیارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:
مَنْ رَّاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ لَا يَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ
(حدیث نمبر ۱۱۰)
جس نے مجھے خواب میں دیکھا تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

حضور علیہ السلام کی زیارت کے مشتاق امتی کو چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ ذہن میں رکھے پھر اس کے مطابق زیارت کرے تو اس نے حضور علیہ السلام ہی کی زیارت کی۔ ورنہ یہ تو نہیں کہ شیطان خواب میں آ کر جھوٹ نہیں بول سکتا جیسا کہ کئی نام نہاد پیر اس بیماری میں مبتلا ہیں کہ روزانہ ان کی خواب میں آ کر جھوٹ بول بول کر ان کی گمراہی میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور وہ اس کا پیغام ضلالت مریدوں کو سنا سنا کر گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

جس طرح شیطان لعین، ہمارے حضور علیہ السلام کی شکل وصورت میں نہیں آ سکتا اسی طرح کسی بھی نبی علیہ السلام کی شکل وصورت نہیں اپنا سکتا۔

نکتہ: شیطان تو کسی بھی نبی کی صورت نہ اپنا سکے اور جب نام نہاد علماء یہ کہتے ہیں کہ ہم حضور جیسے ہیں تو شیطان ان کی زبان سے یہ جملہ سن کر کتنا خوش ہوتا ہوگا اور تھپکی دیتا ہوگا کہ شاباش جو کام میں بھی نہ کر سکا وہ تم نے کر دکھایا کہ میں تو کسی بھی نبی علیہ السلام کی طرح نہ ہو سکا اور تم ہو کہ امام الانبیاء علیہ السلام کی مثلیت کا دعویٰ کر رہے ہو، ان الشیاطین لیوحون الی اولیائهم لیجادلوکم (الانعام) بے شک شیطان

اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تاکہ وہ تم سے جھگڑیں (اور بحث و
مناظرے کریں کس بات پر؟ اس بات پر کہ ہم حضور جیسے ہیں، العیاذ باللہ)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا جعلنا الشیطین اولیاء للذین لا یؤمنون (الاعراف، ۲۷)

(جو اولیاء اللہ کو نہیں مانتے) ہم شیاطین کو ان بے ایمانوں کے اولیاء بنا دیتے
ہیں (تاکہ گمراہی میں ان کی مدد کرتے رہیں)

انھم اتخذوا الشیطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انھم مھتدون
(الاعراف، ۳۰)

بے شک انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنالیا اور گمان
کرتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔

حالانکہ ہدایت یافتہ تو وہ ہیں کہ جو اللہ کے محبوب کو بے مثل و بے مثال مانیں،
اے عقل کے اندھو! جب نبیوں میں کوئی حضور جیسا نہیں ہے تو تم یہ دعویٰ کس طرح
کرتے ہو کہ ہم حضور جیسے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مثال مصطفیٰ کوئی پیمبر ہو نہیں سکتا
ستارہ لاکھ چمکے ماہ انور ہو نہیں سکتا

حدیث قرطاس:

حدیث قرطاس کا نمبر صحیح بخاری میں ۱۱۴ ہے اور اس حدیث کو امام بخاری علیہ
الرحمۃ نے صحیح بخاری میں اس مقام کے علاوہ اور بھی چھ جگہ لکھا ہے۔ اس حدیث کی آڑ
میں بدباطن لوگ، مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی
عداوت میں دل کھول کر اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ ان کی ان ہوائیوں
کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے
کاغذ قلم طلب کیا تو حضرت عمر نے کاغذ قلم نہ دینے دیا بلکہ کہا کہ حضور علیہ السلام کو

سرسام ہو گیا ہے اور آپ کی ھذیانی حالت ہے اور ہمیں اللہ کی کتاب (قرآن پاک)
کافی ہے۔ جس پر حضور علیہ السلام ناراض ہوئے اور آپ نے سب کو اپنی بارگاہ سے چلے
جانے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ اگرچہ مسند احمد کی روایت کے مطابق
سامان کتابت لانے کا حکم حضرت علی المرتضیٰ کو تھا تاہم کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ
حضرت عمر نے کہا ہو کہ اَھَجَرَ اِسْتَفْھِمُوْہُ حضور علیہ السلام کی ھذیانی کیفیت ہے
اور نہ ہی ان الفاظ کا یہ معنی ہے بلکہ ہجر کا معنی چھوڑنا ہے اور اِسْتَفْھِمُوْہُ کا معنی ہے
حضور علیہ السلام سے پوچھا جائے۔ اس طرح دونوں الفاظ کا معنی یہ بنتا ہے کہ حضور
علیہ السلام سے پوچھا جائے کہ آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے۔ باقی رہا یہ کہ ہجر صیغہ ماضی
کیوں ہے تو اس بارے میں گزارش ہے جس چیز کا وقوع مستقبل قریب میں یقینی ہو اس
کو ماضی سے تعبیر کر لیا جاتا ہے۔

حضرت عمر کا یہ کہنا کہ ہمیں "اللہ کی کتاب کافی ہے"

اور یہ کہ حضرت عمر نے کِتَابُ اللّٰہِ حَسْبُنَا کہہ کر سامان کتابت لانے سے
روک دیا تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ جب حضرت عمر نے یہ الفاظ کہے تو حضور علیہ
السلام کا دوبارہ سامان کتابت طلب نہ فرمانا حضرت عمر کی گزارش قبول کرنا تھا اور اگر
اس کے بعد بھی حضور علیہ السلام کے اس حکم کی تعمیل لازم تھی تو حضرت علی المرتضیٰ پیش
کر دیتے اور پھر یہ جمعرات کا دن تھا اور اس کے چار روز بعد حضور علیہ السلام کا وصال
ہوتا ہے۔ آخر حضرت عمر چار دن رات وہیں تو نہ بیٹھے رہے اگر نعوذ باللہ شیر خدا، حیدر
کرار نے اس وقت حضرت عمر کے ڈر کی وجہ سے سامان کتابت نہ دیا تو ان چار دنوں
میں کسی وقت پیش کر دیتے، پھر معترضین یہ بھی نہیں سوچتے کہ اس طرح کے
اعتراضات سے خود حضور علیہ السلام پر فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں کوتاہی کا الزام آتا
ہے کہ اگر اتنا ضروری کام تھا کہ جس کے نہ کرنے سے دین مکمل نہ ہوتا تھا تو ایک
حضرت عمر کیا سارا جہان بھی روکتا رہتا تو حضور علیہ السلام ضرور کر گزرتے کیونکہ یہ تو

اللہ کا حکم ہے، یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته، اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا اس کو پہنچایئے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو فریضہ رسالت سرانجام نہ دیا۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے وزیر ہیں اور وزراء کو اپنی رائے دینے کا حق ہوتا ہے جو حضرت عمر نے دی اور حضور علیہ السلام نے قبول فرمائی جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضرت عمر کی رائے کو نہ صرف حضور علیہ السلام نے بلکہ خود عرش والے نے قبول فرمایا اور قرآنی آیت (لولا کتاب من اللہ...... (انفال ٦٨) کے نزول کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''اگر عذاب اترتا تو عمر بن الخطاب اور سعد بن معاذ کے علاوہ سب اس کی لپیٹ میں آجاتے۔ علاوہ ازیں بھی بیسیوں مواقع پہ حضرت عمر نے اپنی آراء دیں اور آپ کی رائے کے مطابق قرآن اترتا رہا۔

کیا حضور علیہ السلام حضرت علی کی خلافت لکھنا چاہتے تھے؟

یہ واویلا بھی کیا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کی سند لکھنی تھی تو ہم کہیں گے کہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی سند لکھنی تھی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی اور پھر اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکالنے اور وفود کے ساتھ حسن معاملہ کا حکم جاری فرمایا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ نیز الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم کا ارشاد بھی ملتا ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت علی کی خلافت کا اعلان کیوں نہ فرما دیا۔ اس بارے میں ایک حدیث دیکھئے بخاری ج ا ص ٤٩١ پہ کہ آپ کیا فرمانا چاہتے تھے۔

رہ گئی یہ بات کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا ''یہ بڑی مصیبت ہے'' یہ ان کا ذاتی اور جذباتی تاثر تھا جب حضرت علی نے ایسے جذبات کا اظہار نہیں کیا جو ان سے بدرجہا علم وفہم اور دیانت میں آگے ہیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی

ات مرجوع قرار پائے گی۔ لہٰذا

یوں نہ نکلیں آپ برچھا تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اس بارے میں اہلِ محبت کیا کہتے ہیں؟

اہل محبت کہتے ہیں کہ صحابہ کرام و اہل بیت کا کاغذ قلم نہ دینا اور حضور علیہ السلام کا طلب کرنا ایسے ہی ہے جس طرح اولاد وفاشعار ہو اور باپ بیمار ہو اور ازراہ شفقت بیماری کی حالت میں کہے لاؤ رسی کلہاڑی میں تمہیں لکڑیاں کاٹ کر لا دوں تاکہ میرے بعد تمہیں سہولت رہے اور وفادار اولاد کہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں آپ آرام فرمائیں جو کچھ پہلے آپ ہمیں دے چکے ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ یا استاذ جو اپنے شاگردوں کو محنت کراتا ہے اور امتحان کے دن آزمانے کے لئے کہے لاؤ کاغذ قلم میں تمہیں نوٹس لکھ دوں تاکہ امتحان میں تمہارے کام آئیں تو لائق شاگرد یہی جواب دیں گے آپ فکر نہ کریں آپ نے جو سال بھر ہم پہ محنت کی ہے اس سے ان شاء اللہ ہمارا کام ہو جائے گا۔ آج آپ کی دعا ہی ہمیں کافی ہے (اہل محبت کی توجیہ کتنی شاندار ہے) اور پھر بقیہ دنوں میں حضور علیہ السلام کا چند احکام دینا اور خلافت علی المرتضیٰ کی بات نہ کرنا یہ بتاتا ہے کہ جو احکام دیئے وہی لکھنا چاہتے تھے ورنہ تو ایسے ہی ہوگا کہ آپ خط میں ضروری بات لکھنے کی بجائے دوسری باتیں لکھ دیں اور جو بات لکھنے والی ہے اس کو چھوڑ دیں تو آپ کو عقلمند کون کہے گا؟ اور آپ امام الانبیاء کے بارے میں ایسا سوچیں گے تو پھر آپ کو مسلمان کون کہے گا؟ اور جب حضرت ابوبکر کی خلافت کے واضح اشارے احادیث میں موجود ہیں دیکھئے مسلم شریف ج ٢ ص ٣ ٢٧، آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: ادعی لی ابابکر اباك واخاك حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر، اپنے باپ اور بھائی کو بلا لو میں ان کے لئے لکھ دوں کیونکہ

مجھے خطرہ ہے کہ کوئی متمنی تمنا کرے کہ ابوبکر سے زیادہ وہ حق دار ہے حالانکہ اللہ واہل ایمان ابوبکر کے سوا کسی پہ راضی نہیں اور حضرت علی کے بارے ایسی کوئی صراحت نہیں پھر بھی خلافت علی پہ اڑ جانا کہاں کا انصاف ہے؟

علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات کے آخری دنوں (وصال سے ایک ماہ پہلے) ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی، سلام پھیرنے کے بعد حضور علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا:

اَرَاَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهٖ فَاِنَّ رَاْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مِّنْهَا لَا يَبْقٰى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَحَدٌ (حدیث نمبر ۱۱۶)

کیا تم نے اپنی اس رات کا حال دیکھا؟ جتنے لوگ آج روئے زمین پر ہیں ان میں سو سال کے بعد کوئی نہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آخری صحابی حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ کا ۱۱۰ ہجری میں وصال ہوا۔ حضرت عیسیٰ و ادریس آسمانوں پر ہیں اور حضرت خضر و الیاس زمین پہ یونہی جن اور ابلیس اس فرمان سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ نظروں سے غائب ہیں۔

* حضرت اُمّ حرام بنت ملحان کو حضور علیہ السلام نے بتا دیا کہ تو سمندری سفر کرنے والے پہلے قافلے میں شامل ہوگی (اور شہید ہوگی) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(بخاری ص ۳۹۱)

* بدر میں مرنے والے کافروں کے بارے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک دن پہلے ہی میدان میں چھڑی سے نشان لگا کر بتا دیا کہ کل فلاں یہاں مرے گا فلاں یہاں مرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۶۳)

* باب علامات النبوۃ بخاری شریف ص ۵۰۴ پہ کئی احادیث ملاحظہ ہوں جن میں علوم غیبیہ ہی کا ذکر ہے۔

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا، (حدیث ۱۰۴۴)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔

* ماں کے پیٹ میں کیا ہے بچہ ہے یا بچی، بدبخت ہے یا نیک بخت، اس کا رزق، اس کی موت و حیات اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے سارا علم فرشتے کو عطا فرما رکھا ہے۔ فیکتب فی بطن امہ، وہ فرشتہ اس کی ماں کے پیٹ میں ہی سارا کچھ لکھ دیتا ہے۔ (بخاری شریف ص ۴۶)

حضرت ابوہریرہ اور ان کا حافظہ

* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہزار ہا احادیث کے راوی فرماتے ہیں (یہ نہ سمجھنا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے صرف یہی علم حاصل کیا ہے بلکہ) حفظت عن رسول اللہ وعاء ین فاما احدھما فبثثتہ واما الاخر فلو بثثتہ قطع ھذا الحلقوم، (حدیث نمبر ۱۲۰)

میں نے حضور علیہ السلام سے (علم کے) دو برتن حاصل کئے جن میں سے صرف ایک کو پھیلایا ہے (حدیث کی صورت میں) اگر دوسرا علم بھی پھیلا دوں تو میری یہ گردن کاٹ دی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو علم کے یہ سمندر کیسے حاصل ہوئے؟

خود فرماتے ہیں ''میں نے عرض کیا حضور! میں آپ کی احادیث بھول جاتا ہوں'' (اس کا علاج فرمائیں) حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابسط رداك فبسطته، اپنی چادر پھیلا، میں نے چادر پھیلائی، فغرف بیدہ ثم قال ضمہ فضممتہ فما نسیت شیئا بعد، پس حضور علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو چلو کی طرح بنا کر اس میں کچھ ڈالا

(تا کہ لوگ جان لیں کہ میرا صحابی غیب پہ ایمان رکھتا ہے) اور فرمایا: سمیٹ کر سینے سے لگا لے بس وہ دن گیا اور یہ دن آیا میں کبھی کچھ بھولا ہی نہیں۔

(بخاری شریف حدیث نمبر ۱۱۹)

* حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

کیف بك اذا بقیت فی حثالة من الناس (بخاری ص ۶۹ ج ۱)

اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو ردی لوگوں میں باقی رہ جائے گا۔

معلوم ہوا! حضور علیہ السلام کو حضرت عبداللہ کے بارے میں علم تھا کہ ان کی عمر لمبی ہوگی اور ایسے لوگوں کا زمانہ پائے گا جو گئے گزرے اور فضول لوگ ہوں گے۔

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرے مجمع میں فرمایا:

واللہ ما اخاف من بعدی ان تشرکوا ولکن اخاف ان تنافسوا فیھا

(بخاری ج ۱ ص ۵۰۸)

اللہ کی قسم مجھے یہ خطرہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے ہاں یہ ڈر ہے کہ تم مال دنیا میں مقابلہ بازی کرو گے۔

یہودی علم نبوت کو مان گیا:

حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام (یہودیوں کے بہت بڑے عالم) حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے تین سوالوں کا جواب دیں کیونکہ ان کا جواب صرف نبی ہی دے سکتا ہے۔

۱- قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ فرمایا: آگ ہے جو مشرق سے مغرب کو جائے گی۔

۲- اہل جنت کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ فرمایا: مچھلی کا جگر۔

۳- بچہ اپنے والدین اور ماموؤں کی شکل پہ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ فرمایا: اگر مرد کا انزال پہلے ہو تو باپ کی شکل پہ ہوگا ورنہ ماں (یا کسی ماموں کی شکل پہ)

عبداللہ بن سلام نے نعرہ بلند کیا، اشھد انك رسول اللہ، میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں (کاش مسلمان کہلانے والے بھی شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے واقعات سن کر خوشی سے نعرے بلند کریں اور سچے دل سے کلمہ پڑھیں اور عظمت رسالت خود بھی مانیں اور دوسرں سے بھی منوائیں)

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۶۹)

نگاہ یار نے اک دم میں ٹکڑے کیے دل کے
نہ دیکھی ہم نے کاٹ ایسی کسی شمشیر براں میں

شرمیلا اور متکبر علم حاصل نہیں کر سکتا:

یہ حضرت مجاہد کا قول ہے: لایتعلم العلم مستحی ولا مستکبر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نعم النساء نساء الانصار لم یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین، انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں کہ دین سمجھنے میں شرماتی نہیں ہیں۔ (باب الحیاء فی العلم باب نمبر ۵۰)

اس بارے میں چند واقعات ملاحظہ ہوں:

* حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسئلہ پوچھا اور عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا کیا عورت کو احتلام ہو جائے تو وہ غسل کرے؟ فرمایا: ہاں جب وہ منی کو دیکھ لے۔ حضرت ام سلمہ نے شرم کی وجہ سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور عرض کیا! حضور: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے:

قَالَ نَعَمْ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا (حدیث نمبر ۱۳۰)

فرمایا: ہاں تیرا دایاں ہاتھ خاک آلود ہو اور کس وجہ سے بچہ اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟

اس سے معلوم ہوا: حضور علیہ السلام کی برکت سے امہات المومنین بھی شیطانی

تصرف سے محفوظ ہیں تبھی تو حضرت ام سلمہ نے تعجب کا اظہار کیا اور نہ صرف حضور علیہ السلام کے نکاح میں آنے کے بعد بلکہ پہلے سے ہی ورنہ ام سلمہ حضور علیہ السلام کے نکاح میں آنے سے پہلے ابوسلمہ کے نکاح میں تھیں اگر وہاں ان کو کبھی احتلام ہوتا تو بھی تعجب نہ کرتیں۔ گویا جس عورت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کی بیوی بنانا تھا اس کو اول دن سے ہی شیطانی تصرف سے محفوظ رکھا۔ پھر حضور علیہ السلام کے بارے میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں شیطان کا کوئی حصہ تھا جو شق صدر کے موقع پہ آپ کے دل کو زمزم سے دھو کر نکال دیا گیا یا یہ کہ سورۃ النجم کی آیات کی تلاوت میں شیطان کی طرف سے آپ کی زبان اقدس پہ کچھ الفاظ جاری ہو گئے۔ یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔

✱ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان کی سی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے مگر میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہی ہو سکتا ہے مگر میں (چھوٹا ہونے کی وجہ سے) شرما گیا (اور نہ بول سکا) لوگوں کے پوچھنے پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے جب میں نے اپنے والد حضرت عمر سے یہ واقعہ اور اپنے دل کی بات عرض کی تو انہوں نے فرمایا:

لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا،

اگر تو بتا دیتا تو میرے لئے (یہ اعزاز) بہت دولت سے زیادہ محبوب ہوتا۔

(حدیث نمبر ١٣١)

✱ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے مذی بہت آتی تھی اور (حضور علیہ السلام کا داماد ہونے کی وجہ سے) میں آپ سے مسئلہ پوچھنے میں شرما گیا چنانچہ میں نے حضرت مقداد سے کہا: حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھو (کہ مذی نکلنے پر

وضو ہے یا نہیں؟) انہوں نے پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فیه الوضوء، ہاں وضو ہے۔ (حدیث نمبر ١٣٢)

شک، یقین کو زائل نہیں کرتا:

ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ سے مسئلہ دریافت کیا کہ مجھے نماز میں شک پڑ جاتا ہے کہ شاید ہوا خارج ہوگئی ہو، آپ نے فرمایا:

لَا يَنْصَرِفْ حَتّٰى يَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ يَجِدَ رِيْحًا (حدیث نمبر ١٣٧)

ایسا شخص جب تک آواز نہ سن لے یا بو نہ پائے نماز جاری رکھے۔

اس سے فقہاء کرام نے ایک اصول اخذ کیا ہے جس پر ہزار ہا مسائل کی بنیاد رکھی گئی اور وہ یہ کہ، الیقین لایزول بالشك، شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

نبیوں کا خواب بھی وحی ہوتا ہے (علیہم السلام):

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام سو کر اٹھے تو آپ نے بغیر وضو کئے نماز پڑھی چنانچہ حضرت عمرو بن دینار سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں حضور علیہ السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور آپ کا دل بیدار رہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا: میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے: رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْيٌ (حدیث نمبر ١٣٨، ملخصا) نبیوں کا خواب وحی ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے قرآن پاک کی وہ آیت پڑھی جس میں ہے: ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ (ورنہ کسی بھی انسان اولاد ہو یا کوئی اور ہو کو قتل کرنا تو حرام ہے)

سوال پیدا ہوا کہ اگر حضور علیہ السلام کا دل بیدار رہتا تھا تو لیلۃ التعریس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے رہے اور نماز فجر قضاء ہوگئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تشریعی احکام کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام پر نسیان طاری ہو جاتا ہے تا کہ اُمت کو یہ حالت

پیش آئے تو احکام دیئے جاسکیں اور جب حکم شروع ہو جائے تو نسیان زائل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا وہ تمام واقعات جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ نسیان طاری ہونے کا ذکر ہے مثلاً حضرت ذوالیدین والی حدیث،

یارسول اللہ انسیت ام قصرت الصلوٰۃ (بخاری ج ص ٦٩)

یا بخاری شریف باب اذاذکر فی المسجدانه جنب یحرج کما هو ولا یتیمم. والی حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اقامت ہوگئی' صفیں درست کرلی گئیں کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے، مصلی امامت پہ جلوہ گر ہوئے تو یاد آگیا کہ میں جنبی ہوں چنانچہ فرمایا: ٹھہرے رہو پھر واپس تشریف لے گئے۔ غسل فرمایا جب تشریف لائے تو پانی کے قطرے سر انور سے گر رہے تھے پھر آپ نے ہمیں نماز پڑھائی' ان سب کا جواب ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: میں بھولتا نہیں بلکہ بھلایا جاتا ہوں اور اس کی وجہ بھی بیان فرمادی تا کہ (ایسے مقام پہ) سنت قائم ہوجائے۔

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت قریب تھا اور لوگوں نے پانی تلاش کیا تو نہ پایا، حضور علیہ السلام کے پاس تھوڑا سا پانی لایا گیا تو آپ نے اس برتن میں (جس میں تھوڑا سا پانی تھا) اپنا دست اقدس رکھا اور لوگوں کو فرمایا: وضو کرتے جاؤ، حضرت انس فرماتے ہیں:

فَرَاَیْتُ الْمَاءَ یَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِہٖ حَتّٰی تَوَضَّئُوْا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِھِمْ

(حدیث نمبر ١٦٩)

پس میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے پانی جوش

مار کر نکل رہا ہے یہاں تک کہ آخری شخص تک سب نے وضو کرلیا۔

یہی وہ پانی ہے جو دنیا و آخرت کے تمام پانیوں سے افضل ہے یہاں تک کہ زمزم اور حوض کوثر کے پانی سے بھی۔ باختلاف روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ستر، تین سو سے کچھ زائد، آٹھ سو، پندرہ سو تھی۔ امام اہل سنت نے اسی موقع کے لیے کہا ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

کتے کو پانی پلانے والا بخشا گیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: (پہلی امتوں میں سے) ایک بندہ کہیں جارہا تھا کہ اس نے دیکھا، پیاس کی وجہ سے ایک کتا گیلی مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈالا۔ کتے کی پیاس بجھ گئی۔

فَشَكَرَ اللّٰہُ لَہٗ فَاَدْخَلَہُ الْجَنَّةَ (حدیث نمبر ١٧٣)

اللہ تعالیٰ نے (کتے جیسی مخلوق پر اس کی مہربانی کو) قبولیت بخشی اور (اس کے بدلے) اس کو جنت میں داخل کردیا۔ بخاری کتاب الانبیاء ذکر بنی اسرائیل میں یہ واقعہ ایک بدکارہ عورت کا لکھا ہوا ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا! کیا جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے کا بھی ثواب ہے۔ فرمایا: ہر تر جگر (والے) میں اجر وثواب ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے جس جاندار کو قتل کرنے کا حکم ہے جیسے باولا کتا، یا نقصان دہ کیڑے مکوڑے ان میں شارع علیہ السلام کے حکم کی تعمیل لازم ہے کہ ان کو مارا جائے نہ کہ پالا جائے۔ لہٰذا بعض لوگ جو بھڑوں، چیونٹوں کو شکر، چاول، دال مسور وغیرہ ڈال کر ان کو مارنے کی بجائے ان میں اضافے کا سبب بنتے ہیں جیسا کہ اندرون

لاہور شہر کے باغات اور دیواروں کے ساتھ ساتھ رزق کی بے قدری کے مناظر آپ کو ملیں گے جس سے مکانات کی دیواریں بھی کھوکھلی ہوتی ہیں اور درختوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور یہ کام سادہ لوگ بعض نام نہاد پیروں کے کہنے پر کرتے ہیں کہ پاس ہی انسان محتاج کھڑے ہیں جو ایک وقت کی روٹی نہیں کھا سکتے تو ان کو دینے کی بجائے دو دو کلو شکر کیڑوں کو ڈالی جا رہی ہے یہ انسانیت کے ساتھ ظلم ہے۔ علماء فرماتے ہیں: جتنا کیڑوں مکوڑوں اور انسان میں فرق ہے اتنا ہی ان کو کھلانے کے اجر و ثواب میں بھی فرق ہے تو کہاں انسان اشرف المخلوقات اور کہاں کیڑے مکوڑے پھر کہاں مسلمان اور کہاں یہ مخلوق۔

قبر میں عذاب کا ٹہنیوں کے ذریعے علاج:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کا گزر مکہ یا مدینہ کے کسی باغ سے ہوا تو آپ نے دو ایسے انسانوں کی آوازیں سنیں جنہیں قبروں میں عذاب ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بہت بڑے گناہ (شرک وغیرہ) پہ نہیں بلکہ ایک کو اس لئے کہ اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرے کو اس لئے کہ چغلی کیا کرتا تھا (جس کو عموماً معمولی گناہ سمجھا جاتا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ہر قبر پہ ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ عرض کیا گیا حضور! آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟:

قَالَ لَعَلَّهُ يُخَفِّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا (حدیث نمبر ۲۱۶)

فرمایا: ہو سکتا ہے جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں کمی رہے۔

معلوم ہوا! اگر ٹہنیوں سے عذاب میں کمی آ سکتی ہے تو پھولوں سے' تلاوت قرآن سے اور دعا سے کیوں نہیں کمی ہو سکتی۔ یقیناً ان تمام چیزوں سے عذاب میں کمی بھی ہوتی ہے اور اگر قبر والا نیکوکار ہے تو اس کے درجات میں بلندی بھی ہوتی ہے۔

باقی رہا یہ کہ حضور علیہ السلام نے ''لَعَلَّ'' کا لفظ ارشاد فرمایا جو کہ امید کے لئے

آتا ہے نہ کہ یقین کے لئے۔ تو امام زرقانی نے مواہب کی شرح میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترجی (امید) بھی یقینی ہوتی ہے۔ (الرجاء من اللہ ونبیہ للتحقیق) اس حدیث سے ویسے تو کئی مسائل کا استنباط ہو سکتا ہے تاہم علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کم از کم چار باتیں معلوم ہوئیں۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے جان لیا کہ قبروں میں عذاب ہو رہا ہے حالانکہ عذاب نہ نظر آنے والی شئی ہے اگر قبر کھول بھی دی جائے تو ہمیں کچھ نظر نہیں آئے گا۔ مگر حضور علیہ السلام نے منوں مٹی کے نیچے، باہر کھڑے ہو کر عذاب ہوتا ہوا دیکھ لیا تو جو نبی قبر کے باہر کھڑے ہو کر قبر کے اندر سب کچھ دیکھ سکتے ہیں وہ قبر کے اندر جا کر قبر کے باہر بھی سب کچھ دیکھ سکتے ہیں اور صرف عذاب ہی نہیں دیکھتے بلکہ معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ (درود یا نماز) پڑھتے ہوئے بھی دیکھ لیتے ہیں۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے حالانکہ سبب بھی غیب تھا ایک کا چغلی کھانا اور دوسرے کا طہارت کا خیال نہ کرنا۔ آخر حضور علیہ السلام زندگی میں ان کے ساتھ ساتھ تو نہیں رہے اور کیا خبر کب کے فوت ہوئے ہیں۔

۳۔ یہ بھی آپ کو علم تھا کہ ان شاخوں کی وجہ سے عذاب میں کمی آئے گی۔

۴۔ یہ بھی بتا دیا کہ کب تک تخفیف رہے گی (مالم تیبسا) ورنہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح تو ہر خشک و تر چیز کرتی ہے۔ یسبح للہ ما فی السموات و مافی الارض۔

حالت نماز میں پشت انور پہ کافروں کا غلاظت پھینکنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حرم کعبہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے جبکہ ابو جہل اور اس کے ساتھی وہیں پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا! تم میں سے کون یہ کام کرے

گا کہ فلاں قبیلے کی اونٹنی کی (جو ذبح کی گئی ہے سلا، بچہ دانی) اٹھا کر لائے اور سجدے کی حالت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پہ رکھے۔ چنانچہ قوم میں سے بڑا بدبخت (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور سلا لا کر حالت سجدہ میں حضور علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان رکھ دی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکا۔ کاش کہ کچھ کر سکتا، وہ خبیث ہنس ہنس کر ایک دوسرے پہ گر رہے تھے اور آقا علیہ السلام سجدہ میں رہے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آئیں اور اس سلا کو اٹھایا تب حضور علیہ السلام نے سجدے سے سر انور اٹھایا اور ان ظالموں کے خلاف اس طرح دعا فرمائی:

کافر بھی جانتے تھے کہ حضور علیہ السلام کی دعا رد نہیں ہوتی

اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ، اے اللہ قریش کو پکڑ لے (تین بار کہا)

یہ سن کر وہ لوگ ڈر گئے کیونکہ جانتے تھے کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لے کر ان کی ہلاکت کیلئے اس طرح دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلٍ وَّعَلَيْكَ بِعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَّعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ

اور ساتویں کا نام بھی لیا مگر (ابن مسعود کہتے ہیں) مجھے یاد نہ رہا۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں:

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَقَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْنَ عَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَرْعٰى فِي الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ (حدیث نمبر ۲۴۰)

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جس جس کا حضور علیہ السلام نے نام لیا میں نے سب کو (غزوۂ بدر کے موقع پر) بدر کے کنویں میں مرا ہوا پایا۔

وضاحت: ان سات میں سے جس کا نام راوی کو یاد نہ رہا وہ عمارہ بن ولید ہے جو حبشہ میں ایک تہمت کے سلسلہ میں ذلیل ہو کر مرا۔ عقبہ بن ابی معیط بدر میں گرفتار ہوا

مدینہ کی طرف جاتے ہوئے ایک مقام پہ خود حضور علیہ السلام نے اس کو واصل جہنم فرمایا۔ باقی پانچ بدر میں مرے لیکن امیہ بن حلف کی لاش کے ٹکڑے ہو گئے۔ جوڑ اکھڑ گئے جس کی وجہ سے قلیب بدر کے باہر ہی اس کو مٹی میں دبا دیا گیا۔ حضرت ابن مسعود نے باعتبار اکثر واغلب کے فرمایا کہ میں نے ان سب کو قلیب بدر میں مرا ہوا پایا۔ للاکثر حکم الکل۔

سلا عربی میں بچہ دانی کو کہا جاتا ہے۔ لازم معنی کے اعتبار سے کتاب الصلوٰۃ والی روایت کے الفاظ (فليعمد الى فرثها و دمها وسلاها) سے اوجھڑی کا معنی لیا جا سکتا ہے جس میں لید اور بچہ دانی بھی ہوتی ہے۔

حضور علیہ السلام نے سجدہ کی حالت میں اس ظلم کو برداشت کیا اور سر نہ اٹھایا تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اتنا وزن تھا کہ سر نہ اٹھا سکے کیونکہ حضرت فاطمہ جو بالکل بچی تھیں انہوں نے آ کر اس بوجھ کو ہٹا دیا تو حضور علیہ السلام بھی ہٹا سکتے تھے مگر چاہتے تھے کہ اس حالت میں سجدہ لمبا کروں تا کہ اللہ کی رحمت زیادہ سے زیادہ میری طرف متوجہ ہو اور اس کا غضب زیادہ سے زیادہ میری دشمنوں پر نازل ہو کیونکہ سجدہ کی حالت میں بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔ جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت امیر حمزہ کے بارے میں فرمایا: اگر مجھے اپنی پھوپھی صفیہ کا خیال نہ ہوتا تو میں چچا کی لاش کو ایسے ہی بغیر دفن کے رہنے دیتا تا کہ درندے ان کو کھا جاتے اور قیامت کے دن ان کا حشر درندوں کے پیٹوں سے ہوتا۔ اسی طرح بیر معونہ کے واقعہ میں حضرت حرام بن ملحان نے بہتے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگا اور چہرے پہ ملتے ہوئے کہا: فزت ورب الکعبۃ، رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بدترین دشمن بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات رد نہیں ہوتی اور یہ کہ ظالم کے لئے جہاں ہدایت کی دعا کرنے کی اجازت ہے وہاں ایسے ظالم جن کی ہدایت کی امید نہ ہو

ان کی ہلاکت کی بددعا بھی کی جاسکتی ہے اور بالخصوص جبکہ وہ بدترین کافر بھی ہوں۔

خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کا اعزاز

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری اور چہیتی صاحبزادی، آپ کے جگر کا ٹکڑا اور جنتی عورتوں کی سردار نے بچپن سے ہی اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم پہ کافروں کی طرف سے ظلم ہوتے دیکھے اور جتنا ہوسکا دفاع بھی کرتی رہیں، غزوۂ احد کے موقع پہ جب حضور علیہ السلام زخمی ہوئے تو حدیث میں آتا ہے۔

كان على يجئ بترسه فيه ماء وفاطمة تغسل عن وجهه الدم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لاکر دے رہے تھے اور حضرت فاطمۃ الزہراء اپنے ابا جان کے چہرے سے خون دھو رہی تھیں اور جب خون پھر بھی نہ رکا تو سیدہ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھری جس سے خون رک گیا۔

فاخذ الحصير فاحرق فحشئي به جرحه (بخاری حدیث نمبر ۲۴۳)

مسواک کرتے وقت ادائے محبوبانہ:

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے مسواک فرما رہے تھے (اور میں نے آپ کی یہ ادائے دلنواز دیکھی کہ) يَقُوْلُ اُعْ اُعْ، آپ اع اع کی آواز نکال رہے تھے

وَالسِّوَاكُ فِيْ يَدِهٖ كَاَنَّهٗ يَتَهَوَّعُ (حدیث نمبر ۲۴۴)

مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی گویا کہ آپ قے فرما رہے ہیں۔

مسواک نبی اکرم علیہ السلام کی بڑی پیاری سنت ہے۔ ہر نماز کے وقت تلاوت قرآن کے وقت، سونے سے پہلے اور سوکر اٹھنے کے بعد، جب بھی منہ میں بدبو محسوس ہو، جمعہ کے دن، کھانے کے بعد اور بوقت سحر مسواک مستحب ہے۔ مسواک کے ستر فوائد ہیں اور سب سے چھوٹا فائدہ یہ ہے کہ مسواک پر ہمیشگی کرنے والے کو مرتے وقت

کلمہ شریف نصیب ہوگا۔

مسواک زیادہ سے ایک بالشت لمبی ہو اور چھوٹی انگلی کے برابر موٹی ہو، خوشبودار یا پھلدار درخت کی نہ ہو بلکہ پیلو یا زیتون وغیرہ کی ہو، استعمال سے پہلے مسواک کو دھو لیا جائے۔ (باقی مسائل بہار شریعت ج ۲ میں دیکھیے)

یہاں اتنی بات یاد رکھیں کہ نبی اکرم علیہ السلام جن کے بول و براز اور پسینے سے بھی خوشبو آتی تھی پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کے دھن اقدس سے (خاکم بدھن) ناگوار بو آئے مگر اس کے باوجود بھی آپ کو مسواک سے اتنی محبت تھی کہ اگر آپ رات کو تین دفعہ اٹھے ہیں تو ہر بار وضو بھی کیا ہے اور ساتھ مسواک بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا قام من الليل يشوص فاه بالسواك (حدیث نمبر ۲۴۵)

حضور علیہ السلام رات کو جب بھی اٹھتے تو اپنے منہ کے لئے مسواک کو استعمال فرماتے۔

دعا میں الفاظ کی رعایت:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم اپنے بستر پہ آنا چاہو تو نماز جیسا وضو کرو پھر اپنی دائیں کروٹ پہ لیٹ جاؤ، پھر یہ (الفاظ بطور دعا) پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِىْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِىْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِىْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِىْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِىْ اَرْسَلْتَ

اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپا، تجھی کو اپنا پشت پناہ بنایا تیرے ثواب کے شوق اور تیرے عذاب کے ڈر سے

تیرے سوا کہیں پناہ نہیں نہ ہی کہیں ٹھکانہ ہے۔ اے اللہ میں تیری اس
کتاب پہ ایمان لایا جو تو نے اتاری اور تیرے اس نبی پہ ایمان لایا جسے تو
نے بھیجا۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے براء: اگر تو اسی رات مر گیا تو تو
فطرت (اسلام) پہ مرے گا یہ کلمات اپنے کلام کے آخر میں کہو، حضرت براء فرماتے
ہیں میں نے یہ دعا یاد کرنے کی غرض سے حضور علیہ السلام پہ یہ کلمات دہرائے اور
آخری الفاظ میں ونبیک کی بجائے ورسولک کہہ دیا، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا: لا ونبیك الذی ارسلت، نہیں یونہی کہو ونبیك (حدیث نمبر ۲۴۷)

اگرچہ وصف رسالت وصف نبوت کو مستلزم ہے لیکن چونکہ دعائیہ الفاظ توقیفی
ہوتے ہیں لہٰذا ان میں اپنی طرف سے تصرف نہ چاہیئے۔ اگر وضو نہ ہو تو سوتے وقت
وضو کر لینا مستحب ہے، داہنی کروٹ پر سونا سنت ہے اس طرح سونے سے غفلت پیدا
نہیں ہوتی اور جاگنا بھی آسان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اطباء نے لکھا ہے کہ بائیں کروٹ
سونا صحت کے لئے مفید ہے اس طرح سونے سے نیند گہری آتی ہے، کھانا خوب ہضم
ہوتا ہے تاہم ہمیں سنت پر ہی عمل لازم ہے۔ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے، حدیث
میں یہ بھی ہے کہ حضور علیہ السلام چت لیٹا کرتے تھے لہٰذا آپ سرکار کی ادا اور حکم کو جمع
کر لیا جائے کہ کچھ حصہ چت لیٹ جائے پھر داہنی کروٹ پہ لیٹ جائے۔

ے تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا مجھے ہر ادا نے مزہ دیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

الحمد للہ، بخاری شریف کے پہلے جز (پارے) کی احادیث کے حوالہ جات مکمل
ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی کتاب الوضوء بھی مکمل ہوا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ ہر کتاب
کے آخر میں ایسی حدیث لائے ہیں جس میں زندگی کے اختتام کی طرف اشارہ ہو جس
طرح کہ اس (کتاب الوضوء) کے آخر میں جو حدیث لائے اس میں فَاِنْ مِتَّ من

لیلتك فا نت علی الفطرہ کے الفاظ ہیں۔ کہ اگر تو اس رات مر گیا تو فطرت
(اسلام) پہ مرے گا۔ (اس کو علمی دنیا میں براعت اختتام کا نام دیا جا سکتا ہے۔)

حضور علیہ السلام کی قوت مردانگی اور اس کا راز:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُوْرُ عَلٰى نِسَآئِهٖ فِي السَّاعَةِ
الْوَاحِدَةِ مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُنَّ اِحْدٰى عَشْرَةَ (حدیث نمبر ۲۶۸)

حضور علیہ السلام رات یا دن کے کسی حصہ میں اپنی ازواج مطہرات کے پاس
تشریف لے جاتے (اور ان کے حقوق ادا کرتے) جبکہ ازواج کی تعداد گیارہ تھی۔
(سعید نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس نے انہیں نو کی خبر دی)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت انس سے کہا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم
میں اتنی قوت تھی (کہ ایک ہی وقت میں گیارہ بیویوں کے حقوق ادا فرما لیتے) اس پر
حضرت انس نے کہا: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں
کی قوت دی گئی تھی۔

ابونعیم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کو چالیس جنتی مردوں جتنی
طاقت دی گئی، امام ترمذی نے باب صفۃ الجنۃ میں حضرت انس سے روایت کی ہے اور
اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

ان قوۃ رجل من اھل الجنۃ کمائۃ رجل
جنتی ایک مرد کی طاقت دنیا کے سو مردوں کے برابر ہے۔

تو اس لحاظ سے حضور علیہ السلام کو (دنیا کے) چار ہزار مردوں کے برابر قوت دی
گئی۔ حاشیہ بخاری میں توشیح کے حوالے سے ہے، وقد قیل من کان اتقی اللہ
فشھوته اشد (ص ۴۱ حاشیہ نمبر ۴) جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہے اس کی قوت
مردانگی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔

ابن عربی فرماتے ہیں اس قدر زیادہ قوت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کھانے میں قناعت عطا فرمائی تا کہ امور شریعہ کی طرح امور اعتباریہ میں بھی آپ کو دونوں فضیلتیں حاصل رہیں یہاں تک کہ دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال کامل تھا۔

تعدد ازواج کی حکمت

نو اور گیارہ ازواج کی روایات میں تطبیق یوں ہے کہ آپ نے گیارہ سے ہی نکاح فرمایا مگر ایک وقت میں نو ازواج رہیں اور دو لونڈیاں تھیں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کی موجودگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا اور آپ کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیم کے حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہے۔ حضرت ابراہیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے۔

دوسری لونڈی کا نام ریحانہ ہے اور تغلیبا سب پر نساء کا لفظ بول دیا گیا۔ یاد رہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام نکاح بیوہ عورتوں سے فرمائے ہیں اور آپ نے عین شباب میں بعمر پچیس برس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جو اس سے پہلے دو بار بیوہ ہو چکی تھیں۔ اس سے تعدد ازواج کا بہانہ بنا کر حضور علیہ السلام پہ اعتراض کرنے والوں کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے کہ آپ نے عیش وعشرت کی وجہ سے زیادہ نکاح نہیں کئے بلکہ اشاعت اسلام کے لئے کئے تھے۔ جس قبیلے کی عورت سے نکاح فرماتے وہ اسلام کے قریب ہو جاتا۔ ورنہ جب تمام قریش نے مل کر کہا کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہا کریں ہم عرب کی حسین ترین عورت سے آپ کا نکاح کر دیتے ہیں تو اس وقت آپ ان کی پیش کش قبول فرما لیتے لیکن آپ نے ان کی تمام پیشکشوں کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا: اگر تم میرے ایک ہاتھ پہ چاند اور دوسرے پہ سورج بھی لا کر رکھ دو تو میں اپنا مشن جاری رکھوں گا۔ الغرض چار ہزار مردوں کی طاقت رکھنے والے آقا اگر گیارہ عورتوں پہ گزارا کرتے ہیں تو اس کو عیش

وعشرت نہیں کہا جائے گا بلکہ کمال تقویٰ کا نام دیا جائے گا۔ ہمارے حضور اس قدر طاقتور اور بہادر تھے کہ ایک دفعہ سارا مدینہ گھبرا گیا تو آپ نے حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پہ سوار ہو کر ہر طرف جا کر جائزہ لیا اور اہل مدینہ کو تسلی دی، ما راینا من شیء، کہ کوئی ایسی بات نہیں اور فرمایا: یہ گھوڑا تو دریا ہے۔ (نمبر ۲۶۲۷)

ہمارے آقا علیہ السلام نے سرکش جن کو قابو کر لیا

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: بے شک ایک سرکش اور خبیث جن گزشتہ رات اچانک میرے سامنے آ گیا (یا اسی مفہوم کے کچھ کلمات ارشاد فرمائے) تا کہ میری نماز میں خلل ڈالے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پہ قابو دیا اور میں نے چاہا کہ اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں تا کہ تم سب لوگ صبح اس کو دیکھ سکو پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آ گئی۔

رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِي

اے میرے رب مجھے ایسا ملک عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو

(راوی حدیث) روح کہتے ہیں: فردہ خاسئا، حضور علیہ السلام نے اسے نامراد واپس بھیج دیا۔ (حدیث نمبر ۴۶۱)

اگرچہ انسان کا جن کو دیکھنا محال نہیں لیکن ہر انسان جن کو نہیں دیکھ سکتا مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم سارے اس کو دیکھتے۔ تو معلوم ہوا! حضور علیہ السلام چاہیں تو تمام لوگوں کو دکھا دیں۔ دوسرا یہ کہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی حکومت عطا فرما رکھی ہے مگر آپ نے اس کا اظہار نہ فرمایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے۔ ورنہ آپ نے خود فرمایا: میرے دو وزیر آسمانوں پہ ہیں اور دو وزیر زمین پہ آسمان والے جبریل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں اور وزیر تو اسی علاقے میں ہوتے ہیں ناں جہاں کسی کی حکومت

ہوتی ہے نہ یہ کہ حکومت پاکستان میں ہو اور وزیر بھارت میں، دوسرے ملکوں میں سفیر تو ہوتے ہیں وزیر نہیں ہوتے۔ تو معلوم ہوا! حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی حکومت عطا فرما کر شہنشاہ کونین بنایا ہے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

وہ تصور میں رہتے ہیں میرے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک مسئلہ بڑے ہی پیارے انداز میں بیان فرماتی ہیں:

كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیصِ الطِّیبِ فِیْ مَفْرَقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ (حدیث نمبر ۱۲۷۱)

(عرصہ گزر گیا مگر میں آج بھی) گویا کہ دیکھ رہی ہوں حضور علیہ السلام کی مانگ میں خوشبو کی چمک کو حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محرم تھے (جو کہ آپ نے احرام باندھنے سے پہلے لگائی تھی اور اس کا اثر باقی رہا)

قارئین کرام! آپ کو اب تک معلوم ہو چکا ہوگا کہ بخاری شریف کی احادیث کو پیش کر کے ان سے عموماً ان مسائل کا استنباط نہیں کر رہا جو معمول بہا ہیں یا جو اب تک اہل علم کا طریقہ رہا ہے کہ ان سے صرف فقہی مسائل ہی اخذ کئے جائیں بلکہ کئی احادیث کے تحت نئی نئی باتیں آپ کو ملیں گی جو کہ ایک طالب علمانہ کوشش ہے اگرچہ مجھ جیسے ہیچ مداں کے لئے حدیث کے میدان میں اس طرح کا ایک بالکل نیا انداز اپنانا مشکل ہے لیکن یہ دورۂ حدیث شریف کے اساتذہ کرام کی مہربانی ہے کہ ان کی زبان سے سنے ہوئے نکات آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جن میں بعض نکات بالکل نئے ہیں۔ مثلاً اس حدیث کو لے لیجئے کہ اس سے ایک ایسا مسئلہ بڑی وضاحت کے ساتھ حل ہو رہا ہے کہ جس کے بارے میں دوسرے لوگوں کی طرف سے شرک تک کے

فتوے لگائے جاتے ہیں (اور بلکہ حضور علیہ السلام کے تصور سے نماز کے ضائع ہونے کا قول کیا جاتا ہے اور نعوذ باللہ اس کو گدھے اور بیل کے تصور سے برا کہا جاتا ہے) یعنی تصور شیخ کا مسئلہ اور حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین فرما رہی ہیں کہ میری پیارے آقا آج بھی میری نگاہوں کے سامنے ہیں اور میں ان کی مانگ میں لگائی ہوئی خوشبو کی چمک کو گویا دیکھ رہی ہوں اور یہ پیارا عقیدہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی نہیں بلکہ صحاح ستہ میں اس پر کئی حوالے موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

تصور شیخ کے بارے میں احادیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لانا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كانی انظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی راحلته وابوبکر ردفه وملاء بنی النجار حوله (بخاری شریف ج۱ص۶۱)

گویا میں اب بھی اپنے آقا علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ سواری پہ تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے ہیں اور بنی نجار کی جماعت آپ کے ساتھ ہے۔

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم علیہ السلام کے غسل مبارک کا ایک منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فخرج نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الیه الان یقطر راسه ماء (بخاری شریف ج۱ص۸۱)

حضور علیہ السلام (غسل کرنے کے بعد) تشریف لائے گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سرِ انور سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔

* حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کانما انظر الی بیاضه فی یده، گویا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس کی سفیدی دیکھ رہا ہوں (مہر

مبارک کی جو انگوٹھی میں تھی اور انگوٹھی چاندی کی تھی جو کہ آپ نے ہاتھ میں پہن رکھی
تھی اور اسی کی چمک کی بات حضرت انس کر رہے ہیں) (بخاری ج ۲ص ۸۷۳)

✳ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مسواک
کرنے کے انداز کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

فکانی انظر الی سواکه تحت شفته (بخاری ج ۲ص ۱۰۲۳)

گویا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک کے نیچے مسواک کو
دیکھ رہا ہوں۔

✳ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام سے میں نے سنا کہ
آپ فرما رہے ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں
عرض کروں گا یا اللہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے اس کو جنت میں داخل
فرما، چنانچہ داخل کر دیا جائے گا پھر میں کہوں گا جس کے دل میں ذرا سا بھی ایمان ہے
اس کو بھی جنت میں داخل فرما۔

فقال انس کانی انظر الی اصابع رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضرت انس فرماتے ہیں گویا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی مبارک انگلیاں
نظر آ رہی ہیں۔ (بخاری شریف ص ۱۱۱۸ ج ۲)

؎ وہ تصور میں رہتے ہیں میرے کیسے کہہ دوں کہ دیکھا نہیں ہے
ایسے پردے کے قربان جاؤں لاکھ پردوں میں پردہ نہیں ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کانی انظر الی النبی صلی الله علیه وسلم یحکی نبیا من
الانبیاء ضربه قومه فادموه فهو یمسح الدم عن وجهه وهو
یقول رب اغفر لقومی فانهم لا یعلمون (بخاری ج ۲ص ۱۰۲۴)

گویا کہ میں حضور علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں

سے ایک نبی علیہ السلام کا قصہ بیان کر رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو اتنا مارا کہ لہو
لہان ہو گئے۔ اپنے چہرۂ انور سے خون صاف کر رہے تھے اور اپنے رب سے دعا کر
رہے تھے اے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ یہ مجھے پہچانتے نہیں ہیں (یہ نبی علیہ السلام
بھی ہمارے آقا و مولیٰ ہی تھے اور واقعہ طائف کا بیان ہو رہا ہے مگر عاجزی و انکساری
کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہ فرمایا)

بخاری شریف کے علاوہ دیگر کتب صحاح اور مشکوٰۃ کے مندرجہ ذیل مقامات پہ
کانی انظر کے الفاظ والی احادیث ملاحظہ ہوں۔

ترمذی ج ۲ ص ۱۴۷، ج ۲ ص ۱۰۱، شمائل ترمذی ص ۷، ابوداؤد شریف ص ۶۵، ص ۱۱۸، ص ۱۳۶، ۲۳۱،
ج ۱، ابن ماجہ ص ۳۶، ص ۳۰۰، مشکوٰۃ ص ۳۵۴

✳ عورت ناقص العقل والدین ہوتی ہے، حدیث نمبر ۳۰۴

خصائص و امتیازات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے
ارشاد فرمایا:

اُعْطِيْتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ اَحَدٌ قَبْلِيْ

مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں۔

۱- نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيْرَةَ شَهْرٍ، ایک مہینے کی مسافت تک میرے مخالفین
کے دلوں میں میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔

۲- وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا فَاَيُّمَا رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِيْ
اَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلْيُصَلِّ

اور میرے لئے ساری زمین کو نماز کی جگہ بنا دیا گیا اور پاک کرنیوالی بنا دیا گیا۔
میری اُمت کے جس شخص پر جہاں بھی نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز پڑھ لے۔

۳- وَاُحِلَّتْ لِیَ الْمَغَانِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ

میرے لئے اموال غنیمت کو حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔

۴-وَاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃُ

اور مجھے شفاعت (کبریٰ) عطا فرمائی گئی۔

۵-کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَّبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً

(حدیث نمبر ۳۳۵)

ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کے خصائص و خصائل و امتیازات ابو سعید نیشاپوری نے شرف المصطفیٰ میں ساٹھ بیان کئے۔ خصائص کبریٰ میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے کثیر تعداد میں بیان فرمائے۔ کتب حدیث میں مندرجہ بالا پانچ کے علاوہ مزید یہ بھی ملتے ہیں۔

* اعطیت بجوامع الکلم، مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔

* ختم بی النبیون، مجھ پر نبیوں کی آمد کا سلسلہ ختم کیا گیا۔

* جعلت صفوفنا کصفوف الملائکۃ، ہماری صفوں کو فرشتوں کی صفوں کی طرح بنایا گیا۔

* اوتیت ہولاء الایات الاخرسورۃ البقرۃ من کنز تحت العرش، مجھے سورۂ بقرہ کی آخری آیات عرش کے نیچے خزانے سے دی گئیں۔

* او تیت مفاتیح خزائن الارض، مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔

* سمیت احمد، میرا نام احمد رکھا گیا۔

* جعل لی التراب طھور، میرے لئے مٹی کو پاک کرنیوالا بنایا گیا۔ (تیمم کے لیے)

* جعلت امتی خیر الامم، میری اُمت کو بہترین اُمت بنایا گیا۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہوں میرے شاہا میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

* حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک سفر میں ہار گم ہونا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کی آیت کا نازل ہونا حدیث نمبر ۳۳۴ میں دیکھئے۔

* لیلۃ التعریس میں صبح کی نماز قضاء ہونے کا واقعہ اور اس واقعہ میں حضور علیہ السلام کے عظیم معجزے کا ذکر حدیث نمبر ۳۴۴ میں ہے۔

حکمت عملی یا مداھنت فی الدین:

اس طویل حدیث میں ایک مقام پہ خاص طور پر میں نے ایک حوالے کا نشان لگایا اس کا ذکر کر دوں کہ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے شدید پیاس کی وجہ سے حضور علیہ السلام سے پانی طلب کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہما (جس کا نام عوف ہے اور راوی ان کا نام بھول گئے) کو پانی کی تلاش میں بھیجا، انہیں ایک عورت ملی جو پانی سے بھرے ہوئے دو بڑے مشکیزے یا چھاگلیں اونٹ پہ رکھ کر لے جا رہی تھی۔ ان ہر دو حضرات نے اس عورت سے پانی کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا! کل اس وقت میں پانی کے پاس تھی (یعنی پانی بہت دور ہے) اور ہمارے مرد پیچھے رہ گئے ہیں، انہوں نے فرمایا: یہ بات ہے تو چل ہمارے ساتھ، وہ بولی کہاں؟ فرمایا: ہمارے حضور، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، قالت الذی یقال لہ الصابی، عورت بولی کیا وہی شخص جس کو صابی کہا جاتا ہے اور خود امام بخاری نے حدیث کے آخر میں صابی کا معنی کیا ہے۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں جانے والا جبکہ ابوالعالیہ نے فرمایا ہے: الصائبین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو کہ زبور پڑھتے ہیں اور ''اَصْبُ'' کا معنی ہے میں مائل

ہوں۔ مجاہد نے کہا نہ یہ یہودی ہیں نہ عیسائی نہ ان کا کوئی دین ہے، ان کا ذبیحہ حرام
ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ بہر حال دونوں صحابہ میں سے کسی نے بھی
اس عورت کو نہیں کہا کہ تو غلط کہتی ہے وہ صابی نہیں ہیں بلکہ فرمایا: هو الذی تعنین،
وہی جو تو سمجھ رہی ہے کیونکہ اگر اس کو ٹوکتے تو مطلوبہ نتیجہ (پورے خاندان بمعہ اس
عورت کا مسلمان ہونا) سامنے نہ آتا، فیه حسن الادب اذلو قالا لا لفات
المقصود اونعم اذ فیه تقریر ذلك (کذافی العینی) اس میں حسن ادب ہے
کیونکہ اگر انکار کرتے تو مقصد فوت ہو جاتا اور ہاں کہتے تو اس کی بات کی تصدیق تھی۔
ثابت ہوا کہ موقع محل دیکھ کر بڑے فائدہ کے حصول کے لئے اس طرح کی نرمی جائز
ہے اور یہ مداهنت فی الدین نہیں ہے جو کہ ناجائز ہے بلکہ حکمت عملی ہے جو کہ حکم خدا
ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمة۔

* حدیث معراج جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ حضور علیہ السلام کی
ملاقات کا تذکرہ ہے اور پچاس سے پانچ نمازیں فرض ہونے کا ذکر حدیث نمبر ۳۴۹
میں ملاحظہ ہو

ابتداء ہر نماز کی دو دو رکعتیں ہی فرض تھیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ
وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِيْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ

(حدیث نمبر ۳۵۰)

اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض کی تو سفر وحضر میں دو دو رکعتیں ہی فرض فرمائیں
پھر سفر میں تو دو ہی رہیں اور حضر میں (بعض کے اندر) اضافہ کر دیا گیا۔

صرف ایک کپڑے میں نماز ادا کرنا اور صحابہ کرام کی تنگدستی کے واقعات:

حضرت محمد بن منکدر فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ

ایک ہی کپڑے (تہبند) میں نماز ادا کر رہے ہیں اور اس طرح کہ اسے گدی پر
باندھے ہوئے تھے حالانکہ ان کے کپڑے مشجب (کپڑے رکھنے کی جگہ) پر رکھے
ہوئے تھے، کسی نے عرض کیا کہ آپ ایک ہی چادر میں نماز ادا کر رہے ہیں؟ فرمایا:
لِيَرَانِیْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ، تیرے جیسے بے وقوف کو دکھانے کیلئے پھر خود ہی فرمایا:
حضور علیہ السلام کے دور میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے ہوتے تھے؟

(حدیث نمبر ۳۵۲)

حضور علیہ السلام نے خود ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی ہے۔ (۳۵۳)
اور وہ اس طرح کہ اس کپڑے کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پہ الٹ کر
ڈالتے (۳۵۴) وجہ وہی تھی کہ دو کپڑے میسر نہ تھے۔ بعض صحابہ کی حالت یہ تھی کہ
حضرت سہل فرماتے ہیں:

یصلون مع النبی صلی الله علیه وسلم عاقدی ازرهم علی
اعناقهم کهیئة الصبیان

(ایک چادر وہ بھی چھوٹی ہونے کی وجہ سے) حضور علیہ السلام کے ساتھ
نماز پڑھتے تو بچوں کی طرح گردن کے ساتھ باندھ لیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ستر اصحاب صفہ دیکھے کہ ان
میں سے بعض وہ تھے جن کے پاس صرف ایک چادر یا تہبند یا کمبل ہوتا جو انہوں نے
اپنی گردنوں کے ساتھ باندھا ہوتا تھا، (پنجابی میں اس کو بوکی باندھنا کہا جاتا ہے)
بعض کا کپڑا آدھی پنڈلی تک ہوتا اور بعض کا ٹخنوں تک جسے وہ اپنے ہاتھوں سے تھامے
رکھتے تاکہ شرمگاہ برہنہ نہ ہو جائے۔ (بخاری ص ۶۳ ج ۱)

حضرت علی المرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کسی وجہ سے گھر میں تلخ کلامی ہوئی اور
ناراض ہو کر مسجد میں چلے گئے۔ حضور علیہ السلام کو علم ہوا تو آپ مسجد میں تشریف لے
گئے۔ دیکھا تو حضرت علی کی حالت یہ تھی کہ ایک طرف سے ان کی چادر گری ہوئی تھی،

جسم پہ مٹی لگی ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام حضرت علی کے جسم سے مٹی جھاڑ رہے تھے اور
فرما رہے تھے: قم ابا تراب قم ابا تراب، اٹھ اے مٹی والے اٹھ اے ابو تراب۔
(بخاری ج ۱ ص ۶۳)

چنانچہ عورتوں کو حکم تھا:

لاترفعن رؤسکن حتّٰی یستوی الرجال جلوسا

تم اپنے سروں کو سجدے سے نہ اٹھایا کرو جب تک کہ مرد پوری طرح سنبھل کر نہ
بیٹھ جائیں (تاکہ کسی عورت کی نظر کسی مرد کی شرمگاہ پہ نہ پڑے) (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱)

چنانچہ احتباء سے منع فرمایا گیا اور احتباء یہ ہے کہ:

ان یحتبی الرجل فی ثوب واحد لیس علی فرجه منه شیئا

ایک کپڑے کو اپنے گرد اس طرح لپیٹ کر بیٹھنا کہ شرمگاہ ننگی رہے۔ اس بارے
میں چند احادیث بخاری شریف ج اول کے مندرجہ ذیل صفحات پہ ہیں ۶۴، ۵۳، ۸۲
اسی طرح اشتمال الصماء سے بھی منع فرمایا اور وہ فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ ایک
کپڑے میں لپٹ جائے پھر اس کا ایک کنارہ اٹھا کر کندھے پہ کرلے جس سے شرمگاہ
برہنہ ہو جائے۔ اگر شرمگاہ برہنہ نہ ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اہل
لغت کی تفسیر کے مطابق اشتمال الصماء اور ہے، اور فقہاء کرام نے جو تفسیر کی ہے اس
کے ساتھ نماز حرام ہے۔

جب اللہ نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت پیدا کرو

معلوم ہوا! کپڑوں کی قلت تھی اس لئے یہ اجازت تھی ورنہ حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے جب ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:
اذا وسع اللہ فاوسعوا، جب اللہ نے وسعت دی ہے تو تم بھی وسعت کرو
(اور کم از کم دو کپڑوں میں تو نماز پڑھو) (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳)
لہٰذا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس معاملہ میں بخل کرنا اور ننگے سر نماز کے لئے

کھڑے ہو جانا یا پورے بازوؤں والی قمیص ہونے کے باوجود شرٹ میں نماز پڑھنا یا
آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے۔

یاد رہے! کپڑے اگرچہ کفار کے بنے ہوئے ہوں ان کو نہ صرف یہ کہ بغیر
دھونے کے پہنا جاسکتا ہے (جبکہ ان کے نجس ہونے کا یقین نہ ہو) بلکہ ان میں نماز
بھی پڑھی جاسکتی ہے (جبکہ ان پر جاندار کی تصاویر وغیرہ نہ ہوں) حضرت حسن بصری
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجوس جو کپڑے بنتے ہیں ان کے پہننے میں کوئی حرج نہیں۔
(بخاری ص ۵۲ ج ۱)

حضرت معمر فرماتے ہیں: میں نے امام زہری کو دیکھا کہ وہ یمن کے ان کپڑوں کو
پہن لیا کرتے تھے جو پیشاب سے رنگے جاتے تھے (ایضا) یا تو دھو کر استعمال کرتے یا
پھر یہ حلال جانوروں کا پیشاب ہوتا جو ان کے نزدیک پاک ہے۔ حضور علیہ السلام نے
خود شامی جبہ استعمال فرمایا جس کی آستینیں اتنی تنگ تھیں کہ جبہ کے اندر سے بازو
نکالنے پڑے (اور شام اس وقت دارالکفر تھا) (بخاری شریف حدیث نمبر ۳۶۳)

خیال رہے! کفار کی وضع کے کپڑے پہننا بحکم حدیث ممنوع ہے۔ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: ایاکم وزی الاعاجم، عجمیوں کی وضع سے بچو، نیز فرمایا:
من تشبه بقوم فهو منهم، جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہیں میں سے
ہے۔ لہٰذا اس سے مراد یہ ہوسکتا ہے کہ وہ چیز جو کفار کی علامت (شعار) بن چکی ہو یا
بحالت مجبوری اجازت ہو اور جبہ شامیہ جو حضور علیہ السلام نے استعمال فرمایا وہ اگرچہ
شام میں بنتا تھا مگر اہل عرب بکثرت استعمال کرتے تھے۔ لہٰذا وہ کفار کی وضع کا نہ تھا۔

پیکر شرم وحیاء، پیارے مصطفیٰ علیہ التحیة والثناء:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم (اہل مکہ کے ساتھ) خانہ کعبہ کے لئے پتھر ڈھو رہے تھے اور حضور پاک صرف
تہبند پہنے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس نے کہا! اے بھتیجے

اگر تو تہبند کھول (اتار) کر پتھر کے نیچے کندھے پہ رکھ لے (تو سہولت ہو جائے)
چنانچہ جونہی آپ نے تہبند اتارا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے، فما
رای بعد ذلك عریانا (حدیث نمبر ۳۶۴) اس کے بعد آپ کو کبھی برہنہ نہ دیکھا گیا اور
یہ واقعہ بھی اس لئے ہوا کہ ابھی وحی نہیں آئی تھی اور حلال وحرام کے احکام نازل نہ
ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ معصیت نہ ہوا پھر اس زمانے میں لوگ اس میں کوئی حرج نہ جانتے
تھے۔ تبھی آپ کے چچا نے آپ کو مشورہ دیا لیکن آپ کی حالت نے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ کو اچھے اخلاق اور پاکیزہ طبیعت پہ پیدا فرمایا ہے اور آپ اعلان نبوت سے
پہلے بھی رذائل اور معایب سے مبرّا تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام
کنواری شرمیلی پردہ نشین لڑکی سے بھی زیادہ حیاء والے تھے یہی وجہ تھی کہ ستر کھلتے ہی
بے ہوش ہو گئے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "صحیح بات یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم
السلام ہر عیب سابق و لاحق سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے جس میں اللہ تعالیٰ کی
نافرمانی کا شبہ بھی ہو معصوم ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ اس کا تصور بھی محال کے مثل
ہے اس لئے کہ گناہ کا تصور تو شریعت کا حکم آجانے کے بعد ہی ہوگا خواہ صغیرہ ہو یا
کبیرہ۔ (شرح شفا ملا علی قاری ج ۲ ص ۲۶۴)

نیچی نظروں کی شرم و حیاء پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

ولیمۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

خیبر فتح ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عرض
کرنے پر وہاں کے سردار کی بیٹی حضرت صفیہ بنت حیی کو آزاد فرما کر ان سے نکاح کیا
اور راستے ہی میں حقوق زوجیت ادا فرمائے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد
فرمایا: جس کے پاس جو کچھ ہے (ولیمے کے لئے) لے آؤ چنانچہ دستر خوان بچھا دیا گیا

لوگ آنا شروع ہو گئے کوئی کھجور لا رہا ہے تو کوئی گھی لے کر آ رہا ہے کسی کے پاس ستو
تھے تو وہ لے کر آ گیا ان سب کو ملا کر ملیدہ بنایا گیا: فکانت ولیمة رسول اللہ صلی
اللہ علیه وسلم، پس یہ حضور علیہ السلام کا ولیمہ تھا۔ (حدیث نمبر ۳۷۱)

حضور علیہ السلام نے ہر کام میں سادگی کو پسند فرمایا ہے۔ کھانے پینے میں بھی اور
پہننے میں بھی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: (ریشم حرام ہونے سے پہلے) حضور علیہ
السلام کو ریشمی قبا ہدیہ میں دی گئی، آپ نے پہنی نماز پڑھی اور نماز کے بعد کراہت
کرتے ہوئے سختی سے اتار دی اور فرمایا:

لا ینبغی هذا للمتقین، یہ پرہیزگاروں کے لئے نہیں ہے۔ (بخاری ص ۵۴ ج ۱)

کاش اہل اسلام اپنے ہر معاملہ میں اس سادگی کو اپنائیں اور تکلفات کو پس پشت
ڈالیں جتنے اخراجات شادی بیاہ اور ولیموں پہ ہوتے ہیں وہ اپنے غریب مسلمان
بھائیوں کی غربت کے خاتمے کیلئے کریں تو جنت کی ہوائیں چلنے لگیں اور حضور علیہ
السلام کی نظر رحمت ہم پہ ہونے لگے۔

کعبہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاض:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جب (مکہ شریف
سے ہجرت کر کے) مدینہ پاک تشریف لائے تو اپنے ننھیال انصار میں اترے اور آپ
نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی جبکہ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ (کعبہ شریف) ہوتا اور حضور علیہ السلام
نے کعبہ کی طرف منہ کر کے جو سب سے پہلی نماز ادا فرمائی وہ عصر کی تھی اور لوگوں نے
بھی نماز پڑھی، ایک صاحب ایک مسجد کے پاس سے گزرے جبکہ لوگ رکوع میں تھے۔
اس صاحب نے اللہ کی قسم اٹھا کر (باآواز بلند) کہا کہ حضور علیہ السلام نے مکہ کی طرف
منہ کر کے نماز ادا فرمائی ہے یہ سنتے ہی وہ لوگ بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔ اسی موقع پہ
اللہ تعالیٰ نے دوسرے پارے کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں جن میں حضور علیہ السلام

کو علیحدہ اور تمام اہل ایمان کو علیحدہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ (حدیث نمبر ۳۳۹)

جس طرف رُخ وہ موڑ لیتے ہیں

نیز فرمایا فلنولینك قبلة ترضها ، ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جو آپ کو پسند ہے۔ معلوم ہوا! اللہ تعالیٰ حضور علیہ السلام کی پسند کا بہت لحاظ فرماتا ہے کہ آپ کی پسند کی خاطر ساری کائنات کے قبلے کو تبدیل فرما دیا

دیکھو محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں

اہل عرب ایک بات کہا کرتے تھے کہ فلاں کو فلاں سے اتنی محبت ہے اگر اس کا محبوب اپنے محب کو کہے تو وہ اپنا قبلہ تبدیل کر دے۔ مگر اس مثال کو عملی جامہ کسی نے کبھی نہ پہنایا۔ آخر خدا نے یہ کام کر دکھایا اور دنیا کو بتا دیا کہ مجھے اپنے محبوب سے اتنی محبت ہے کہ اگر میرا محبوب مجھے کہے بھی نہ بس دل میں خواہش پیدا کرے تو میرے سارے جہان کے قبلے کو تبدیل کر دوں۔

کعبہ بنتا ہے اس طرف ہی ریاض
جس طرف رخ وہ موڑ دیتے ہیں
جس طرف وہ نظر نہیں آتے
ہم وہ رستہ ہی چھوڑ دیتے ہیں

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ بھی دیکھیں فاستقبلوها وكانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة (بخاری ص ۵۸ ج ۱) شام (بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں جونہی سنا کہ حضور علیہ السلام نے کعبہ کی طرف منہ کرلیا ہے تو نماز کے اندر ہی کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
یہ لوگ کیا تھے جو حبیب کبریا سے ملے

آقا علیہ السلام بھی ان نفوس قدسیہ کی دلجوئی فرماتے اس کی صرف ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ (جو کہ نابینا تھے اور گھر میں نماز ادا کرتے تھے حضور علیہ السلام کو دعوت دیتے ہیں کہ میرے گھر میں کسی مقام پہ نماز ادا کریں تاکہ اس جگہ کو مسجد البیت بنالوں حضور علیہ السلام ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: این تحب ان اصلی لك من بیتك، کس جگہ تیرے لئے نماز ادا کروں؟ کہتے ہیں میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا تو حضور علیہ السلام نے تکبیر کہی، ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں اور آپ نے دو رکعت نماز (نفل بغیر تداعی کے باجماعت) پڑھائی۔ (بخاری ج ۱ ص ۶۰)

اہل مدینہ نے اسلحہ پہن کر حضور علیہ السلام کا استقبال کیا:

جب حضور علیہ السلام مکہ شریف سے ہجرت کر کے حضرت ابوبکر صدیق کی معیت میں مدینہ پاک تشریف لائے تو مدینہ کے عوالی (بالائی حصہ) میں بنو عمرو بن عوف قبیلہ کے ہاں آپ نے چوبیس دن قیام فرمایا پھر آپ نے بنو نجار قبیلہ کو (جو کہ حضرت عبدالمطلب کا ننہالی قبیلہ تھا اور بچپن میں جب حضور علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ تشریف لائے تو اسی قبیلہ کے ہاں اس رشتہ کی وجہ سے قیام فرمایا اور اس قبیلہ کو بلانے کا سبب بھی یہی تھا چنانچہ جب آپ نے اس قبیلہ کو) بلایا تو وہ کس شان سے آئے حدیث کے الفاظ ہیں:

فَجَاءُوْا مُقَلِّدِيْنَ السُّيُوْفَ (حدیث نمبر ۴۲۸)

وہ لوگ تلواریں لگائے ہوئے (حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں) حاضر ہوئے۔ اس حدیث میں ہے کہ آپ نے بنی نجار کو فرمایا: یہ باغ پیسے لے کر مجھے بیچ دو تو انہوں نے عرض کیا! لا والله لا نطلب ثمنه الا الى الله، ہم تو اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ چنانچہ وہاں مشرکین کی قبریں تھیں جن کو آپ نے اکھیڑنے کا حکم دیا (اور آج یار لوگ اس واقعہ کو لے کر اولیاء کرام کی قبروں کے درپے ہیں کہاں

مشرکین کی قبریں اور کہاں اولیاء اللہ کے مزارات۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔) پھر وہاں حضور علیہ السلام نے اس طرح مسجد تعمیر فرمائی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود بھی موجود رہے۔ وہ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور حضور علیہ السلام ان کی یوں حوصلہ افزائی فرماتے:

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَہْ ۔ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَہْ

اے اللہ آخرت کی بھلائی (جیسی) کوئی بھلائی نہیں (میرے) انصار و مہاجرین کو اپنی بخشش نصیب فرما۔ (حدیث نمبر ۴۲۸)

اس حدیث میں خاص طور پہ جو بات یاد رکھنے والی ہے وہ یہ ہے کہ

فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقبور المشرکین فنبشت

پس حضور علیہ السلام کے حکم سے مشرکین کی قبروں کو اکھیڑ دیا گیا جبکہ اہل اسلام کی قبروں کی عزت کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ لہٰذا جہاں بھی قبروں کو اکھیڑنے کا ذکر آئے گا وہاں مشرکین ہی کی قبریں مراد ہوں گی نہ کہ اہل اسلام کی اور یہ بہت بڑی بددیانتی و بدبختی ہے کہ اس حوالے کو لے کر صحابہ کرام، اہل بیت عظام، ازواجِ مطہرات اور اولیاء کرام کی قبروں کی توہین کی جائے جیسا کہ جنت البقیع میں کیا گیا۔

دوسری بات یہ کہ بنی نجار نے اپنے رواج کے مطابق مسلح ہو کر حضور علیہ السلام کی آمد پر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ لہٰذا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پہ اگر چودہ اگست اور تیئس مارچ کی طرح جھنڈیاں لگا کر اور چراغاں کر کے اپنے آقا علیہ السلام کی آمد کی خوشی منائی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ کیا وجہ ہے کہ جس قائد اعظم نے پاکستانی قوم کو ہندو کی غلامی سے نجات دلائی اس دن کوئی فتویٰ نہیں لگتا تو جس دن پوری اُمت کو جہنم کی آگ سے نجات دلانے والے تشریف لائے آخر سارے فتویٰ اسی دن ہی کیوں یاد آتے ہیں؟

نمازی کے لئے فرشتوں کی دعا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عظمت نشان ہے جب تک نمازی نماز پڑھ کر اپنی جگہ (مسجد میں جہاں نماز ادا کی ہے) میں بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ تب تک جاری رہتا ہے جب تک وہ بندہ بے وضو نہیں ہو جاتا۔ فرشتوں کی دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ (حدیث نمبر ۴۴۵)

اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس پر رحم فرما۔

یہ حدیث بخاری شریف ج ۱ کے ص ۶۹ پہ قدرے تفصیل کے ساتھ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: گھر یا بازار میں اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہے پس جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں صرف نماز کے ارادے سے آئے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوگا اور ایک گناہ معاف ہوگا۔ یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو جائے پس جب مسجد میں داخل ہو گیا تو نماز میں رہے گا جب تک (نماز کے انتظار میں) وہاں بیٹھا رہے جہاں نماز پڑھی ہے اتنی دیر فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وضو توڑ کر کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (یاد رہے! حدیث میں آتا ہے دن اور رات کے فرشتے صبح و عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں اور جب رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے کے باوجود ان سے پوچھتا ہے! تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں: ترکناھم وھم یصلون واتیناھم وھم یصلون، ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور جب ہم ان کے پاس سے واپس آئے تو بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

(بخاری ج ۱ ص ۷۹)

* نماز فجر کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسفر وابالفجر فانه اعظم للاجر، فجر کی نماز اجالے میں پڑھو اس میں اجر زیادہ ہے۔ حضور علیہ السلام جب فجر کی نماز کا سلام پھیرتے تو: تعرف الرجل جليسه ويقرا بالستين الى المائة، تو ہر شخص اپنے ساتھی کو اجالے کی وجہ سے پہچان سکتا تھا۔ اور ساٹھ سے سو تک آیات پڑھی جاتی تھیں۔ (بخاری ج ۱ ص ۷۸)
* رمضان شریف میں سحری اور نماز فجر کے درمیان پچاس یا ساٹھ آیات پڑھنے کے برابر فاصلہ ہوتا (ج ۱ ص ۸۱ بخاری) اس سے غلس یعنی اندھیرے میں نماز پڑھنے کا جواز تو مل سکتا ہے لیکن فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی۔
* نماز با جماعت کیلئے امام کے انتظار کا ثبوت ص ۸۱ اور ص ۸۴ پر دیکھئے۔
* فرائض کے علاوہ باقی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ (ج ۱ ص ۱۰۱ بخاری)
* حضرت عمر نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھتے تھے۔ (ص ۱۰۸ ج ۱ بخاری)

بات ہو رہی تھی فرشتوں کی دعا کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص فرشتوں کی دعائیں لینا چاہے اور بغیر محنت کے گناہ معاف کروانا چاہے وہ نماز پڑھ کر باوضو مصلے پہ بیٹھا رہے۔ ایک تو اس کو نماز کا ثواب ملتا رہے گا کیونکہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا بھی نماز کے قائم مقام ہے۔ دوسرا وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا حقدار ہو جائے گا کیونکہ فرشتوں کی دعا کے قبول ہونیکی زیادہ امید ہے اور فرشتے اسی کے لئے دعا کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور یہ کہ بے وضو شخص فرشتوں کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ مسجد میں قصداً بے وضو بیٹھنے کو مکروہ فرماتے ہیں۔

حضرت عمار کے بارے میں فرمایا: تقتله الفئة الباغيه (حدیث نمبر ۴۴۷) اس کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

مسجد کی صفائی کی فضیلت:

مسجد بنانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا (قال بكير حسبت انه قال يبتغى به وجه الله) بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ (حدیث نمبر ۴۵۰)

جو شخص اللہ کی رضا کیلئے مسجد بنوائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی مثل جنت میں (اس کا گھر) بنائے گا۔

تاہم مسجد کی صفائی کرنے کی فضیلت بھی کچھ کم نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام مرد یا عورت مسجد (نبوی شریف) کی صفائی کیا کرتی تھی جو فوت ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے اس کے بارے میں پوچھا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا (کہ وہ فوت ہو گئی ہے اور ہم نے رات کو ہی اس کا جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا ہے' آپ کو اطلاع اس لیے نہ دی کہ رات کے وقت آپ کو تکلیف ہو گی) تو سرکار نے فرمایا: تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی چلو مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پہ تشریف لائے اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (حدیث نمبر ۴۵۸)

اور فرمایا: ان هذه القبور مملوءة على اهلها وان الله ينورها لهم بصلوتى عليهم (مسلم شریف ج ۱ باب الصلوٰۃ علی القبر ص ۳۱۰)

ان قبروں میں اندھیرا تھا میری نماز کی برکت سے اندھیرا روشنی میں تبدیل ہو گیا۔

بخاری شریف کی حدیث نمبر ۴۶۰ میں ہے کہ وہ عورت ہی تھی۔

بہر حال معلوم ہوا! مسجد کی خدمت و صفائی اللہ کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے تبھی تو حضرت عمران کی بیوی حنہ نے نذر مانی تھی: مافی بطنی محرر،

جو کچھ میرے پیٹ میں ہے آزاد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: محررا للمسجد یخدمه، یعنی مسجد (اقصیٰ) کی خدمت کیلئے آزاد ہے۔

(بخاری شریف ج ا ص ۶۵)

اور یہ بھی معلوم ہوا! حضور علیہ السلام کے دور اقدس میں آپ جب تک نماز جنازہ ادا نہ فرماتے تھے قبریں روشن ومنور نہیں ہوتی تھیں۔ نیز مسجد کی صفائی کرنے والی وسیلہ بنی حضور علیہ السلام کی دعا یا نماز جنازہ کا اور اس وسیلے سے تمام اہل قبور کا کام بن گیا کہ سب کی قبریں روشن ہوگئیں۔

مسجد میں (اچھے) اشعار پڑھنا:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو انہوں نے فرمایا: یہاں اشعار پڑھ رہے ہو حالانکہ تم سے بہتر ذات (حضور علیہ السلام) یہاں تشریف فرما ہیں۔ حضرت حسان نے حضرت ابوہریرہ کی طرف دیکھا (کہ مجھے حضرت عمر سے بچانے کا انتظام کرو اور کہا) اے ابوہریرہ! میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں مجھے بتاؤ کہ تم نے حضور علیہ السلام سے سنا نہیں کہ (آپ مجھے) فرمایا کرتے:

يَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (حدیث نمبر ۴۵۳)

اے حسان! اللہ کے رسول کی طرف سے (کافروں کو) جواب دے۔ اے اللہ تعالیٰ! روح القدس (جبریل امین) کے ذریعے اس (حسان) کی مدد فرما۔

حضرت ابوہریرہ نے کہا! ہاں ایسا ہی ہے میں نے (حضور علیہ السلام سے خود سنا۔ یہاں حدیث مختصر ہے پوری حدیث کا نمبر ۳۲۰۲ ہے۔

تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے تقدس کا بڑا اہتمام فرمایا

کرتے تھے۔ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں: میں مسجد میں کھڑا تھا تو مجھے کسی نے کنکری ماری میں نے دیکھا تو حضرت عمر تھے جو مجھے فرما رہے تھے کہ ان دو شخصوں کو بلا کر لاؤ میں ان کو بلا کر لایا تو حضرت عمر نے ان سے پوچھا تم کس قبیلے سے ہو یا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا! ہم طائف سے آئے ہیں فرمایا: اگر تم اس شہر کے ہوتے (باہر سے نہ آئے ہوتے) تو میں تمہیں صرف سزا دیتا: (انہوں نے پوچھا: ہمارا جرم کیا ہے؟ فرمایا: یہ کم جرم ہے کہ) ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم تم دونوں حضور علیہ السلام کی مسجد میں آواز بلند کر رہے ہو۔

(بخاری شریف ص ۶۷ ج ۱)

کیونکہ جب ظاہری حیات میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اونچی آواز کرنے سے منع فرمایا گیا ہے: یا ایها الذین امنو الاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی، (الحجرات)۔ تو بعد الوصال بھی یہی حکم ہے۔ اس عاجز کو پہلی مرتبہ ۱۹۸۹ء میں حاضری کا موقع نصیب ہوا تو ریاض الجنہ شریف میں تلاوت کرتے ہوئے آواز بلند ہوگئی تو ایک عربی نے یہی آیت پڑھ کر میری رہنمائی فرمائی۔ جس پر میں شرمندہ بھی ہوا اور آگاہ بھی ہوا کہ جب تلاوت کی آواز بلند کرنا بھی مناسب نہیں ہے تو باتیں کرنا کیوں نہ ادب کے خلاف ہوگا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

عجیب بات ہے کہ حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا: اللہ کے گھر میں یا اللہ کی مسجد میں آوازیں بلند کرتے ہو نہ ہی ان لوگوں نے عرض کیا: ان المساجد لله، مسجدیں تو ساری اللہ کی ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کہاں سے آگئی۔ معلوم ہوا! اس وقت تک ابھی اس نظریہ کے لوگ پیدا نہیں ہوئے تھے جن کو اس طرح کی باتوں میں شرک نظر آتا ہے۔

بُرے اشعار کی مذمت

بُرے اشعار کے بارے میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لان یمتلئ جوف احدکم قیحا خیر من ان یمتلئ شعرا

(بُرے) اشعار پڑھنے سے پیٹ کو پیپ سے بھر دینا بہتر ہے۔

اور اچھے شعروں کے بارے میں فرمایا: ان من الشعر لحکمۃ، بعض اشعار میں دانائی ہوتی ہے۔ قرآن مجید سورۂ شعراء کے آخر میں بُرے شعراء کی مذمت کی گئی اور ایماندار، نیک اعمال والے اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے شعراء کی حوصلہ افزائی فرمائی گئی پھر حمد خدا اور نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اچھے اشعار کون سے ہو سکتے ہیں؟

حمد ہے اس ذات کو جس نے مسلماں کر دیا
عشق محبوب خدا سینے میں پنہاں کر دیا

✻ بنی حنیفہ قبیلے کے سردار ثمامہ بن اثال کو مسجد میں باندھا اور پھر اسلام قبول کرنے کا واقعہ حدیث نمبر ۴۶۹ میں ہے اور اس ایمان افروز واقعہ کو تمام تفصیلات کے ساتھ ہماری کتاب الباقیات الصالحات میں پڑھا جا سکتا ہے۔

چھڑیاں روشن ہو گئیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دو شخص حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبادہ بن بشر اور اسید بن الحضیر رضی اللہ عنہما (نماز کی انتظار کی وجہ سے رات دیر تک حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر رہنے کے بعد جب) بارگاہ نبوت سے گھر کی طرف واپس لوٹے تو ان کے ہاتھوں میں دو چھڑیاں مثل چراغ ان کے آگے آگے روشنی کر رہی تھیں اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو گھر پہنچنے تک ہر ایک کے ساتھ ایک (نور کی) روشنی تھی۔ (حدیث نمبر ۴۶۵)

یہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ کا فیضان تھا کہ چھڑیوں نے روشنی دینی شروع کر دی

اس لحاظ سے یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ تھا اور دوسری جہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامت تھی۔ امام اہل سنت نے کیا خواب کہا:

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

راز دارِ نبوت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللّٰہِ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا و آخرت میں اختیار دے دیا ہے تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کر لیا ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق نے رونا شروع کر دیا (حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے اپنے دل میں سوچا (کہ اس میں رونے کی کون سی بات ہے) اس بوڑھے کو کس چیز نے رلایا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو دنیا و آخرت میں اختیار دیا ہے اور اس بندے نے آخرت کو پسند کر لیا ہے (لیکن بعد میں پتہ چلا کہ) وہ بندہ تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ وکان ابوبکر اعلمنا، واقعی ابوبکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے رونے پر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا اَبَا بَکْرٍ لَا تَبْکِ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ

اے ابوبکر! مت رو رفاقت اور مال کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر کا ہے۔

وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا مِنْ اُمَّتِیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ وَلٰکِنْ

أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ

اگر اپنی اُمت میں سے میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کا رشتہ اور محبت کافی ہے۔

لَا يُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ

مسجد میں جتنے دروازے کھلتے ہیں سب بند کر دیئے جائیں مگر ابوبکر کا دروازہ (باقی رہنے دیا جائے) (حدیث نمبر ۴۶۶)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پہ بخاری شریف میں کئی احادیث ہیں ان میں سے چند مقامات مندرجہ ذیل ہیں۔

(ص ۶۷، ص ۶۸، ص ۶۹، ص ۸۳، ص ۸۵، ۹۱، ص ۳۰۷، ۳۸۰، ص ۵۵۲، ج ۱)

کسی نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں:

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ ان جگہوں کو تلاش کر کر کے وہاں نماز ادا فرماتے تھے کہ جہاں (دوران سفر) حضور علیہ السلام نے نماز ادا کی ہوتی اور فرماتے کہ ان کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(حدیث نمبر ۴۸۳، نمبر ۱۵۳۲)

اگلی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وہ تمام مقامات یاد تھے جہاں حضور علیہ السلام نے نماز ادا کی تھی اور آپ ان مقامات کی علامات بھی بتاتے: وقد کان عبداللہ یعلم المکان الذی کان صلی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور حتی الوسع ان مقامات کے علاوہ مقامات پہ نماز ادا نہیں کرتے تھے، فلا یصلی الظہر حتی یاتی ذلک المکان فیصلی فیہ الظہر (طویل حدیث)

مجھے کیا غرض تھی رکوع سے مجھے ہوش کب تھی سجود سے
کسی نقش پا کی تلاش تھی کہ میں جھک رہا تھا نماز میں

اور جب حضرت عبداللہ کعبہ معظمہ میں داخل ہوتے تو حضرت بلال (ان کا مزاج سمجھ کر) انہیں بتاتے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فیہ، حضور علیہ السلام نے یہاں نماز ادا فرمائی ہے اور وہ فرماتے حرج تو کوئی نہیں چاہے کعبہ کے کسی کونے میں نماز پڑھ لی جائے۔ (مگر میرا ایک اپنا ذوق ہے) (حدیث نمبر ۵۰۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما زبردست عامل بالسنۃ تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایمان افروز عقیدہ بعض لوگوں کو جب پسند نہیں آتا تو کہہ دیتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو سہولت پسند تھے حالانکہ آپ سہولت پسند نہ تھے بلکہ زبردست عامل بالسنہ اور عالم بالحدیث تھے اس بارے میں ایک حدیث ملاحظہ ہو۔

حضرت سالم اپنے باپ عبداللہ سے ہی روایت فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کے دور میں جس کو کوئی خواب آتا وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بیان کرتا اور آپ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے۔ حضرت عبداللہ کو خواب آیا تو انہوں نے شرم وحیاء کی وجہ سے حضور علیہ السلام کے سامنے تو بیان نہ کیا لیکن اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بیان کیا۔ انہوں نے آگے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم الرجل عبداللہ لو کان یصلی من الیل

عبداللہ بہت اچھا بندہ ہے اگر رات کو نماز (تہجد) پڑھا کرے۔

فکان بعد لاینام من الیل الا قلیلا (حدیث نمبر ۱۱۲۱)

اس کے بعد حضرت عبداللہ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

وکان ابن عمر یحج کثیرا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بہت زیادہ حج کیا کرتے تھے۔ (باب من لم یدخل الکعبۃ ترجمۃ الباب نمبر ۵۳ من ابواب الحج) ایک روایت جو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حجاج بن یوسف کے ساتھ مکالمہ پہ مشتمل ہے دیکھئے بخاری شریف

حدیث نمبر۱۶۶۰، نمبر۱۶۶۲، ۱۶۳۹۔

آپ نے ایک سودا کیا جس میں آپ کا نقصان تھا بائع حاضر ہوا کہ سودا واپس کر لو فرمایا: دعها رضينا بقضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم نقصان ہے تو ہوتا رہے ہم حضور علیہ السلام کے فیصلے پہ راضی ہیں۔ (تفصیل دیکھئے حدیث نمبر ۲۰۹۹ میں)

حضور آ گئے ہیں حضور آ گئے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مقام (روحاء) پہ جو نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا تو صرف اس لئے کہ التزام نہ کیا جائے تا کہ بعد والے لوگ یہاں نماز پڑھنے کو واجب نہ سمجھنے لگیں مگر حضرت عبداللہ اس احتمال سے محفوظ تھے۔ یاد رہے! روحاء وہ مقام ہے جس کو حدیث میں جنت کی وادی فرمایا گیا ہے اور اس جگہ حضور علیہ السلام سے پہلے ستر انبیاء کرام علیہم السلام نے نماز ادا فرمائی اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کرنے تشریف لے گئے تو ستر ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ وہاں سے گزرے اس لئے اس جگہ سے صحابہ تبرک حاصل کرتے ہوئے وہاں نماز ادا فرماتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لقدادركت كبار اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم يبتدرون عند المغرب وزادشعبة عن عمرو عن انس حتّٰى يخرج النبى صلى الله عليه وسلم (بخاری حدیث نمبر ۵۰۳) میں نے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حال میں پایا کہ مغرب کی اذان کے وقت بڑی عجلت سے ستونوں کی طرف جاتے یہاں تک کہ حضور علیہ السلام حجرہ انور سے باہر تشریف لاتے۔

تا کہ حضور علیہ السلام حجرہ انور سے باہر تشرف لائیں اور ہمیں حضور علیہ السلام کا دیدار حاصل ہو اور ہم تڑپ کر نمازیوں کو بتائیں کہ حضور آ گئے ہیں حضور آ گئے ہیں

فجاء محمد سراجًا منيرًا   فصلوا عليه كثيرًا كثيرًا

صلى الله عليه وآله واصحابه وبارك وسلم

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے یزید بن ابی عبید نے پوچھا: آپ مصحف کے پاس والے ستون کے قریب قصداً نماز ادا فرماتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: فانى رايت النبى صلى الله عليه وسلم يتحرى الصلوة عندها، بے شک میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے ساتھ قصداً نماز ادا فرماتے تھے۔ (حدیث نمبر ۵۰۲ بخاری)

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ:

حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَىِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ اَنْ يَّقِفَ اَرْبَعِيْنَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ (حدیث نمبر ۵۱۰)

اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو علم ہو کہ اس کا کتنا گناہ ہے تو چالیس کھڑا رہنا نمازی کے آگے سے گزرنے سے اس کے لئے بہتر ہوتا۔

راوی کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن کہا چالیس مہینے کہا یا چالیس سال۔ بزار کی روایت میں چالیس سال ہے اور ابن ماجہ شریف میں سو سال کا ذکر ہے۔

طبرانی میں حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جو جان بوجھ کر نمازی کے آگے سے گزرے گا وہ قیامت کے دن تمنا کرے گا کہ کاش وہ درخت ہوتا۔

کعب الاحبار فرماتے ہیں زمین میں دھنسا دیا جانا نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔ علامہ عینی نے اس کو گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے۔ (تفہیم البخاری ص ۸۵۷ ج ۱)

مسئلہ کی رو سے حالت قیام میں جب نمازی کی نظر سجدہ گاہ پہ ہو تو جہاں تک آگے نظر جائے وہ تقریباً تین صفیں بنتی ہیں تو اس کے بعد گزرا جا سکتا ہے۔ اس گناہ

سے اُمت کو بچانے کے لئے حضور علیہ السلام نے نمازی کو سترہ گاڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

امام کے آگے سترہ ہو تو مقتدیوں کے لئے وہی کافی ہے۔ (بخاری ص ۷۱ ج ۱)

کسی بندے کو آگے بٹھا کر یا کھڑا کر کے نماز پڑھی جاسکتی ہے وہ اس کا سترہ بن جائے گا جبکہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو نہ کہ نمازی کی طرف (ص ۷۳)

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک سترے کی اونچائی کم از کم کجاوے کی لکڑی کے برابر یعنی ایک ہاتھ ہونی چاہئے۔

* حضور علیہ السلام کا نماز میں اپنی نواسی امامہ بنت زینب کو اٹھانا (نمبر ۵۱۶)

(دوسرے پارے کی منتخب احادیث مبارکہ کے حوالہ جات مکمل ہوئے اور یہ پارہ حدیث نمبر ۵۳۰ پہ مکمل ہو رہا ہے)

اذان ونماز کے بارے میں احادیث واقوال:

۱- گرمیوں میں ظہر کی نماز دیر سے ادا کی جائے: فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے جوش وخروش (لپٹ) میں سے ہے۔

(نمبر ۵۳۶)

موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: ٹھنڈی کر ٹھنڈی کر یا فرمایا: انتظار کر انتظار کر...... یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا گیا۔ (نمبر ۵۳۹)

۲- شیطان اذان کی آواز سن کر گوز زنی کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ (ص ۸۵)

۳- سُر میں اور راگ لگا کر اذان پڑھنا (جس سے الفاظ بدل جائیں منع ہے) ص ۸۵

۴- بے وضو اذان پڑھنے کی اجازت اور کانوں میں انگلیاں نہ ڈالنے کی رخصت (۸۸)

۵- کھانا سامنے ہو (اور بھوک لگی ہو) تو اگرچہ اقامت ہو جائے اور قرأت امام

کی آواز سنائی دیتی رہے پھر بھی پہلے "طعام بعد کلام" (ص ۹۲)

۶- فاسق (عملی نہ کہ اعتقادی) کے پیچھے نماز پڑھنے کا جواز۔ (ص ۹۶)

۷- سری نماز میں حضور علیہ السلام کبھی کبھی کوئی آیت جہراً پڑھتے (تعلیم اُمت کیلئے) (ص ۱۰۵)

۸- نماز میں آمین آہستہ کہنا: من وافق قوله قول الملائكة غفرله ما تقدم من ذنبه، جس کا قول (آمین کہنا) فرشتوں کے قول (آمین کہنے) کے موافق ہو گیا اس کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے (کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) (ص ۱۰۸)

۹- سات اعضاء پہ سجدہ کرنا (ص ۱۱۲)

۱۰- عذر کی وجہ سے جس طرح ممکن ہو التحیات میں بیٹھا جاسکتا ہے، (ص ۱۱۴)

۱۱- فرض پڑھا کر امام کو ہر طرف منہ کر کے بیٹھنے کی اجازت (دائیں طرف بائیں طرف اور نمازیوں کی طرف منہ کر کے) (ص ۱۱۸)

۱۲- اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتّٰی ترونی، جب نماز کھڑی ہو تو تم نہ کھڑے ہوا کرو جب تک مجھے دیکھ نہ لو، حدیث نمبر ۶۳۷ کتب فقہ میں ہے ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ ویشرع عند قدقامت الصلوٰۃ امام اور قوم حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت نماز کی نیت شروع کر دیں، دیکھئے شرح وقایہ، فتاویٰ شامی، اس مسئلہ کے بارے میں تفصیل ہماری کتاب "فضائل ومسائل نماز" میں دیکھئے

۱۳- مقتدی سجدے میں کب جائے، حضرت براء فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام سمع الله لمن حمده کہتے تو ہم میں سے کوئی بھی اپنی پشت کو نہ جھکاتا جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں نہ چلے جاتے، ثم نقع سجودا بعده، پھر ہم سجدے میں جاتے۔ حدیث نمبر ۶۹۰

بخاری شریف کی حدیث نمبر ۷۵۵ میں ملاحظہ ہو۔ حضرت سعد عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور عراق کو فتح کرنے والے مستجاب الدعوات صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

سورۂ اخلاص کی محبت، ضامن جنت:

ایک انصاری صحابی مسجد قباء میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بھی سورہ پڑھتے تو پہلے قل ھو اللہ احد یعنی سورۂ اخلاص ضرور پڑھتے پھر کوئی اور سورہ پڑھتے، نمازیوں نے اعتراض کیا اور یہ مسئلہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ آپ نے امام صاحب سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کیا، حضور! مجھے اس سورہ سے بہت محبت ہے اس لئے۔ فرمایا: حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ (باقی اعمال کی جزاء الگ ملے گی صرف) قل ھو اللہ احد کی محبت تجھے جنت میں لے جائیگی۔ (نمبر ۷۷۴) جب صرف قل ھو اللہ کی محبت جنت میں لے جائیگی تو محبوب خدا کی محبت کہاں تک لے جائیگی۔ (مزید دیکھیں حدیث نمبر ۷۷۵)

سب سے حسین آواز والے ہمارے پیارے نبی علیہ السلام:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے عشاء کی نماز میں سورہ التین کی تلاوت سنی۔

وَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا اَحْسَنَ صَوْتًا اَوْ قِرَاءَةً (نمبر ۷۶۹)

میں نے کوئی بھی حضور علیہ السلام سے زیادہ خوبصورت آواز والا نہ سنا (یا فرمایا) آپ سے زیادہ خوبصورت قرأت کرنے والا نہ سُنا۔ باقی قاریوں کو تو سننے والے انسان ہوتے ہیں لیکن ہمارے آقا علیہ السلام کی تلاوت جن بھی سنتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے بڑا حسین واقعہ حدیث نمبر ۷۷۳

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے　　ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے　　ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

✻ حدیث نمبر ۸۰۶ باب فضل السجود میں بروز قیامت ایک گناہ گار کا رب کی

بارگاہ میں پیش ہونا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کہ دوزخ سے نکالا اور ساری دنیا کی نعمتوں سے دس حصے زیادہ عطا فرمادیا۔ طویل حدیث ہے۔

✻ اس پارے کی آخری حدیث اعتکاف کے بارے میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے لیلۃ القدر کی تلاش میں پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا اور جب لیلۃ القدر کو پالیا تو آخری عشرے کا اعتکاف سنت ٹھہرا اب اگر کوئی پورے مہینے کا اعتکاف بھی کرتا ہے تو جائز ہے مگر سنت آخری عشرے کا ہی ہے۔ اس حدیث کا نمبر ۸۱۳ ہے۔

نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے ذکر کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (حدیث نمبر ۸۴۱)

بے شک فرض نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے ذکر کرنا حضور علیہ السلام کے دور میں مروج تھا۔

(مزید فرمایا) كنت اعلم اذا انصرفوا بذلك اذا سمعته، میں بلند آواز سے ذکر سن کر ہی جانتا تھا کہ نماز مکمل ہو گئی ہے۔

اس حدیث میں نماز کے فوراً بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا زبردست ثبوت ہے اور کوئی قید نہیں کہ کوئی خاص ذکر کیا جائے لہٰذا نماز جو کہ افضل العبادات ہے اس کے بعد افضل الذکر لا الہ الا اللہ کر لیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ جب افضل الذکر کے علاوہ اذکار جائز ہے تو پھر افضل الذکر بطریق اولیٰ جائز ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا! سلام کی آواز سے ذکر کی آواز بلند تر ہوتی تھی ورنہ نماز تو سلام پر ختم ہوتی ہے لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما سلام کا نام لینے کی بجائے ذکر کی بات کر رہے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس وقت بچے تھے اسی لئے تو گھر میں ذکر کی آواز سن کر نماز کے ختم ہونے کی بات کر رہے ہیں اور بچوں کی بات

معتبر نہیں تو کیا یہ بات امام بخاری کو معلوم نہیں تھی جو بچوں کی روایت اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں لکھ رہے ہیں اور پھر یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تمام روایات غیر معتبر ہو جائیں گی مزید یہ کہ اس وقت تو بچے تھے لیکن جب بیان فرما رہے ہیں تب تو بچے نہیں تھے

* تسبیح فاطمہ کی فضیلت حدیث نمبر ۸۴۳ میں ملاحظہ ہو۔
* واجب بمعنی سنت کا ذکر الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم، ص ۱۱۸، ص ۱۲۱

گھر میں سونے کی ڈلی نے نبی علیہ السلام کو بے چین کر دیا:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور علیہ السلام کے پیچھے مدینہ شریف میں نماز عصر ادا کی، سلام پھیر کر حضور علیہ السلام فوراً کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر اپنی رہائش پہ تشریف لے گئے۔ لوگ حضور علیہ السلام کا یہ عمل دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب آپ واپس تشریف لائے اور محسوس کیا کہ لوگ میری اس سرعت پہ تعجب کر رہے ہیں تو فرمایا:

ذَکَرْتُ شَیْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَکَرِھْتُ اَنْ یَّحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِہٖ

مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تھا جو ہمارے گھر میں تھا تو میں نے پسند نہ کیا کہ وہ (بروز قیامت) مجھے روکے لہٰذا میں اسے تقسیم کرنے کا حکم دینے گیا تھا (حدیث نمبر ۸۵۱)

کاش اس دور میں کوئی طبقہ اس حدیث پہ عمل کرنے والا بھی بن جائے۔

غیر مقلدین کے لیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے موذن کو کہا جب تو (اذان میں) اشھد ان محمدا رسول اللہ کہے تو حی علی الصلوۃ سے پہلے یوں اعلان کرنا صلوا فی بیوتکم، اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو، جب لوگوں

نے اس پر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا: فعلہ من ھو خیر منی، مجھ سے بہتر ذات (حضور علیہ السلام) نے ایسا ہی کیا ہے۔ جمعہ کی نماز (با جماعت) عزیمت (لازم) ہے میں ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں (گھروں سے) نکالوں اور تم بارش اور کیچڑ میں چلتے پھرو۔ (حدیث نمبر ۹۰۱) فقہ والے تو حدیث کے تارک سہی کیا حدیث والوں (غیر مقلدین) نے کبھی اس حدیث پہ عمل کیا ہے؟

عورتوں کو مسجدوں میں جا کر نماز پڑھنے سے کیوں روکا گیا؟:

(جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں عورتوں کو مسجد میں آ کر نماز پڑھنے سے روکا گیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کی حکمت پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا:)

لَوْ اَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ النِّسَآءُ لَمَنَعَھُنَّ الْمَسْجِدَ کَمَا مُنِعَتْ نِسَآءُ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ (حدیث نمبر ۸۶۹)

عورتوں کی جو حالت ہوگئی ہے اگر حضور علیہ السلام اسے دیکھ لیتے تو آپ بھی انہیں مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا (دفع فتنہ اہم واجبات میں سے ہے)

جمعہ کے دن پہلے آنے والے کا ثواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص غسل جنابت کی طرح غسل کر کے (نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے) جائے گویا کہ اس نے اونٹ صدقہ کیا اور دوسری گھڑی جانیوالا گائے صدقہ کرنے والے کی طرح ہے، تیسری ساعت کو جانے والا دنبہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اس کے بعد جانے والا مرغی صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور پانچویں نمبر پہ جانے والا انڈہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔ فَاِذَا خَرَجَ الْاِمَامُ حضرت الملائکۃ یستمعون الذکر (حدیث نمبر ۸۸۱) پس جب امام (خطبہ کے لئے) نکل آیا تو فرشتے

(خطبہ سننے کیلئے) حاضر ہو جاتے ہیں (رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں) اور ذکر سنتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے جو اچھی طرح پاک وصاف ہو کر خوشبو لگا کر گھر سے نماز (جمعہ کی ادائیگی کے لئے) نکلے اور دو شخصوں جو مسجد میں اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے درمیان نہ بیٹھے پھر نماز پڑھے جو اس کے مقدر میں ہے (تحیۃ الوضوء تحیۃ المسجد جمعہ کی پہلی سنتیں) پھر چپ کر کے امام کی باتیں سنے تو ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (نمبر ۸۸۳)

* جمعہ کی طرف جانے والے کو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فی سبیل اللہ جانے والا قرار دیا اور فرمایا: اس پہ دوزخ حرام ہے۔ (۹۰۷)

* جمعہ کے دن بارش کے لئے دعا کرانے والے اعرابی کا یہ کہنا کہ ھلک المال وجاع العیال، اور پھر حضور علیہ السلام کا دعا کرنا اور پورا ہفتہ بارش ہونا پھر انگلی سے اشارہ کر کے دعا کر کے بارش رکوانا اور اللھم حوالینا ولا علینا فرمانا، ایمان افروز واقعہ (حدیث نمبر ۹۳۳ میں پڑھئے)

جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے مجھے پسند:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پہ (بڑا خوبصورت) ریشمی جوڑا دیکھا اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اسے خرید لیں، جمعۃ المبارک کے دن اور جب وفود آئیں اسے پہنا کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے وہی پہنے گا جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا، پھر (کچھ عرصہ بعد) حضور علیہ السلام کے پاس اسی طرح کے جوڑے آئے تو آپ نے ان میں سے ایک حضرت عمر کو دیا جس پر انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے وہی جوڑا دے رہے ہیں جس کے بارے میں آپ (اس طرح) فرما چکے ہیں، اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: اِنِّیْ لَمْ اَکْسُھَا لِتَلْبِسَھَا، میں نے تجھے پہننے کے لئے نہیں دیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے مکہ میں اپنے

ایک مشرک بھائی کو بھیج دیا۔ (حدیث نمبر ۸۸۶)

۲۔ حضرت عمرو بن ثعلب فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کی خدمت میں کچھ مال آیا تو حضور علیہ السلام نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو نہ دیا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ جن کو نہیں ملا وہ کچھ ناراض ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: اللہ کی قسم! میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا اور جس کو نہیں دیتا وہ مجھے زیادہ پیارا ہے اس سے جس کو دیتا ہوں، کچھ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں میں حرص وبے صبری ہے (ان کو دے دیتا ہوں) اور کچھ کو اللہ تعالیٰ نے استغناء عطا کیا ہے (ان کو نہیں دیتا) انہی میں عمر بن ثعلب بھی ہیں۔ حضرت عمر کہتے ہیں۔

فَوَاللّٰہِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ (حدیث نمبر ۹۲۳)

قسم بخدا! حضور علیہ السلام کا (میرے بارے میں) یہ ارشاد مجھے سرخ اونٹوں یعنی ساری دنیا کی نعمتوں سے زیادہ پسند ہے۔ بخاری شریف ج ۱ ص ۲۸۱ پہ یہ حدیث ہے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک درزی نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (بطور خادم) دعوت میں شریک ہوا، دعوت میں روٹی اور سالن شوربے کدو اور گوشت کا تھا میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کدو شریف کو پیالے کے کناروں سے (شوربے میں سے) تلاش کر رہے تھے، فلم ازل احب الدباء من یومئذ، میں بھی اس دن سے کدو کو پسند کرنے لگا۔ کیونکہ

؎ جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے مجھے پسند

۴۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حج کے موقع پہ یمن کی طرف سے آئے تو احرام باندھے ہوئے تھے، حضور علیہ السلام نے ان سے پوچھا: بم اھللت

یاعلی، اے علی تو نے کس نیت سے احرام باندھا ہے۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اهللت بما اهل به النبی صلی اللہ علیه وسلم، میں نے یہ نیت کی ہے کہ جو میرے نبی کی نیت ہے وہی میری نیت ہے۔ نمبر ۵۴-۵۳-۴۳۵۲

جو کچھ انہیں پسند ہے وہ ہے مجھے پسند

حوالے

* جنگ بعاث اور اوس وخزرج کی ایک سوبیس سالہ لڑائی کا حال ص ۱۳۰ حاشیہ نمبر ۵ پہ ملاحظہ ہو۔
* عید کے دن کھیل تماشا دیکھنا، کھیلنے والوں کو کھیل پر ابھارنا (ھلہ شیری دینا) دف بجا کر بچیوں کا اچھے گیت گانا وغیرہ ص ۱۳۰، ص ۱۳۵، ص ۵۰۰ بمعہ حاشیہ نمبر ۵۵،
* ایام تشریق میں تکبیرات کہنے کا ایک انداز ص ۱۳۲
* حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا گورنر عراق حجاج بن یوسف کو دلیرانہ جواب، ص ۱۳۳
* چھ ماہ کے بھیڑ کے بچے کی قربانی کی اجازت ص ۱۳۴،
* نماز عید سے پہلے نوافل مکروہ ہیں ص ۱۳۵۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام رات کو (تہجد میں رمضان ہو یا غیر رمضان) گیارہ رکعتیں (آٹھ تہجد تین وتر) پڑھا کرتے تھے،

فَيَسْجُدُ السَّجْدَةَ مِنْ ذٰلِكَ قَدْرَ مَا يَقْرَأُ اَحَدُكُمْ خَمْسِيْنَ اٰيَةً قَبْلَ اَنْ يَّرْفَعَ رَاْسَهٗ...... (حدیث نمبر ۹۹۴)

اور ان رکعتوں کے سجدے اتنے طویل ہوتے کہ ہر سجدہ پچاس آیات کی تلاوت کے برابر لمبا ہوتا۔

* نجدیوں نے ستر قراء صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کر دیا تو ان کے خلاف

حضور علیہ السلام نے ایک مہینہ (روزانہ پانچ نمازوں میں قنوت کی صورت میں) دعا فرمائی ص ۱۳۶

* قبیلہ رعل وذکوان ومضر کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور کچھ لوگوں کے حق میں دعا ص ۱۳۶، ۱۳۷۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی......

مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضور علیہ السلام نے (مکہ کے) لوگوں کی اسلام سے روگردانی دیکھی تو یہ دعا کی

اَللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوْسُفَ (حدیث نمبر ۱۰۰۷)

اے اللہ! حضرت یوسف علیہ السلام (کے دور والے قحط) کی طرح ان پر بھی سات سال کا قحط مسلط کر دے چنانچہ ایسی قحط سالی آئی جس نے ہر شئی کو ختم کر دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے چمڑا اور مردار تک کھایا اور جب آسمان کی طرف دیکھتے تو بھوک کی وجہ سے دھواں دکھائی دیتا۔ آخر ابوسفیان حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا محمد انك تامر بطاعة الله و بصلة رحم وان قومك قد هلكوا فادع الله لهم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کیجئے.........

معلوم ہوا! بدترین دشمن کو بھی اگر پناہ ملتی ہے تو دامن رحمۃ للعالمین میں ملتی ہے اور وہ بھی جانتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دعا سے ہمارا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

نوری مکھڑا نالے زلفاں کالیاں......

حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جناب ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا۔

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

اور گوری رنگت والے جن کے نوری مکھڑے کے صدقے بادلوں سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کے حامی اور بیواؤں کی پناہ ہیں۔ (حدیث نمبر ۱۰۰۸)

اس سے اگلی حدیث میں حضرت عمر بن حمزہ فرماتے ہیں: ہم سے حضرت سالم نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ کبھی میں شاعر (ابو طالب) کے اس قول (شعر) کو یاد کرتا ہوں اور حضور علیہ السلام کے رخ تاباں کو دیکھتا ہوں کہ آپ بارش کیلئے دعا کرتے ہیں تو ابھی منبر سے نہیں اترتے یہاں تک کہ تمام پرنالے زوروں سے بہنے لگتے ہیں۔

تفصیلی واقعہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک دیہاتی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے، یارسول اللہ ہمارے پاس نہ کوئی اونٹ رہا جو بولے اور نہ کوئی ایسا بچہ رہا جو خراٹا لے، ہم اس حال میں آپ کے پاس حاضر ہوئے ہیں کہ کنواری لڑکی کا سینہ کام کر کر کے زخمی ہو گیا ہے اور ماں نے بچے سے منہ موڑ لیا ہے اور بھوک کی وجہ سے بچے کو اپنے سے جدا کر دیا ہے نہ میٹھی بات منہ سے نکلتی ہے نہ کڑوی، ہمارے پاس کھانے کے لئے سوائے کڑوے حنظل (تمے) اور ردی علیز کے اور کچھ نہیں۔

ولیس لنا الا الیك فرارنا
واین فرار الناس الا الی الرسل

یارسول اللہ! آپ کے سوا ہماری کوئی پناہ گاہ نہیں اور لوگوں کو رسولوں کی بارگاہ کے علاوہ پناہ مل بھی کہاں سکتی ہے؟

یہ سن کر حضور علیہ السلام چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پہ تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے ہوئے بارش کی دعا کی اور بارش اس قدر ہوئی کہ نشیبی علاقوں کے لوگ آکر فریاد کرنے لگے کہ ہم ڈوب رہے ہیں۔ تب حضور علیہ السلام ہنس پڑے اور اتنا ہنسے کہ آپ کے نوکیلے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا: اگر آج ابوطالب ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، تم میں سے کون ہے جو ان کا شعر سنائے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں مذکور شعر والے قصیدے کے چند اشعار سنائے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں۔

اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے

لك الحمد والحمد ممن شكر سقينا بوجه النبي المطر
فلم يك الا كالف الرداء واسرع حتى راينا الدرد

اے اللہ تیرے لئے ہی حمد ہے اور یہ حمد شکر کرنے والے کی طرف سے ہے کہ حضور علیہ السلام کے رخ تاباں کے طفیل ہمیں بارش سے سیراب کیا گیا۔ بس چادر اٹھنے کی دیر لگی بلکہ اس سے بھی کم کہ ہم نے بادلوں کو دیکھا (اور موسلا دھار بارش ہونے لگی) اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سراپا التجاء بن کر عرض کرتے ہیں:

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دیئے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

شہر اور دیہات سیراب ہو گئے

خطابی نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے دور میں (بارش نہ ہونے کی وجہ سے) مسلسل کئی سال قحط پڑا تو جناب عبدالمطلب قریش کے ساتھ کوہ

قبیس پہ تشریف لے گئے اور حضور علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے۔ جناب عبدالمطلب نے حضور علیہ السلام کو کندھوں پہ بٹھا کر بارش کی دعا کی تو فوراً بارش ہونے لگی (زرقانی علی المواہب ج ا ص ۱۹۱) زرقانی نے ہی ابن عساکر کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ جلہمہ بن عرفطہ نے بیان کیا کہ میں مکہ شریف میں آیا اس وقت اہل مکہ قحط کی وجہ سے بہت سختی میں تھے۔ کسی نے کہا لات وعزیٰ کے پاس چلو کوئی مناۃ کے پاس جانے کا مشورہ دینے لگا، ایک خوبصورت، صائب الرائے بزرگ نے کہا: کہاں بھٹکے جا رہے ہو تم میں بقیۃ ابراہیم اور سلالۂ اسماعیل ابوطالب موجود ہیں ان کے پاس چلو۔ چنانچہ سب لوگ ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی، ابوطالب نکلے، ان کے ساتھ ایک بچہ تھا جس کا چہرہ سورج کی طرح چمک رہا تھا اور سورج بھی ایسا کہ جس سے ابھی کالی گھٹا چھٹی ہو اور بھی ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ ابوطالب نے اس صاجزادے کو اٹھا کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ اس کی پشت لگائی۔ صاجزادے نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اس وقت آسمان پہ بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف سے بادل اٹھا اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور شہر و دیہات سب کے سب سیراب ہو گئے۔ (ج ا ص ۱۸۹، ص ۱۹۰)

اس قصیدہ کے ایک سو دس اشعار ہیں اور بحر طویل میں ہے ایک شعر اس میں یہ بھی ہے۔

تلوذبه الهلاك من ال هاشم

فهم عنده فى نعمة وفوا ضل

آل ہاشم کے تباہ حال لوگ ان (حضور علیہ السلام) کی پناہ لیتے ہیں یہ لوگ ان کی بارگاہ میں نعمت وفضل میں ہیں۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے واسطے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا

ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبدالمطلب (عم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے یوں دعا کرتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ (حدیث نمبر ۱۰۱۰)

اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لے کر حاضر ہوتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا فرماتا، اب ہم تیرے دربار میں اپنے نبی علیہ السلام کے چچا کا وسیلہ لے کر آئے ہیں بس تو ہمیں بارش عطا فرما۔

راوی کہتے ہیں بارش نازل ہو جاتی تھی۔

حضرت عمر نے یہ دعا عام الرمادہ میں کی تھیں یہ سن ۱۸ ہجری کا سال تھا۔ اس سال پورے نو مہینے بارش نہ ہوئی جس سے زمین گرد وغبار (رماد) بن گئی اسی لئے اس سال کو عام الرمادہ کہا گیا۔

ابوصالح کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عباس منبر پر تشریف لے گئے تو حضرت عمر نے پہلے یہ دعا کی:

اللهم انا توجهنا اليك بعم نبيك وصنو ابيه فاسقنا الغيث ولا تجعلنا من القانطين

اے اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا اور ان کے والد کے برابر کو وسیلہ بنا کر تیری طرف متوجہ ہو رہے ہیں، تو بارش برسا اور ہمیں مایوس ہونے والوں میں مت کرنا۔ پھر حضرت عباس سے کہا: آپ دعا کریں تو انہوں نے یوں دعا کی۔ اے اللہ! بغیر گناہ کے کوئی بلا نہیں اترتی اور توبہ کے بغیر کوئی بلا نہیں ٹلتی۔ میرا وسیلہ لے کر قوم تیری جناب میں متوجہ ہے تیرے نبی کے ساتھ میری قربت کی وجہ سے گناہوں سے آلودہ ہمارے ہاتھ تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ ہمیں بارش سے سیراب کر۔ اس دعا کے بعد آسمان نے پہاڑوں کے مثل پرنالے کھول دیئے۔ یہاں

تک کہ زمین سرسبز ہوگئی اور لوگ جی گئے۔

توسل کا استحباب ثابت ہو گیا

علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے فرمایا: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صا[illegible] دین دار لوگوں سے اور اہل بیت سے خدا کی بارگاہ میں سفارش طل[illegible]ب ہے۔

زبیر بن بکار نے انساب میں حض[illegible] بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس حدیث کو [illegible]رت عمر رضی اللہ عنہ نے اس دن یہ خطبہ دیا تھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباس کو باپ کی جگہ جانتے تھے۔ اے لوگو! اپنے چچا عباس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو برتاؤ تھا اس کی پیروی کرو اور انہیں اللہ کی طرف وسیلہ بناؤ۔ الحدیث

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ ذکر کیا ہے۔ نیز اسماعیلی نے بھی بطریق محمد بن مثنی سند مذکور کیساتھ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ نیز امام ابوالقاسم ابن عساکر نے بھی کتاب الاستسقاء میں انہیں سے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت اور بزرگان دین کو خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا مستحب ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تصریح کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ہوا اور سب نے اس پر عمل کیا تو توسل کا مستحب ہونا اجماع صحابہ سے ثابت ہو گیا۔

منکرین توسل کا استدلال اور اس کا جواب

اس پر غیر مقلدین اور توسل کے منکرین یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں توسل سے مراد، دعا کی درخواست ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس سے دعا کی درخواست کی تھی۔ ہم کہیں گے، دوسری روایتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر یہ

لوگ صرف بخاری ہی کی روایت پر ایمان رکھتے تو ایسی بے تکی بات نہ کرتے۔ بخاری کے الفاظ پر ایک نظر ڈالیں۔ حضرت عمر عرض کرتے ہیں، انا کنا نتوسل، الحدیث۔ حضرت عمر بارگاہ خداوندی میں یہ عرض کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کو وسیلہ بناتے تھے اور اب ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہمیں سیراب فرما۔ یہ عرض اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہے۔ حضرت عباس کی خدمت میں نہیں۔ اس میں صاف صاف تصریح ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ لاتے ہیں ہم کو سیراب فرما۔ تو یہ عرضداشت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حضرت عباس کے وسیلے سے ہے۔ پھر یہ کہنا کہ توسل سے یہاں مراد دعا کی درخواست ہے۔ ابلہ فریبی اور حدیث کی تحریف معنوی نہیں تو کیا ہے؟ دوسرے طرق میں جو دعا کے کلمات مروی ہیں ان میں بھی تقریباً یہی مضمون ہے۔

کبھی ان میں سے کچھ یہ کہہ دیتے ہیں کہ زندہ کا توسل درست ہے۔ مردے کا شرک، ہم کہیں گے۔ اولاً اہلسنّت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں تو یوں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل درست ہوا؟ اور یہ کہنا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل اب بھی جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ہی سے کیوں توسل نہیں کیا؟ حضرت عباس سے کیوں کیا۔ یہ پہلے سے بھی بڑی جہالت ہے۔ اگر کسی کام کے چند طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا اس کی دلیل نہیں کہ دوسرے طریقے غلط ہیں۔ خصوصاً جبکہ اختیار کردہ طریقے میں کوئی خاص فائدہ ہو۔ یہاں بجائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عباس سے توسل میں ایک اہم افادہ مقصود تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کا استحباب سب کو معلوم تھا، ہوسکتا ہے کہ کسی کو وہم ہوتا کہ غیر نبی سے توسل حرام ہے۔ تو حضرت عمر نے حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر بتا دیا کہ غیر نبی سے توسل اسی طرح مستحب ہے جیسے

انبیاء کرام سے مستحب ہے۔

ثانیاً علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (ج ۲ ص ۴۱۲) میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے خازن مالک داری کہتے ہیں: حضرت عمر کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی اُمت کے لئے بارش طلب فرمایئے لوگ ہلاک ہوگئے۔ ایک صاحب کے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: عمر سے جا کر کہہ دو کہ عنقریب بارش آئے گی۔ سیف نے الفتوح میں لکھا ہے کہ یہ صاحب حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔ اس حدیث کو علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور علامہ احمد خطیب قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں صحیح کہا ہے، اسے بیہقی نے دلائل النبوۃ جلد حادی عشر میں روایت کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں الاستیعاب کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ کبھی کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مزار اقدس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر حضور علیہ السلام سے بھی استعانت کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ بارگاہ قدس کے خواص کے مزارات پر طلب حاجات کے لئے حاضری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور یہ تو ثابت ہی ہے کہ بعد وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے۔ حل مشکلات کے لئے درخواست کرتے، اس لئے یہ کہنا کہ بعد وصال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل حرام یا شرک ہے اس حدیث صحیح کا رد ہے۔

(نزہۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۶۱۲ تا ۶۱۴)

بارش کیوں روکی جاتی ہے؟

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس سوال کا جواب ترجمۃ الباب میں دیا ہے اگرچہ

اس کے تحت کوئی حدیث درج نہیں فرمائی، الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

انتقام الرب عزوجل من خلقه بالقحط اذ انتكهت محارمه (ابواب الاستسقاء۔ باب نمبر ۵ بخاری شریف کا ص ۱۳۷)

جب اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑا جاتا ہے اور اس کی حرمتوں کی پامالی کی جاتی ہے تو بارش روک کر قحط سالی کے ذریعے اللہ تعالیٰ (ذوانتقام) اپنی مخلوق سے بدلہ لیتا ہے

(استغفر الله ربي من كل ذنب واتوب اليه)

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

حوالے

* نماز استسقاء کے موقعہ پہ اجتماعی دعا (رفع الناس ایدیھم مع الامام) اور بارش کے نزول پہ دعائیہ الفاظ اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا نَافِعًا ص ۱۴۰ پہ دیکھیں
* مشہور حدیث اللهم بارك لنا فی شامنا ویمننا ..... ص ۴۱
* سخت آندھی کے وقت حضور علیہ السلام کے چہرے کی کیفیت کا بدلنا بھی اس صفحہ پہ مذکور ہے اور اس حدیث کا نمبر ۱۰۳۵ ہے۔
* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نصرت بالصباء، بادصبا (مشرق سے مغرب کی طرف خط استواء پہ چلنے والی ہوا) سے میری مدد کی گئی (حدیث نمبر ۱۰۳۵ پہ ملاحظہ ہو)
* غیب کی چابیاں پانچ ہیں حدیث نمبر ۱۰۳۹ دیکھیں۔

صلوٰۃ کسوف کی ایک رکعت میں ایک سے زیادہ قیام ورکوع والی روایت نمبر ۱۰۵۲ (پارہ نمبر ۴ کی منتخب احادیث مکمل ہوئیں ص ۱۴۹ سے پانچواں پارہ شروع ہو رہا ہے)

* مُحَمَّدٌ حَقٌّ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں (حق وہ ہے جس میں کوئی شک نہ ہو) نمبر ۱۱۲۰،

* اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا، نمبر ۱۱۳۰
* بہترین (نفلی) نماز اور بہترین (نفلی) روزہ داؤد علیہ السلام کا نمبر ۱۱۳۱
* شیطان کا بے نمازی کے کانوں میں پیشاب کرنا۔ نمبر ۱۱۴۴

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کا معاملہ:

امام زین العابدین یعنی علی بن امام حسین نے بتایا اور انہیں امام حسین نے بتایا اور انہیں حضرت علی شیر خدا (ان کے والد ماجد) نے خبر دی کہ حضور علیہ السلام ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے ہاں ایک رات تشریف لائے اور فرمایا: تم دونوں نے (تہجد کی) نماز نہیں پڑھی؟ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں جب چاہتا ہے ہمیں اٹھا دیتا ہے تو ہم اٹھ جاتے ہیں (اور نماز تہجد پڑھ لیتے ہیں) حضرت علی فرماتے ہیں جب میں نے اتنا عرض کیا تو حضور علیہ السلام نے مجھے کوئی جواب نہ دیا، واپس ہو گئے اپنے زانوئے اقدس پہ ہاتھ مارتے ہوئے اور میں نے سنا کہ زبان سے یہ آیت پڑھ رہے تھے، وکان الانسان اکثر شیء جدلا، انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۲۷

اس میں تہجد کی نماز کا نوافل میں سے ہونا بیان ہوا ہے مگر اس قدر تاکید کی نفلی نماز ہے کہ حضور علیہ السلام سپیشل اٹھانے کے لئے تشریف لے جاتے اور دوسرا اس میں حضرت علی المرتضیٰ کا فضل و کمال بھی ہے کہ بظاہر اس میں حضور علیہ السلام کی ان پر ناراضگی بیان ہو رہی ہے مگر آپ برملا اس کو بیان فرما رہے ہیں۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

* مرغ کی آواز کے وقت تہجد کے ٹائم اٹھنا ص ۱۵۲،
* نفلی عبادت حسب توفیق کی جائے، فان اللہ لایمل حتی تملوا، اللہ تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے تم ہی تھک جاؤ گے۔ (ص ۱۵۴، ص ۲۶۴)

از عرش نازک تر:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی حضور علیہ السلام نے بڑا طویل قیام فرمایا، میں نے (تھک جانے کی وجہ سے) ایک بڑا معیوب ارادہ کر لیا۔ لوگوں نے پوچھا! وہ کون سا معیوب ارادہ تھا فرمایا: هَمَمْتُ اَنْ اَقْعُدَ وَاَذَرَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وہ ارادہ بد یہ تھا کہ میں نے سوچا میں بیٹھ جاؤں اور حضور علیہ السلام کو کھڑا رہنے دوں۔

(حدیث نمبر ۱۱۳۵)

غور کرو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں کس قدر معمولی سی بات بھی گستاخی شمار ہوتی تھی اور آج کل سپیکروں پہ حضور علیہ السلام کی شان میں کیا کیا کہا جاتا ہے مگر ان کی توحید بھی قائم ہے اور ایمان میں بھی کوئی فرق نہیں آ رہا، کہیں ایسا تو نہیں، اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْنَ، تمہارے اعمال ضائع ہو گئے ہوں اور تمہیں شعور تک نہ ہو۔ حالانکہ نوافل میں اس بات یعنی بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت بھی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اس بارگاہ کی ذرا سی بے ادبی سے دنیا و آخرت برباد ہو جاتے ہیں۔ صحیح بخاری ج ا ص ۱۴۶ پہ پہلی حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام نے مکہ شریف میں سورۂ نجم پڑھ کر سجدہ کیا، تمام حاضرین نے بھی سجدہ کیا ایک بوڑھے شخص نے کنکریوں کی مٹھی لے کر پیشانی سے لگا لی اور کہا: یکفینی هذا، مجھے یہی کافی ہے۔ راوی کہتے ہیں، فرایته بعد قتل کافرا، اس کے بعد میں نے اس کو دیکھا کہ کافر ہو کر مرا۔ یہی تو وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بارگاہ رسالت میں یہ حالت ہوتی کہ، فهابا ان یتکلماه، ڈر ڈر کر کلام کرتے۔ (ص ۱۶۴ بخاری ج ا) اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ جرأت کہ حضور علیہ السلام کے آگے کھڑا ہو کر نماز

پڑھے۔ (بخاری ج ا ص ۱۶۶) (تفصیل آگے آ رہی ہے)

مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا:

يَا بِلَالُ حَدِّثْنِيْ بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ (نمبر ۱۱۳۹)

اے بلال! مجھے بتاؤ تم نے اسلام (میں آنے کے بعد) کون سا ایسا عمل کیا ہے جس پر ثواب کی امید سب سے زیادہ ہو کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے جوتے کی آواز اپنے آگے آگے سنی ہے۔

عرض کیا: دن رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں جتنی گنجائش ہوتی ہے نماز (تحیۃ الوضو) پڑھتا ہوں اور تو کوئی ایسا عمل نہیں کرتا۔ جب میرے آقا مدینہ میں چلنے والے بلال کی آواز کو جنت میں سن رہے ہیں تو پوری دنیا کا صلوٰۃ وسلام بھی روضہ انور میں سن رہے ہیں کیونکہ موت سے پہلے کسی امتی کا جنت میں جانا ممکن نہیں یا پھر یہ جان لو کہ قیامت کے دن جب حضرت بلال جنت میں جائیں گے اس وقت کی آواز کو حضور علیہ السلام اب سن رہے ہیں یہ تو تمہارے لئے اور بھی مشکل ہے لہٰذا پہلی بات آسان ہے۔ اسی کو مان لو۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔

ہم یہاں سے پڑھیں وہ مدینے سنیں
مصطفیٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام

ہمارے آقا علیہ السلام تو وہ ہیں جو مردوں کی آواز کو بھی سنتے ہیں قبر کے اندر کے حالات دیکھتے ہیں اور بیان فرماتے ہیں: میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا: جب جنازہ لے کر چلتے ہو تو مردہ اگر نیک ہو تو کہتا ہے، قدمونی قدمونی مجھے جلدی لے چلو اور اگر غیر صالح ہو تو کہتا ہے، این

تذھبون، مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ کافر ومومن سے قبر میں فرشتے کیا پوچھتے ہیں وہ کیا جواب دیتے ہیں اس کا حوالہ دیکھئے۔ (بخاری ص ۱۸۴) یہ سب باتیں بخاری شریف میں موجود ہیں۔

تو میرے آقا اگر مردوں کی آوازیں سنتے ہیں اور قبر کے اندر بھی دیکھتے ہیں، ہم تو پھر زندہ ہیں اور قبروں سے باہر ہیں تو ہماری کیوں نہ سنتے ہوں گے اور ہمیں کیوں نہ دیکھتے ہوں گے۔

حوالے

* اصلاحی بیان پہ مشتمل ایک طویل حدیث ص ۱۸۵
* حضرت عبداللہ بن رواحہ کے خوبصورت اشعار حدیث نمبر ۱۱۵۵ میں دیکھئے۔
* صلوٰۃ الاستخارہ اور اس کی دعا حدیث نمبر ۱۱۲،
* مسجد حرام، مسجد نبوی و مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت حدیث نمبر ۱۱۸۸ تا ۱۱۹۷
* جریج کا واقعہ جس کو اس کی ماں نے بددعا دی (حدیث نمبر ۱۲۰۶)

ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو کر نماز پڑھائے:

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام قبیلہ بنی عمرو بن عوف کی صلح کروانے قباء کے علاقے میں تشریف لے گئے اور نماز کا وقت ہو گیا حضرت بلال نے جناب صدیق اکبر سے نماز پڑھانے کو کہا، آپ آمادہ ہو گئے، نماز کھڑی ہو گئی اتنے میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور اگلی صف میں جلوہ گر ہو گئے۔ لوگوں نے ہاتھوں پہ ہاتھ مار کر حضرت ابوبکر کو حضور علیہ السلام کے آنے کی اطلاع کی کیونکہ ابوبکر صدیق خوب جم کر نماز پڑھتے تھے نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرتے تھے۔ جب آوازیں زیادہ آنے لگیں تو ابوبکر نے اس طرف توجہ کی، معلوم ہوا! حضور علیہ السلام تشریف لے

آئے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اشارہ فرمایا بھی کہ نماز پڑھاتے رہو (اس سعادت کے ملنے پر) ابوبکر نے ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی (فحمد الله علی ما انعم علیه من تفویض رسول الله صلی الله علیه وسلم امر الامامة لما فیه من مزید رفعة درجة) اور واپس صف میں آگئے حضور علیہ السلام نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی، بعد الصلوٰۃ لوگوں کو نماز میں ہاتھ پہ ہاتھ مار کر اطلاع کرنے کی بجائے سبحان اللہ کہنے کی تلقین فرمائی۔ پھر ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا:

یَا اَبَا بَکْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تُصَلِّیَ حِیْنَ اَشَرْتُ اِلَیْكَ

میرے اشارہ کرنے کے باوجود تو نے نماز کیوں نہیں پڑھائی؟

حضرت ابوبکر صدیق نے جو جواب دیا آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، باوجود اس کے کہ افضل البشر بعد الانبیاء کی شان رکھتے ہیں مگر اپنا نام تک نہ لیا اور عرض کیا:

مَا کَانَ یَنْبَغِیْ لِابْنِ اَبِیْ قُحَافَةَ اَنْ یُّصَلِّیَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (حدیث نمبر ۱۱۱۸)

ابوقحافہ کے بیٹے کو یہ مناسب نہیں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہو کر نماز پڑھاتا رہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

وصال یار پہ یار غار کے تاثرات:

حضور علیہ السلام کا وصال ہوا، ابوبکر صدیق حاضر ہوئے حضور انور پر گر گئے اور آپ کا بوسہ لیا، روئے اور عرض کیا: بابی انت یارسول الله، میرا باپ آپ پر قربان ہو جائے اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، لا یجمع الله علیك موتتین، اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں فرمائے گا (اس میں اشارہ ہے کہ کل نفس ذائقة الموت کا وعدہ الٰہی پورا ہو گیا اس کے بعد آپ کو حیات ابدی عطا فرما دی گئی،

حضور علیہ السلام کے اپنے فرمان کے مطابق، فنبی الله حی یرزق، پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے اس سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔) اما الموتة التی کتب الله علیك فقد متها، جو موت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لکھ دی (کل نفس ذائقة الموت) وہ ہو چکی، الی آخر الحدیث (نمبر ۱۲۴۱)

کیا حضور پاک کو اپنے انجام کی بھی خبر نہیں؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

وَاللّٰهِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یَفْعَلُ بِیْ

اس حدیث میں کسی کے بارے اندازے اور انکل پچو سے حتمی رائے قائم کرنے سے منع فرمایا گیا۔ چنانچہ حدیث کا ابتدائی حصہ اس کی وضاحت کر رہا ہے کہ انصار کی ایک عورت نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات پہ ان کے بارے میں کہا، رحمة الله علیك ابا السائب فشهادتی علیك لقد اکرمك الله، اللہ تعالیٰ کی تجھ پہ رحمت ہو اے ابوسائب (ان کنیت تھی) میری گواہی تیرے لئے ہے (یہ الفاظ قسم کے معنی میں بولے جاتے ہیں، انها قالت اقسم بالله لقد اکرمك الله) بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت دی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وما یدریك ان الله اکرمه، تجھے کیسے پتہ چلا کہ اللہ نے اس کو مکرم کیا ہے! عرض کیا اور کون مکرم ہوگا اگر یہ نہیں ہیں (یعنی باوجود ایمان اور طاعت خالصہ کے) فرمایا: موت اس کے پاس آچکی ہے اور میں اس کے بارے خیر کی امید رکھتا ہوں۔ واللہ ما ادری وانا رسول الله ما یفعل بی، اللہ کی قسم! میں بھی (اندازے سے) اپنے بارے میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (اور جو جانتا ہوں وحی کے ذریعے سے جانتا ہوں)، ام علاء انصاریہ عورت کہتی ہیں فو الله لا ازکی احدا بعده ابدا، اللہ کی قسم! اس کے بعد ہم نے کبھی کسی کی (اس

طرح) پاکیزگی کو بیان نہ کیا (حدیث نمبر ۱۲۴۴)

اے اہل ایمان سنو سنو غور سے سنو کہیں امام الانبیاء علیہ السلام کے بارے میں اپنا عقیدہ نہ خراب کر لینا۔

جس نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرما دے: وللاخرة خیرلك من الاولیٰ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ، عسٰی ان یبعثك ربك مقامًا محمودًا، اور جس کے غلاموں کے بارے میں فرمائے، لا خوفٌ علیهم ولا هم یحزنون، اگر اس نبی کو اپنا ہی پتہ نہیں تو اس کا امتی بننے سے تمہیں کیا فائدہ؟ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اس حدیث کے تحت تقویۃ الایمان میں ہے ''جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا نہ دوسرے کا''۔

تمام آیات کو نظر انداز کر دیا جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی اُمت کے بارے میں بھی فرمایا: یوم لا یخزی الله النبی والذین امنوا معه، لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ تمام احادیث جن میں قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی سرداری، شفاعت کا ذکر ہے اور یہ بھی نہ دیکھا کہ شاید یفعل کا ارشاد ابتداء کا ہو جیسا کہ تمام علماء اس پر متفق ہیں۔ کیونکہ ''حضرت'' نے یہ کتاب لکھی ہی حضور علیہ السلام کی عظمت کو گھٹانے کے لئے ہے اور یہ نہیں جانتے کہ:

وہ جس کو خدا نے بڑھا ہے کوئی اور گھٹانا کیا جانے

شاید اس لئے نہیں جانتے کہ ''بڑے حضرت'' جو ہوئے۔

چار تکبیر نماز جنازہ اور غائبانہ نماز جنازہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے نجاشی (شاہ حبشہ اصحمہ یا صحمہ) کے وصال کی خبر اسی دن دی جس دن اس کا وصال ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنازگاہ کی طرف تشریف لے گئے صفیں بنائی گئیں، وکبر اربعا

اور آپ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ (حدیث نمبر ۱۲۴۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز جنازہ میں تین تکبریں کہہ کر سلام پھیر دیا، فقیل له فاستقبل القبلة ثم کبر الرابعة ثم سلم (بخاری ج اص ۱۷۷) عرض کیا گیا (کہ تین تکبریں ہوئی ہیں تو آپ نے چار تکبیریں مکمل فرما کر پھر سلام پھیرا) ایک اور حدیث ص ۱۷۶ پہ ملاحظہ ہو۔

چار تکبیرات کا ذکر تو صراحتاً آ گیا، باقی رہا غائبانہ جنازہ تو اس سلسلہ میں خود جنازہ میں شریک ہونے والوں کی گواہی سن لیجئے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فصلینا خلفه ونحن لانریٰ الا ان الجنازة قد امنا

(صحیح ابن حبان، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۴)

ہم نے حضور علیہ السلام کے پیچھے (شاہ حبشہ کے جنازے کی) نماز پڑھی اور ہم نہیں دیکھتے تھے مگر یہ کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

جن احادیث میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پہ حقوق کا ذکر ہے وہاں یہ ہے، واتباع الجنائز (بخاری حدیث نمبر ۱۲۳۹، نمبر ۱۲۴۰)

جنازوں کے پیچھے چلنا، جنازہ ہوگا تو پیچھے چلیں گے، ایک حدیث میں فرمایا: الجنازہ اذا حضرت، جنازہ تب ہے جب حاضر ہو، کہیں یہ نہیں ہے۔ الجنازہ اذا غابت، تب بھی جنازہ ہے جب غائب ہو۔

حدیث شریف میں ہے، الجنازة متبوعة ولا تتبع، جنازہ متبوع ہے۔ (اس کے پیچھے چلا جائے) نہ کہ تابع، اگر میت ہوگی ہی نہیں تو تابع متبوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیس معها من تقدمها، جو اس سے آگے چلے گا وہ جنازے کے ساتھ شامل نہیں ہے۔ (ابوداؤد وابن ماجہ، مشکوۃ ص ۱۴۶)

هذا الحدیث یوئد مذهب ابی حنیفة، مشکوۃ بین السطور۔

فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے پہ یہ بھی حق ہے کہ: یشهده اذا مات، جب وہ

مرے تو (جنازہ کیلئے) اس کی میت پہ حاضر ہو۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ ص ۳۹۷)

جنازہ حاضر ہو یا مسلمان جنازے پہ حاضر ہو ایک ہی بات ہے کہ جنازہ سامنے ہو۔ ایک روایت میں ہے، ویتبع جنازۃ اذا مات (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۳۹۸)

جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے کے پیچھے چلے۔

باقی رہی یہ بات کہ حضور علیہ السلام کے سامنے اتنی دور سے جنازہ کیسے رکھ دیا گیا تو صلوٰۃ کسوف کے باب میں آپ نے پڑھا کہ حالت نماز میں اسی مدینہ پاک کی مسجد نبوی شریف میں جنت ودوزخ کو آپ سرکار کے سامنے لاکر رکھ دیا گیا اگر اتنی دور سے جنت دوزخ آسکتی ہے تو نجاشی کا جنازہ کیوں نہیں آسکتا۔ (آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا)

جنگ موتہ کا آنکھوں دیکھا حال مدینہ میں بیان ہو رہا ہے:

بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلے پر موتہ نامی ایک مقام پہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں اہل اسلام کی کفار کے ساتھ جنگ ہوئی جس میں اہل اسلام کی تعداد تین ہزار تھی اور ان پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر حضور علیہ السلام نے بھیجا اور فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب جھنڈا اٹھا لیں، اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ علم بردار ہوں گے۔ ایک یہودی نے یہ بات سنی تو ان تینوں سے کہنے لگا اگر یہ نبی ہیں تو تم تینوں جنگ میں مارے جاؤ گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (مدینہ شریف میں منبر انور پہ تشریف فرما ہو کر حضور علیہ السلام فرما رہے تھے)

اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ، لو زید نے علم لے لیا ہے پس وہ شہید ہو گیا۔

ثُمَّ اَخَذَھَا جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ، اب جعفر نے جھنڈا پکڑ لیا تو وہ بھی شہید ہو گیا۔

ثُمَّ اَخَذَھَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ، دیکھو! اب عبداللہ بن رواحہ نے

علم لے لیا ہے وہ بھی شہید ہو گیا۔

وَاِنَّ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَتَذْرِفَانِ، (یہ بیان کرتے ہوئے) حضور علیہ السلام کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ مزید فرمایا:

ثُمَّ اَخَذَھَا خَالِدُ بْنُ وَلِیْدٍ مِّنْ غَیْرِ اِمْرَۃٍ فَفُتِحَ لَہٗ

پھر بغیر حکم کے حضرت خالد نے علم سنبھال لیا ہے اور انہیں فتح ہوگئی۔

نام نہاد کلمہ گووں (گوہ ووں) کو یہ کہنے کی توفیق تو مل گئی کہ دیکھو جنہیں حضور علیہ السلام نے امارت سونپی تھی ان کے ہاتھ پہ فتح نہ ہوئی اور حضرت خالد جو بغیر امیر بنائے علمبردار بن گئے ان کے ہاتھوں فتح ہوگئی۔ مگر جن کو حضور علیہ السلام نے امارت سونپی تھی ان کو شہادت کا رتبہ ملنا اور حضور علیہ السلام کا برسر منبر بیان کرنا یہ علم نبوت اور نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال نظر نہیں آرہا اور غلاظت کی مکھی کی طرح ان کی قسمت میں غلاظت پہ بیٹھنا ہی لکھا ہوا ہے۔

مگر ہمارے علماء نے اس سے یہ مسئلہ اخذ فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دیکھ رہا ہو کہ اہل اسلام کا اجتماعی یا انفرادی نقصان ہو رہا ہے اور اس میں صلاحیت موجود ہے وہ کام سرانجام دینے کی تو از خود وہ کام سرانجام دے سکتا ہے۔ (الایمان کلہ ادب)

حوالے

* جیسے کوئی مرے گا ویسے ہی اٹھایا جائے گا (نمبر ۱۲۶۶)
* رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھنا (حدیث نمبر ۱۲۶۹)
* لعاب دہن اور قمیص سے نوازنا (نمبر ۱۲۷۰)
* قمیص کیوں پہنائی؟ (حدیث نمبر ۱۳۵۰)
* جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا اگرچہ یہودی کا ہو اور اس حکم کا منسوخ ہونا، اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی (نمبر ۱۲۸۳) صبر تو صدمہ کے آغاز میں (قابل تعریف) ہے (حدیث نمبر ۱۳۰۹ تا ۱۳۱۲)

* جنازہ جلدی لے کر چلنا اور میت کا یہ کہنا قد مونی، مجھے جلدی لے چلو۔
(نمبر ١٣١٥-١٣١٦)
* غربت کی فضیلت میں احادیث ص ١٧٠، ص ١٩٠، ٣٤٦،
* حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک سوال اور اس کا جواب
(ص ١٧١ حاشیہ نمبر ١١)
* سورج کے طلوع وغروب کے وقت جنازہ نہ پڑھا جائے (ص ١٧٦)
* مجھے تم سے شرک کا کوئی خطرہ نہیں (ص ١٧٩) پوری تفصیل کے ساتھ یہ حدیث ہماری کتاب مقالات وخطبات میں دیکھئے
* ابن صیاد کے بارے حدیث (ص ١٨٠-١٨١)
* حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پہ بڑا پتھر رکھا گیا، (ص ١٨٢)
* مردے کا جوتوں کی آواز سننا، انہ لیسمع قرع نعالھم، (ص ١٨٣، ص ١٨٤)

دعائے مصطفیٰ عَلَیْهِ التَّحِیَّةُ وَالثَّنَاء، اور عطائے خدا جَلَّ وَعَلَا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ (جنہوں نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تربیت پائی کیوں کہ ان کی والدہ حضرت ابوطلحہ کے نکاح میں تھیں) فرماتے ہیں: ابوطلحہ کے ایک صاحبزادے بیمار ہوگئے پھر ان کا وصال ہوگیا جبکہ ابوطلحہ مدینے سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جب ان کی اہلیہ نے دیکھا کہ بچہ تو فوت ہوگیا ہے تو کچھ کھانا تیار کیا اور بچے کو گھر کے ایک کونے میں سنبھال دیا۔ حضرت ابوطلحہ تشریف لائے اور انہوں نے پوچھا: بچہ کیسا ہے؟ عرض کیا: قد ھدات نفسه وارجوا ان یکون قد استراح، سکون کے ساتھ ہے اور مجھے امید ہے کہ راحت پا گیا ہوگا (مراد ان کی یہی تھی کہ فوت ہوگیا ہے مگر توریۃً کلام کیا) ابوطلحہ سمجھے کہ (بچہ ٹھیک ہوگیا ہے اور میری بیوی) سچ کہہ رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے (قربت کے ساتھ) رات گزاری، صبح غسل کیا اور جب ابوطلحہ باہر جانے لگے تو بیوی نے وضاحت کے ساتھ سارا کچھ بتا دیا۔

ابوطلحہ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ (صبح) کی نماز ادا کی پھر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں بچے کی متعلق عرض کر دیا اس پر حضور علیہ السلام نے (رات کے واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّبَارِكَ لَكُمَا فِیْ لَیْلَتِكُمَا (نمبر ١٣٠١)

امید ہے اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تمہاری رات میں برکت عطا فرمائے گا۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں انصار کے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ: میں نے حضرت ابوطلحہ کے نو بیٹے دیکھے، کلھم قد قرأ القرآن، سارے کے سارے قرآن مجید پڑھے ہوئے تھے۔

یعنی افضل ترین لوگوں میں سے تھے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بلکہ خود حضور علیہ السلام کے نزدیک افضل ترین شخص وہی ہوتا جو قرآن پڑھتا پڑھاتا، خیرکم من تعلم القرآن و علمه، یہی وجہ ہے کہ احد کے شہداء کو جب دفن کرنے کا موقع آیا اور ایک ایک کپڑے میں دو دو شہداء کو لپیٹا گیا تو پہلے حضور پوچھتے:

ایھم اکثر اخذا بالقرآن

ان میں قرآن کس کو زیادہ یاد ہے؟

چنانچہ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اس کو پہلے لحد میں اتارا جاتا۔ دوسرے کو بعد میں (ج ١ ص ١٨٠)

بہر حال معلوم ہوا! حضور علیہ السلام ابوطلحہ کے ماضی اور مستقبل کے تمام حالات سے باخبر تھے اور آپ کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے کس عظیم الشان طریقے سے قبول فرمایا۔

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی شان سے جو دعائے محمد (ﷺ)

برکت کی دعا اور اس کی قبولیت

حضرت عبداللہ بن ہشام کی والدہ ماجدہ (زینب بنت حمید) انہیں بچپن میں

حضور علیہ السلام کی خدمت میں لے کر گئیں اور عرض کیا: حضور اس کو بیعت فرمالیں، فرمایا: ھو صغیر فمسح راسه ودعا له، یہ ابھی چھوٹا ہے پس آپ نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔ ان کے پوتے زہرہ بن معبد فرماتے ہیں: میرے دادا عبداللہ بن ہشام جب بھی غلہ خریدنے کے لئے بازار جاتے تو عبداللہ بن عمر اور ابن زبیر (رضی اللہ عنہم) (جیسے ماہرین تجارت) کہتے فیقولان له اشرکنا فان النبی صلی اللہ علیه وسلم قد دعالك بالبرکة، ہمیں بھی تجارت میں شریک کر لو کیونکہ حضور علیہ السلام نے تیرے لئے برکت کی دعا کی تھی، چنانچہ عبداللہ بن ہشام ان بزرگوں کو تجارت میں شریک کر لیتے، فربما اصاب الراحلة کما ھی، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ پورا پورا اونٹ منافع میں آ جاتا۔ (۲۵۰۱-۲۵۰۲)

موسیٰ علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عزرائیل علیہ السلام کو (اللہ تعالیٰ کے جلالی پیغمبر) موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا گیا، (روح قبض کرنے کے لئے اور جب عزرائیل علیہ السلام نے اس بات کا اظہار کیا تو) موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کو ایسا تھپڑ رسید فرمایا کہ عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوٹ گئی۔ رب العالمین کی بارگاہ میں واپس گئے اور عرض کیا:

اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّا یُرِیْدُ الْمَوْتَ، تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔ اللہ پاک نے فرمایا: واپس جاؤ اور ان سے کہو بیل کی پشت پہ ہاتھ رکھیں جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال عمر بڑھا دی جائے گی۔ (چنانچہ عزرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کر دیا تو) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پھر کیا ہوگا؟ عرض کیا پھر موت، تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی سہی۔ اور اللہ سے سوال کیا پتھر پھینکنے کے فاصلے کی مقدار مجھے (ارض مقدس) بیت المقدس کے قریب (میری قبر کا انتظام) کر دے، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فَلَوْ کُنْتُ ثَمَّ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ (نمبر ۱۳۳۹)

اگر میں وہاں ہوتا تو ان کا مزار پر انوار (جس میں وہ معراج کی رات کھڑے ہو کر صلوٰۃ پڑھ رہے تھے اور میں دیکھ رہا تھا) تمہیں ضرور دکھاتا جو راستے کے کنارے سرخ ریت کے ٹیلے کے پاس ہے۔

خدا کے فرستادہ کے ساتھ یہ معاملہ؟

عجیب بات ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے معمولی بندے کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرے جو موسیٰ علیہ السلام نے عزرائیل علیہ السلام کے ساتھ کیا تو بعض دفعہ جنگ شروع ہو جاتی ہے اور خدا کے بھیجے ہوئے کے ساتھ ایسا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تک نہیں۔ معلوم ہوا! ہمارا معاملہ اور ہوتا ہے اور اللہ کے پیاروں کا معاملہ اور ہوتا ہے۔ اسی بات کی کچھ بد مذہبوں اور جہمیہ کو سمجھ نہ آئی اور انہوں نے اس حدیث کی صحت کا ہی انکار کر دیا۔ یہ بھی یاد رکھو! جب بارگاہِ موسوی کی یہ شان ہے تو پھر بارگاہِ مصطفوی کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ یہ بھی معلوم ہوا! متبرک مقامات میں دفن ہونے کی خواہش کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی علیہ السلام کی ظاہری زندگی کی اخروی زندگی کے لئے سب سے بڑی خواہش تھی اور اگر اس میں اخروی فائدہ نہ ہوتا تو آپ کیوں ایسی خواہش کرتے۔ لہٰذا اُمت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء کرام کی قبور (جہاں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے) کے پاس دفن ہونیکی جگہ مل جانا یا جنت البقیع میں دفن ہونے کی خواہش کرنا اور اس خواہش کا پورا ہو جانا بڑی سعادت ہے۔

ہمارے آقا علیہ السلام کی خدمت کرنے والا یہودی کا بچہ آگ سے بچ گیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک یہودی کا لڑکا (عبدالقدوس) حضور علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوگیا تو حضور علیہ السلام اس کی عیادت کیلئے

تشریف لے گئے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرمانے لگے، اَسْلِمْ، اسلام لے آ۔ اس بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا، باپ نے کہا: اطع ابا القاسم، ابوالقاسم (محمد رسول اللہ) کی بات مان لے چنانچہ وہ اسلام لے آیا (اور اللہ کو پیارا ہوگیا) حضور علیہ السلام وہاں سے نکلے تو (خوشی سے یوں اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ (نمبر۱۳۵۶)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اس کو آگ سے بچالیا۔

* حضور علیہ السلام کا فرمان: کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه اویمجسانه (نمبر۱۳۸۵)

ہر بچہ فطرت (اسلام) پہ پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے صاجزادے (حضرت ابراہیم) کی وفات کا واقعہ:

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام کے صاجزادے حضرت ابراہیم کا (رضاعت کے دوران) وصال ہوا تو آپ نے فرمایا: ان له مرضعا فی الجنة (نمبر۱۳۸۲) بے شک اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی (جنت کی حور) کا انتظام کردیا گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ ابوسیف لوہار کے گھر گئے اور حضور علیہ السلام کے صاجزادے ابراہیم انہی کے گھر پرورش پا رہے تھے (ابراہیم پہ نزع کا عالم طاری تھا) حضور علیہ السلام نے بیٹے کو ہاتھوں پہ لیا، بوسہ دیا، سونگھا (واپس آگئے) پھر ہم گئے تو ابراہیم آخری سانس لے رہے تھے (یہ منظر دیکھ کر) حضور علیہ السلام کی آنکھیں بہنے لگیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا، آپ بھی یارسول اللہ (رو رہے ہیں مطلب یہ تھا کہ یہ رونا کہیں صبر کے خلاف تو

نہیں) فرمایا: یہ رحمت ہے۔ پھر دوبارہ حضور علیہ السلام کے آنسو نکلے اور فرمایا:

اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ،

بے شک آنکھ روتی ہے، دل غم سے بھرا ہوا ہے مگر زبان پہ وہی جاری ہوگا جو ہمارے رب کو پسند ہے اور اے ابراہیم ہم تیری جدائی میں بہت غمگین ہیں (نمبر۱۳۰۳)

(بخاری شریف پارہ نمبر ۵ کی منتخب احادیث کے حوالہ جات تمام ہوئے)

حوالے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفن ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا، نمبر۱۳۹۲

* فوت شدہ کے لئے صدقہ کرنا ص ۱۸۶، ص ۳۸۶،
* حضور علیہ السلام کی قبر انور اونٹ کی کوہان کی طرح ہے، ص ۱۸۶،
* من ابتلی من هذه البنات بشیء کن له ستر امن النار، ص۱۹۰، جو شخص بچیوں کی آزمائش میں ڈالا گیا تو یہ بچیاں اس کے لئے آگ سے پردہ ہوں گی۔
* عرش کا سایہ کس کس کو نصیب ہوگا؟ ص ۱۹۱،
* حضرت حکیم بن حزام (صحابی رسول علیہ السلام) کا عزم مصمم، حضور علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ آپ کے علاوہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا تو حضرت عمر کے دور میں اپنا حق بھی نہ لیتے، حضرت عمر کو اعلان کرنا پڑتا کہ میں ان کو ان کا حق دیتا ہوں یہ نہیں لیتے، حتی توفی یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی، (ص ۱۹۹، ص ۳۸۴، ص ۳۸۵)
* کسی سے صدقہ کا مال خرید لینا جو خود نہ دیا ہو جائز ہے۔ (ص ۲۰۱)
* اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ (نمبر۱۳۸۲)

احد ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

* حضرت امام حسن کو صدقہ کی کھجور منہ میں ڈالنے پر فرمایا۔

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ لَا یَاْکُلُوْنَ الصَّدَقَةَ (نمبر ١٤٨٥)

کیا تو جانتا نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (دوسری روایت میں ہے)

اَمَا شَعَرْتَ اَنَّا لَانَاْکُلُ الصَّدَقَةَ (نمبر ١٤٩١)

(کیا تو اتنا بھی نہیں جانتا کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے)

* حضرت بریرہ کے متعلق صدقہ کے گوشت کے بارے میں فرمایا:

هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ (نمبر ١٤٩٤)

وہ اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔

* اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى آلِ اَبِيْ اَوْفٰى (نمبر ١٤٩٧)

اے اللہ ابواوفیٰ کی آل پہ صلاۃ بھیج۔

* بنی اسرائیل کا مقروض اور مدد الٰہی (نمبر ١٤٩٨)

* توکل یہ نہیں کہ خالی ہاتھ گھر سے نکل پڑے اور پھر لوگوں سے بھیک مانگتا پھرے۔ (نمبر ١٥٢٣)

* حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حجۃ الوداع میں شرکت (نمبر ١٥٥٥)

* میں کسی کے کہنے پر اپنے آقا علیہ السلام کی سنت نہیں چھوڑ سکتا، فرمان علی شیر خدا۔ (نمبر ١٥٦٣)

حضرت عمر اور حجر اسود:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (طواف کرتے ہوئے) حجر اسود کے پاس تشریف لائے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا:

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ

اللّٰهِ يُقَبِّلُكَ مَاقَبَّلْتُكَ (نمبر ١٠٩٧)

میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے (ذاتی طور پر تو) نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع دے سکتا ہے اگر میں نے حضور علیہ السلام کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ چومتا۔

اس فرمان کی تمام تر تفصیلات ہماری کتاب فضائل و مسائل حج و زیارت میں دیکھئے۔ یہاں اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی وجہ، حکمت اور کنہ جاننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کے حکم کی اتباع لازم ہے اگرچہ علت وسبب معلوم نہ ہو۔ ورنہ کبھی انسان گمراہ بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ بسا اوقات ایک انسان دوسرے انسان کی باتوں کی کنہ جاننے سے عاجز ہو جاتا ہے تو پھر اللہ ورسول کے ہر حکم کی علت وکنہ کس طرح معلوم کر سکتا ہے؟ کیا ہمارے لئے ان کے ارشادات پہ اس لئے ہی عمل کرنا ضروری نہیں کہ یہ ہمارے اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور بندے کی سعادت ہے کہ ان کی طرف سے اسے کوئی حکم آجائے۔

؎ میرا اللہ بھی کریم اس کے محمد بھی کریم
دو کریموں میں گنہگار کی بن آئی ہے

اور پھر ہر کام کے جو فضائل بیان کر دیئے گئے اگر ان سے بھی عمل کا جذبہ پیدا نہ ہو تو کنہ جاننے سے بھی کچھ نہ ہوگا۔ حجر اسود کے فضائل میں یہ ہے کہ یہ اپنے چومنے والوں کی شفاعت کرے گا، یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا (ترمذی)

من فاوضه فانما يفاوض يد الرحمٰن، (ابن ماجہ باب فضل الطواف)

جس نے اس کا بوسہ لیا اس نے اللہ تعالیٰ کے ید قدرت کا بوسہ لیا اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ ساری فضیلتیں خود ہمارے آقا علیہ السلام نے بیان فرمائیں

ورنہ

ے کہاں یہ مرتبے اللہ اکبر سنگ اسود کے
یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

جو کام حضور پاک نے کیا ہم وہ کبھی نہ چھوڑیں گے

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مذکورہ کلمات کہنے کے بعد یوں فرمایا:

ومالنا وللرمل انا کنار اینا المشرکین وقد اھکلھم اللہ

اور ہمیں کیا کام رمل (دوران طواف اکڑ کر چلنے) سے ہم نے تو مشرکوں کو دکھانے کے لئے (کہ ہم مدینہ شریف جا کر کمزور نہیں ہوتے بلکہ طاقتور ہوئے ہیں) رمل کیا تھا (لیکن اب اگرچہ وہاں مشرکین نہیں ہیں مگر رمل پھر بھی ضرور کریں گے کیونکہ)

شیء صنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلانحب ان نترکه

جو کام حضور علیہ السلام نے کیا ہے ہم اس کو چھوڑ دینا ہرگز پسند نہیں کرتے (نمبر ۱۶۰۵) چھٹے پارے کی منتخب احادیث کے حوالہ جات مکمل ہوئے۔

حوالے

* لاصلوة بعد صلاتين بعد العصر حتى تغرب الشمس وبعد الصبح حتى تطلع الشمس (ص ۲۵۱)

دونمازوں کے بعد (نفلی) نماز نہیں عصر کے بعد یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے۔

* العمرة الى العمرة كفارة لما بينهما والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة (حدیث نمبر ۱۷۷۳)

ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج

مبرور کی جزاء تو جنت ہے۔

* مدینہ شریف کو یثرب نہ کہو اور دیگر فضائل مدینہ پہ احادیث ص ۲۵۲ سے،

مابين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة ومنبري على الحوض،

(حدیث نمبر ۱۸۸۸) میرے گھر سے منبر تک جنت کا باغ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پہ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کا بخار میں اشعار پڑھنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ پاک تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما بخار میں مبتلا ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق کو جب بخار چڑھتا تو یہ شعر پڑھتے۔

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِي اَهْلِهٖ   وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص اپنے گھر والوں میں صبح کرنے والا ہے اور حال یہ ہے کہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

اور حضرت بلال کا جب بخار ٹوٹتا تو ترنم (سُر) کے ساتھ باآواز بلند یہ اشعار (رباعی) پڑھتے۔

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَحَوْلِيْ اِذْخَرٌ وَ جَلِيْلٌ
وَهَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَ طَفِيْلٌ

کاش ایک رات میں ایسی وادی سے گزرتا کہ میرے ارد گرد اذخر اور جلیل (گھاس) ہوتی اور کیا کسی دن مجنہ کے مقام سے بھی گزر سکوں گا اور کیا میری نظر میں شامہ اور طفیل (پہاڑ یا چشمے) ہوں گے۔ (نمبر ۱۸۸۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دعائے مدینہ:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت عمر شہید کر دیئے

گئے ہیں یا شہید کیے جائیں گے، جب یہ خواب انہوں نے حضرت عمر کے سامنے بیان کیا تو حضرت عمر نے فرمایا: میرے لئے شہادت کہاں؟ میں تو جزیرہ عرب کے درمیان رہتا ہوں، جہاد پہ جاتا نہیں، لوگ ہر وقت میرے گرد رہتے ہیں پھر فرمایا: (شہادت) نصیب ہوگی انشاء اللہ تب سے آپ دعا کرنے لگے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ (صلی اللہ علیہ وسلم) (حدیث نمبر ۱۸۹۰)

اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہید ہونے کی دولت سے مالا مال فرما اور میری وفات (شہادت) تیرے رسول کے شہر میں ہو،

لوگ حیران تھے کہ شہادت بھی مانگتے ہیں اور وہ بھی مدینہ شریف میں، ظاہر ہے شہادت تو میدان جنگ میں ملتی ہے مگر پتہ تب چلا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کی دعا کو من وعن قبول فرمالیا اور دوران نماز ایک مجوسی کے ہاتھوں شہید کردیئے گئے۔

؎ جو تیرے منہ سے نکلی وہ بات ہو کے رہی

ایک مزدور صحابی کی برکت سے اُمت پہ آسانی:

ابتداء میں رمضان کا پورا مہینہ صرف افطاری اور سونے سے پہلے تک کھانے کی اجازت تھی۔ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت قیس بن صرمہ جو محنت و مزدوری کر کے اپنا گزارا کرتے تھے روزہ کی حالت میں سارا دن مشقت کرنے کے بعد شام کو گھر آئے اور اپنی بیوی سے افطاری کے وقت کھانا طلب کیا۔ بیوی نے کہا: کھانا تو نہیں ہے لیکن میں کہیں جا کر تیرے لئے کھانا لاتی ہوں، بیوی کو واپس آتے ہوئے دیر ہوگئی یہ سارا دن کام کاج کی تھکاوٹ کی وجہ سے سو گئے، بیوی نے واپس آ کر دیکھا تو کہا: خیبة لك، تیرے لئے محرومی ہے، اگلے دن پھر اسی طرح روزے کی حالت میں کام کرتے ہوئے بے ہوش ہوگئے، ان کا معاملہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت نازل فرما کر ان کے صدقے پوری اُمت پہ کرم فرما

دیا اور سحری تک کھانے کی اجازت ہوگئی۔

(اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ، البقرہ آیت نمبر ۱۸۷ (حدیث نمبر ۱۹۱۵))

میں تم جیسا نہیں ہوں (فرمان نبوت):

حضور علیہ السلام نے صوم وصال رکھے (جس روزے میں نہ سحری ہوتی ہے نہ افطاری نہ کچھ کھایا جائے نہ پیا جائے) صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کردیا تو ان پہ شاق گزرا (اور بھوک پیاس کی شدت نے انکو کمزور کردیا) تب حضور علیہ السلام نے انہیں منع فرمادیا، انہوں نے عرض کیا آپ بھی تو ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا: لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ، اِنِّیْ اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی، میں تم جیسا نہیں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے (نمبر ۱۹۲۲) وفی روایة لست کاحدمنکم انی اطعم واسقی (نمبر ۱۹۶۱) اوانی ابیت اطعم واسقی اوفی روایة انی لست مثلکم انی اطعم واسقی (نمبر ۱۹۶۲) وفی روایة انی لست کھیئتکم انی ابیت لی مطعم یطعمنی وساق یسقین (۱۹۶۳) وفی روایة انی لست کھیئتکم انی یطعمنی ربی ولیسقینی (نمبر ۱۹۶۴) وفی روایة انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (نمبر ۱۹۶۵)

✵ روزہ توڑنے والے کو کھجوروں کا ٹوکرا عطا فرمادیا، (حدیث نمبر ۱۹۳۶) اس حدیث کی ایمان افروز شرح ہماری کتاب فضائل و مسائل رمضان میں دیکھئے۔

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

(پارہ نمبر ۷ کی منتخب احادیث کے حوالے مکمل ہوئے)

بچوں کا روزہ:

ایک شخص نے رمضان شریف کے مہینے میں شراب پی لی اسے حضرت عمر فاروق کے پاس لایا گیا تو وہ پھسل گیا اس پر آپ نے فرمایا: تیرا برا ہو ہمارے تو بچے بھی روزے سے ہیں پھر اس کو اسی کوڑے مارے اور ملک شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب رمضان کے روزے فرض نہیں تھے اور دس محرم کا روزہ فرض تھا تو حضور علیہ السلام نے عاشورہ کے دن انصار کی آبادی میں پیغام بھیجا کہ جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ وہ روزے سے نہیں تھا تو بقیہ دن وہ روزہ دار کی طرح رہے اور جس نے صبح روزے کی حالت میں کی ہے تو وہ سارا دن روزے سے رہے۔ راویہ کہتی ہیں اس کے بعد ہم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور بچوں سے بھی روزہ رکھواتے تھے اور اون کے کھلونے دیکر ان کا دل بہلاتے تھے یہاں تک کہ افطاری کا وقت ہو جاتا۔

(نمبر ۱۹۶۰)

* حضور علیہ السلام شعبان کے تمام روزے رکھتے (ص ۲۶۴) حاشیہ نمبر ۶ میں ہے ای اکثرہ، کیونکہ عربوں کی عادت ہے اذا صام احد اکثر الشهر قالو اصام کله، جب کوئی مہینے کے اکثر دن روزہ رکھے تو کہتے ہیں اس نے پورا مہینہ روزے رکھے۔
* تین دنوں سے کم میں قرآن پاک کی تلاوت مکمل نہ کی جائے۔ (ص ۲۶۵)
* حضرت عمر نے فرمایا: نعم البدعة هذه نماز تراویح کی باجماعت پورا مہینہ ادائیگی بڑی اچھی بدعت ہے۔ (ص ۲۶۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا مَسِسْتُ خَزَّۃً وَّلَا حَرِیْرَۃً اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْکَۃً وَّلَا عَنْبَرَۃً اَطْیَبَ رَائِحَۃً مِّنْ رَّائِحَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (حدیث نمبر ۱۹۷۳)

میں نے نہ کسی ریشم کو اور نہ ریشمی کپڑے کو حضور علیہ السلام کی ہتھیلی سے زیادہ نرم پایا اور نہ کستوری و عنبر کو حضور علیہ السلام (کے جسم اقدس) کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار پایا۔

جس کے ہر خط میں ہے موج نور کرم
اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پہ مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضرت انس کیلئے حضور علیہ السلام کی دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام میری والدہ حضرت ام سلیم کے ہاں تشریف لائے تو والدہ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں چھوہارے اور گھی پیش کیا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا گھی کو مشک میں اور چھوہاروں کو واپس برتن میں لوٹا دو کیونکہ میں روزے سے ہوں، اس کے بعد حضور علیہ السلام نے گھر کے ایک کونے میں نفلی نماز ادا فرمائی اور گھر والوں کے لئے دعائے برکت کی۔ اس کے بعد والدہ نے عرض کیا! حضور میرا بیٹا اور آپ کا خادم انس ہے پس حضور علیہ السلام نے میرے لئے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی دعا فرمائی جس کے الفاظ یہ تھے:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْہُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِکْ لَہٗ (نمبر ۱۹۸۲)

اے اللہ! اس (انس) کو مال و اولاد سے نواز دے اور اسے برکت عطا کر۔

حضرت انس فرماتے ہیں (یہ حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے دیکھ لو) فانی لمن اکثر الانصار مالا، میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں (اور جہاں تک اولاد کا تعلق ہے تو) میری بیٹی اُمینہ نے مجھے بتایا کہ بصرہ میں حجاج بن یوسف کے آنے تک میری صلب کے ایک سو بیس سے زیادہ اشخاص دفن ہو چکے ہیں (اور اپنی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی)

ایک علمی نکتہ

قرآن مجید میں جہاں بھی ما ادراک آیا ہے ابن عیینہ کے مطابق اللہ تعالیٰ حضور

علیہ السلام کو اس کا علم دے دیا ہوتا ہے، بخلاف ومایدریک کے، حالانکہ ومایدریک لعلہ یزکی سے ابن عینیہ کا یہ قائدہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ الاعمی (ابن ام مکتوم) کا مسلم مخلص ہونا تو سب کو معلوم تھا چہ جائیکہ حضور علیہ السلام کو معلوم نہ ہو یا یہ کہ آیت کے نزول تک علم نہ تھا۔ اس تعلیق سے مقصود یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو شب قدر کا علم تھا کیونکہ وہاں بھی وما ادرك ماليلة القدر ہے (ص ۲۷۰) حضور علیہ السلام نے ظاہری زندگی کا آخری اعتکاف بیس دن اسی لئے کیا تھا، انه علم بانقضاء اجله فارا دان يستكثر من اعمال الخير (ص ۲۷۴ حاشیہ نمبر ۴ بحوالہ فتح الباری) آپ کو معلوم تھا میری ظاہری زندگی پوری ہونے والی ہے تاکہ اعمال خیر کی کثرت ہو جائے اور اُمت کے لئے محنت کا ایک سنت طریقہ متعین ہو جائے۔

شیطان کسی کے دل میں کسی کے متعلق بھی وسوسہ ڈال سکتا ہے:

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ وہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں حالت اعتکاف میں حضور علیہ السلام کی زیارت کے لئے حاضر ہوئیں، تھوڑی دیر تک باتیں کرنے کے بعد واپس جانے لگیں تو حضور علیہ السلام انہیں واپس بھیجنے کیلئے اٹھے، جب وہ مسجد کے اس دروازے پہ پہنچیں جو حضرت ام سلمہ کے حجرے کے پاس ہے تو انصار کے دو شخص وہاں سے گزرے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو سلام عرض کیا آپ نے فرمایا: علی رسلکما، یہیں ٹھہر جاؤ اور سنو یہ (میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہے۔ فقال سبحان الله يارسول الله وكبر عليهما، عرض کیا سبحان اللہ اے اللہ کے رسول (یعنی ہم آپ کے بارے میں بھلا کوئی ایسا گمان کر سکتے ہیں) اور ان پر یہ معاملہ شاق گزرا تب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ ابْنِ اٰدَمَ (الْاِنْسَانِ) مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ يَّقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا (نمبر ۲۰۳۵)

بے شک شیطان انسان کے جسم میں خون کی جگہ پہنچ جاتا ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں (میرے بارے) کچھ (بدگمانی) نہ ڈال دے۔

معلوم ہوا! اپنے آپ کو جہاں تک ہو سکے شکوک وشبہات کا نشانہ نہ بننے دیا جائے۔ بعض لوگ اس چیز کی پرواہ نہیں کرتے اور کہتے ہیں جب ہم ٹھیک ہیں تو کوئی جو چاہے کہتا پھرے یا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیتے ہیں اور خود کچھ نہیں بولتے یہ بھی درست نہیں بلکہ کم از کم زبان کی حد تک تو اپنی صفائی پیش کر دینی چاہئے آخر زبان بھی تو اللہ نے ہی دی ہے اور بولنے ہی کے لئے دی ہے تو جب آپ اپنا دفاع نہیں کر رہے تو دوسرا مسلمان آپ سے کیا توقع رکھ سکتا ہے کہ آپ اس کی جان، مال، عزت وآبرو کے محافظ بنیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوا! معتکف مباح امور میں مصروف ہو سکتا ہے لوگوں سے ملاقات کر سکتا ہے، کسی کام کے لئے اس کی بیوی اس سے بات چیت کرنے کے لئے مسجد میں جا سکتی ہے، نیز بضرورت عورت رات کو گھر سے باہر جا سکتی ہے، گزرنے والے لوگ معتکف کو سلام کر سکتے ہیں۔

✲ حضور علیہ السلام نے گری پڑی کھجور کے بارے میں فرمایا:

لولا ان تكون صدقة لا كلتها، اگر اس کے صدقہ کی کھجور ہونے کا شبہ نہ ہوتا تو میں اس کو کھا لیتا۔ (نمبر ۲۰۵۵)

حضرت ابوہریرہ نے دامن پھیلا دیا اور حضور نے ان کا دامن بھر دیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جب لوگوں نے کہا کہ کیا وجہ ہے مہاجرین وانصار میں سے اتنی احادیث کوئی بھی روایت نہیں کرتا جتنی کہ ابوہریرہ کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: میرے بھائی انصار ومہاجرین تو اپنے کاروبار میں مصروف رہتے تھے اور میں حضور علیہ السلام کی صحبت میں پابندی کے ساتھ بیٹھتا کیونکہ

میں صفہ کے مسکینوں میں سے ایک مسکین تھا اور حضور علیہ السلام کے فرمان یاد کرتا رہتا تھا، حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا: جو اپنا دامن پھیلائے گا جب میں اپنے ارشادات سے نوازوں پھر اپنا کپڑا لپیٹ لے اس کو میری باتیں یاد رہیں گی۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے ایسے ہی کیا اور کپڑا لپیٹ کر سینے سے لگالیا۔

فمانسيت من مقالة رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك من شيء (نمبر ۲۰۴۷)

تب سے لے کر میں کبھی بھی حضور علیہ السلام کی کوئی بات نہیں بھولا، پیچھے حدیث نمبر ۱۱۹ گزر چکی ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ السلام سے اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

ابسط رداك، اپنا دامن پھیلا، میں نے دامن پھیلا دیا، فغرف بيديه، آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس میں ڈالا اور فرمایا: لپیٹ لے میں نے لپیٹ کر سینے سے لگالیا، فما نسيت شيئا بعد، آج تک میں کچھ نہیں بھولا۔

بلکہ فرمایا: خاص مجھے حضور علیہ السلام نے دو علم عنایت کئے ایک وہ جو پھیلا رہا ہوں (علم حدیث) دوسرا اگر ظاہر کردوں تو لوگ میری گردن کاٹ دیں (نمبر ۱۲۰)

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

* حضور علیہ السلام نے ایک صحابی پہ زرد رنگ (کی خوشبو) کا نشان دیکھا اور پوچھا: کیا شادی کرلی ہے؟ عرض کی جی...... فرمایا:

اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ، ولیمہ کر اگرچہ ایک بکری کیساتھ۔ (ص ۲۷۵)

اخوت اس کو کہتے ہیں......:

حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں جب ہم (ہجرت کرکے) مدینہ شریف آئے تو حضو علیہ السلام نے (مواخات) مدینہ کے موقع پر میرے اور حضرت سعد بن

ربیع کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارگی) قائم کی، حضرت سعد نے (مجھے) کہا میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، میں آپ کو آدھا مال دیتا ہوں اور میری دونوں بیویوں میں سے جو آپ کو زیادہ پسند ہو میں اس کو طلاق دے دیتا ہوں اور جب عدت گزر جائے اور وہ تیرے لئے حلال ہو جائے تو اس سے نکاح کر لینا، میں نے ان کو کہا: مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں، مجھے بازار کے بارے میں بتا دو جہاں تجارت ہوتی ہو، انہوں نے قینقاع بازار کا بتایا اور حضرت عبدالرحمن روزانہ پنیر اور گھی لے کر جاتے (اللہ تعالیٰ نے برکت دی ان کی شادی بھی ہوگئی اور جیسا کہ گزرا حضور علیہ السلام نے ان کو ولیمہ کا حکم دیا اگرچہ ایک بکری کا ہو) (نمبر ۲۰۴۸)

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

حوالے

* جو رزق میں برکت چاہتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔ (ص ۲۷۷)
* حضور علیہ السلام نے یہودی کے پاس اپنی درع (ذرع) گروی رکھ کر اپنے گھر والوں کے لئے جو لئے ص ۲۷۸،
* حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ بنے تو فرمایا: میرا کاروبار میرے گھر والوں کے لئے کافی تھا۔ اب میں مسلمانوں کے لئے کام کروں گا اور میرے گھر والے اس مال (بیت المال) سے کھائیں گے،
* ص ۲۷۸، واشمہ (جسم کو گودنے والی) اور مستوشمہ (گودوانے والی) پہ لعنت، ص ۲۸۰،
* لفظ عرس بمعنی شادی حدیث میں (ص ۲۸۰، مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۷)

استن حنانہ از ہجر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم):

انصار کی ایک عورت نے اپنے بڑھئی بیٹے سے حضور علیہ السلام کی اجازت کے

ساتھ منبر بنوا کر سرکار کو پیش کیا اس سے پہلے حضور علیہ السلام کھجور کے ایک پرانے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب اگلا جمعہ آیا تو آپ منبر پہ جلوہ گر ہوئے تو وہ تنا چیخنے لگا اور قریب تھا کہ پھٹ جاتا۔ حضور علیہ السلام منبر سے اترے اور اس تنے کو اپنے سینے کے ساتھ چمٹا لیا تو وہ تنا اس بچے کی طرح سسکیاں لینے لگا جس کو چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سکون آگیا۔ فرمایا: یہ اس لئے رویا ہے کہ ذکر سنا کرتا تھا (جس سے اب محروم ہوگیا) حدیث نمبر ۲۰۹۵، اس واقعہ کو مولانا روم نے مثنوی شریف میں جس محبت سے بیان کیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا:

پچھ لکڑی دے اوس ستون کولوں
مار دیندی جدائی حضور دی اے

حضرت جابر کے ساتھ حضور علیہ السلام کا لین دین:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا تو میرا اونٹ تھک گیا اور میں پیچھے رہ گیا، حضور علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا جو میں نے عرض کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی سواری سے اتر کر میرے اونٹ کو اپنے عصا مبارکہ سے مارا پھر مجھے فرمایا: سوار ہو جا میں سوار ہوگیا تو وہ اتنا تیز دوڑنے لگا کہ روکنے سے بھی رکتا نہ تھا۔ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں حضور علیہ السلام کے برابر نہ ہو جائے۔ پھر حضور علیہ السلام نے مجھ سے شادی کے بارے میں پوچھا میں نے بتایا: شادی ہو چکی ہے، فرمایا: کنواری عورت سے یا ثیبہ (پہلے سے بیاہی ہوئی مطلقہ یا بیوہ) سے میں نے عرض کیا۔ ثیبہ سے فرمایا: کنواری سے کیوں نہ کی تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی، میں نے عرض کیا میرے گھر میں میری بہنیں ہیں تو مجھے یہی اچھا لگا کہ ایسی عورت آئے جو ان کو اکٹھا رکھے۔ انہیں کنگھی [illegible]ے اور ان کی نگہبانی کرتی رہے۔ فرمایا: سنو! تم گھر پہنچ کر (ازدواجی

زندگی کے بارے میں) خوب سمجھداری سے کام لینا پھر فرمایا: اونٹ بیچو گے؟ میں نے عرض کیا جی چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ کے بدلے مجھ سے اونٹ خرید لیا، پھر یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام مجھ سے ایک دن پہلے مدینہ پہنچ گئے میں اگلے دن پہنچا تو آپ کو مسجد کے دروازے پہ پایا، آپ نے پوچھا: اب آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی، فرمایا: اپنا اونٹ یہاں چھوڑو اور مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھ لو۔ میں نے نماز پڑھی تو آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ مجھے ایک اوقیہ تول دے اور انہوں نے (حضور علیہ السلام کے حکم سے) مجھے کچھ زیادہ ہی تول دی پھر میں واپس مڑا تو آپ نے مجھے بلوایا میں سوچ رہا تھا ہوسکتا ہے حضور یہ سودا واپس کر دیں اور یہ میرے لئے بہت برا ہوگا لیکن آپ نے فرمایا:

خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهٗ (حدیث نمبر ۲۰۹۷)

اونٹ بھی لے جا اور قیمت بھی لے جا۔

اس طرح کا ایک واقعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سے اونٹ خریدا اور ان کے بیٹے عبداللہ کو عطا فرمادیا۔ (ص ۲۶۱۱)

علماء کرام و پیرانِ عظام کے لیے

اس حدیث کو آج کل کے پیرانِ کرام غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ ہمارے آقا علیہ السلام اپنے غلاموں کی کس طرح خبر گیری فرماتے اور ان سے خیر خواہی کرتے، ان کے گھریلو حالات پوچھتے، مسائل حل فرماتے اور لین دین کے معاملہ میں کیسا کریمانہ سلوک فرماتے۔ صرف نذرانے بٹور کر مرید کی جیب کو خالی کرتے رہنا اور اپنی جیبیں بھرتے رہنا، مرید کی غربت کا کوئی خیال نہ کرنا اور خود امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ دکھانا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں تھا۔

صرف پیروں کو اس لئے مخاطب کیا ہے کہ مذہبی طبقے میں عموماً یہی صاحب حیثیت ہوتے ہیں ورنہ وہ علماء جن کو اللہ تعالیٰ نے وسعت سے نوازا ہے ان کی بھی

یہی ذمہ داری ہے کیونکہ ان طبقات کا احترام اور ان کی خدمات میں نذرانہ جات صرف دین اسلام کے حوالے سے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلامی کی وجہ سے آتے ہیں لہٰذا یہ لوگ اس پر عمل نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟

آتا ہے فقیروں سے انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

حوالے

* تورات میں حضور علیہ السلام کی شان، بڑی شاندار تقریری حدیث نمبر ۲۱۲۵، ہماری کتاب شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔
* حضور علیہ السلام نے امام حسن کو سینے سے لگایا، بوسہ لیا اور فرمایا: اللھم انی احبہ واحب من یحبہ، اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ محبت کرنے والے سے بھی محبت کرتا ہوں یا معنیٰ یہ ہے کہ تو بھی اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرتا ہے (ص ۲۸۵، حدیث نمبر ۲۱۲۲)
* حضور علیہ السلام نے حضرت ابوسفیان کی بیوی کو ان کے مال سے بقدر ضرورت خفیہ لینے کی اجازت دی۔ (ص ۲۹۴)

میں نے حضور علیہ السلام سے مدد طلب کی، حضرت جابر:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام کا وصال ہوگیا اور ان پہ قرض (بہت تھا جو میں ادا نہیں کرسکتا) تھا: فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تو میں نے حضور علیہ السلام سے مدد طلب کی اور حضور علیہ السلام نے ایسی مدد فرمائی کہ تمام قرض بھی اتر گیا اور کھجوروں کا ڈھیر بھی اسی طرح رہا، یہ ایمان افروز واقعہ ہماری کتاب الباقیات الصالحات میں دیکھئے۔ یہاں اتنا سمجھ لیں کہ کیا حضرت جابر ایاك نستعین نہیں پڑھا کرتے تھے؟ تو پھر انہوں نے اس کا کیا معنیٰ سمجھا۔ اور پھر ان کے ان الفاظ پہ امت میں سے کبھی کسی نے اعتراض کیا؟ تو پھر

ہمارے لئے یہ کہنا کیوں ناجائز ہوگیا۔

یا رسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

اس واقعہ میں ایک جگہ ہے کہ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سارا قرضہ ادا کردیا تو عصر کی نماز کے وقت فارغ ہوکر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کو اطلاع دی کہ قرضہ بھی ادا ہوگیا اور کھجوریں بھی اتنی بچ گئیں: کانہ لم یمس، گویا کہ ان کو چھوا ہی نہیں گیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اخبر ذلك ابن الخطاب، اس بات کی اطلاع عمر بن الخطاب کو بھی دے۔ جب حضرت جابر نے حضرت عمر کو بتایا تو انہوں نے حضرت جابر سے فرمایا:

لقد علمت حین مشی فیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبارکن فیھا (بخاری ج ۱ ص ۳۲۲ ص ۳۲۴)

مجھے تو اس وقت ہی پتہ چل گیا تھا جب حضور علیہ السلام اس سلسلہ میں آپ کے ہاں چل پڑے تھے کہ ضرور برکت ہوگی۔ معلوم ہوا! حضور علیہ السلام چاہتے ہیں کہ میری فضیلت کی بات کا میرے غلاموں کے پاس تذکرہ کیا جائے۔ تبھی تو حضرت جابر کو فرمایا: جاکر عمر کو بھی بتاؤ۔ لہٰذا محافل سجا کر حضور علیہ السلام کی عظمتوں کو بیان کرنے سے حضور خوش ہوئے ہیں۔ اس کام میں ہمارے بزرگوں نے زندگیاں بے کار ہی نہیں کھپادیں۔ حضرت میاں محمد بخش کے چند اشعار پڑھ لیں۔

واہ کریم اُمت دا والی تے مہر شفاعت کردا
جبرائیل جہے جس چاکر نبیاں دا سرکردہ
اوہ محبوب حبیب رباناں حامی روز حشر دا
آپ یتیم یتیماں تائیں ہتھ سرے تے دھردا
شداں مداں زیراں زبراں شان تیری وچ آئیاں
عاماں لوکاں خبر نہ کائی خاصاں رمزاں پائیاں

اے سلطان حسن دی نگری راج سلامت تیرا
میں عاجز پردیسی بندہ عدل کریں کجھ میرا

* غار میں تین آدمیوں کا واقعہ نمبر ۲۲۱۵، ماں تسکین جاں نامی کتاب میں بمعہ ترجمہ لکھ چکا ہوں۔

* حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی بیوی کی ہجرت کا واقعہ اور ایک جابر بادشاہ کا حال نمبر ۲۲۱۷، (پارہ نمبر ۸ کی منتخب احادیث کے حوالہ جات تمام ہوئے)

حضور علیہ السلام کی اُمت پہ اللہ کا فضل:

یہود ونصاریٰ کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام نے اپنی اُمت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہود کی مثال صبح سے دوپہر تک محنت کرنے والے کی سی ہے، نصاریٰ کی مثال دوپہر سے عصر تک کام کرنے والے کی سی ہے جن کو ایک ایک قیراط معاوضہ ملا اور اُمت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والسلام کی مثال عصر سے مغرب تک کام کرنے والے کی طرح ہے جس کو دو قیراط معاوضہ ملے یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے۔ (مفہوم حدیث نمبر ۲۲۶۸)

* دم اور تعویز وغیرہ پہ معاوضہ لینا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک سردار کو دم کر کے تیس بکریاں لینا حدیث نمبر ۲۲۷۶، بمعہ ترجمہ وضروری فوائد ہماری کتاب الدروس العشرہ فی السورۃ الفاتحہ میں دیکھئے۔

* صدیق اکبر کی رضی اللہ عنہ ابن دغنہ نے وہی خوبیاں بیان کیں جو حضرت خدیجہ نے حدیث نمبر ۳ میں حضور علیہ السلام کی بیان فرمائیں۔ حدیث نمبر ۲۲۹۷۔

مال وارثوں کا ہوگا، قرضہ ہم ادا کریں گے، فرمانِ رسالت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں جب کوئی فوت شدہ مقروض لایا جاتا تو آپ پوچھتے کیا اس نے مال چھوڑا ہے کہ اس کا قرضہ ادا کیا جائے، اگر تو جواب ہاں کے ساتھ ہوتا تو آپ اس کی نماز جنازہ خود

پڑھاتے ورنہ مسلمانوں کو فرماتے: صلوا علی صاحبکم، اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو اور جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ (حدیث نمبر ۲۲۹۸)

میں مسلمانوں کی جانوں سے زیادہ ان کا مالک ہوں جو کوئی مسلمان مقروض ہو کر فوت ہوگا اس کا قرضہ میں ادا کروں گا اور جو مال چھوڑ کر مرے گا تو مال اس کے وارثوں کا ہوگا۔ مختلف احادیث میں کلاً ضیعۃ اور ضیاعا کے الفاظ ہیں کہ جو بچے بوجھ یا قرض چھوڑ جائے تو وہ ہمارے ذمے۔ (نمبر ۲۳۹۸، ۲۳۹۹)

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

گالیاں دیتا ہے کوئی تو دعا دیتے ہیں:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا حضور علیہ السلام نے ایک خاص عمر کا اونٹ دینا تھا تو اس نے آ کر تقاضا کیا اور تقاضے میں بہت سختی کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (اس کو پکڑنے کا) ارادہ کرلیا لیکن حضور علیہ السلام نے (منع کرتے ہوئے) فرمایا:

دَعُوهُ فَإِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا

کچھ نہ کہو قرض خواہ کو (کوئی ایسی ویسی) بات کر لینے کا حق ہے پھر فرمایا: اس کا اونٹ دے دو، لیکن اس عمر کا اونٹ نہ ملا بلکہ اس سے زیادہ عمر کا (اچھا اونٹ) ملا فرمایا یہی دے دو، اس نے عرض کیا آپ نے مجھے پورا پورا دیا اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا پورا (بدلہ) دے۔ فرمایا:

إِنَّ خِيَارَكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً، نمبر ۲۳۰۵، ۲۳۰۶

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو (قرضہ کی) سب سے اچھی ادائیگی کرے

* ایک قبیلہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اخوت نمبر ۸-۲۳۰۷،
* حضرت ابو ہریرہ نے شیطان کو پکڑ لیا پھر چھوڑ دیا اور حضور علیہ السلام نے بن کسی کے بتائے ان کو فرمایا: مافعل اسیرك البارحة، اے ابو ہریرہ تمہارا رات کا قیدی کیا ہوا؟ اور یہ سلسلہ تین دن تک رات چلتا رہا اور آخری دن اس نے آیت الکرسی وظیفہ کا بتایا اور جان چھڑا کر بھاگ گیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اما انه قدصدقك وھو كذوب اس نے یہ سچ کہا مگر ہے وہ بہت جھوٹا (نمبر ۲۳۱۱)
* اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے بکریاں چرائیں، وكنت ارعاها على قراريط لا هل مكة (ص ۳۰۱)

کھیتی باڑی کی فضیلت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ مُّسْلِمٍ يَّغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ (نمبر ۲۳۲۰)

مسلمان جو بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اس میں پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو اس مسلمان کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

جب کھیتی باڑی حد اعتدال اور بقدر ضرورت ہو تو امام نووی کے مطابق اس کو تمام پیشوں سے افضل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس کا نفع انسان وحیوان سب کو عام ہے اور اس میں غیر اختیاری طور پر بھی ثواب مل جاتا ہے ورنہ یہی پیشہ مذموم قرار دیا گیا جبکہ اس کی وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہو۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم انصار نے جہاد چھوڑ کر کھیتی باڑی میں پھنسنا چاہا تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہو: یا ایها الذین امنوا لا تلقوا بایدیکم الی التھلکة، اے ایمان والو (جہاد چھوڑ کر اور کھیتی باڑی میں پھنس کر) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ

ڈالو اور اسی تناظر میں اس حدیث کو لیا جائے کہ جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا: لایدخل هذابیت قوم الا ادخله الله الذل، جس گھر میں یہ (کھیتی باڑی کے آلات) ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس میں ذلت داخل فرمادے گا۔ (حدیث نمبر ۲۳۲۱) اس دور کے کاشتکار عموماً اس حدیث کی زد میں آتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

* کھیتی، جانوروں کی حفاظت یا شکار کے لئے کتا پالنے کی اجازت ہے ورنہ روزانہ کتا پالنے والے کے ثواب میں ایک قیراط کمی ہوتی رہے گی (بخاری ص ۳۱۲ ج احادیث نمبر ۲۳۲۲، ۲۳۲۳) مکان کی حفاظت کیلئے بھی کتا پالنے کی اجازت ہے اگر یہ مقصد نہ ہو تو نجس ہونے کی وجہ سے اور نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے منہ سے لعاب گرتا ہے جس کی وجہ سے گھر ناپاک ہو جاتے ہیں اور ایسے گھروں میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

گائے اور بھیڑیے نے کلام کیا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص گائے پہ سوار ہوا تو گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور بول کر کہا: لم اخلق لهذا خلقت للحراثة، میں اس (سواری) کیلئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔ (جب لوگوں نے تعجب کیا کہ گائے کس طرح بول پڑی؟ تو) حضور علیہ السلام نے فرمایا: میرا بھی اس پر ایمان ہے اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بھی (حالانکہ ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما اس وقت وہاں موجود نہ تھے) حدیث کے اگلے حصے میں بھیڑیے کے کلام کرنے کا تذکرہ ہے کہ اس نے بکری پکڑی چرواہے نے چھڑالی تو بھیڑیے نے بول کر کہا یوم السبع کو اس کا کون محافظ ہوگا جس دن میرے سوا کوئی چرواہا نہ ہوگا فرمایا: میرا بھی اس پر ایمان ہے اور ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کا بھی۔ (نمبر ۲۳۲۴)

* حاکم کی اجازت سے بنجر زمین کو آباد کرنیوالا اس زمین کا مالک ہے، نمبر ۲۳۳۵ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں اس کے مطابق فیصلہ

کیا۔

تین شخصوں کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا:

۱۔ جس کے پاس فالتو پانی ہو اور وہ ضرورت مند مسافر کو نہ دے، ۲۔ لالچ کے لئے کسی امام کی بیعت کرنے والا کچھ ملتا رہے تو خوش رہے ورنہ ناراض۔ ۳۔ عصر کے بعد جھوٹی قسمیں اٹھا کر سامان بیچنے والا۔ یہ لوگ اللہ کی نظر رحمت سے بھی محروم ہوں گے اور ان کو گناہوں سے پاک بھی نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب بھی ہوگا۔ (خلاصہ حدیث نمبر ۲۳۵۸، نمبر ۲۳۶۹ عن ابی ہریرہ)

* میرے پاس احد (پہاڑ) کے برابر سونا بھی ہو تو قرض کی ادائیگی کیلئے رکھ کر باقی تین دنوں سے پہلے تقسیم کر دینے میں میری خوشی ہے، نمبر ۲۳۸۹،
* بلی کو باندھ کر بھوکا پیاسا رکھ کر مار دینے والی عورت دوزخ میں چلی گئی اور پیاسے کتے کو پانی پلا اس کی جان بچانے والا مرد جنت میں چلا گیا۔ (نمبر ۲۳۶۳ تا ۲۳۶۵)
* انزل القران علی سبعة احرف...... (نمبر ۲۴۱۹)
* گھوڑا پالنا تین طرح کا ہے، اجر، ستر اور وزر (ثواب، پردہ اور بوجھ)

(ص ۳۱۹ نمبر ۲۳۷۱)،

* شراب نوشی کا نقصان اور حضرت امیر حمزہ کا حرمت شراب سے پہلے شراب نوشی کا ایک واقعہ، نمبر ۲۳۷۵،
* فان الناس یصعقون یوم القیامة ......شان موسیٰ علیہ السلام بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمبر ۲۴۱۱،
* گری پڑی چیز کا حکم کتاب اللقطہ (۴۵) کی احادیث نمبر ۲۴۳۶ تا ۲۴۳۹۔

دودھ حضور ﷺ نے پیا دل میرا خوش ہوگیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے بکریوں کے چرواہے کو

دیکھا جو بکری لے جا رہا تھا میں نے اس سے پوچھا: تو کس قبیلے کا ہے؟ تو اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا جس کو میں جانتا پہچانتا تھا پھر میں نے پوچھا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے اس نے ہاں میں جواب دیا میں نے اس سے اجازت لی۔ دودھ ٹھنڈا کر کے اپنے آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کیا: فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ، حضور علیہ السلام نے دودھ پیا یہاں تک کہ میرا دل باغ باغ ہوگیا۔

(خلاصہ حدیث نمبر ۲۴۳۹)

صدیق بردبار و حلیم و حکیم وقت
صدیق رازدار نبوّت مزاج دیں
صدیق نے ثبوت نہ مانگا حضور سے
ان کو صداقت شہ والا پہ تھا یقیں
ناطہ تمام عمر نہ توڑا حضور سے
بعد از وصال بھی ہیں پیمبر کے ہم نشیں

* (اللہ تعالیٰ کی مومن سے سرگوشی نمبر ۲۴۴۱)

کسی کی حاجت روائی ومشکل کشائی کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے سالم کو بتایا: حضور علیہ السلام نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر خود ظلم کرے اور نہ اس پر ظلم ہونے دے:

وَمَنْ کَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ کَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّسْلِمٍ کُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِّنْ کُرُبَاتِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (نمبر ۲۴۴۲)

اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کی تکلیف دور (مشکل کشائی)

کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی کوئی تکلیف دور فرمائے گا اور جو دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

حدیث میں ہے: انصر اخاك ظالما او مظلوما، اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو (تو اس کو ظلم سے روک کر) یا مظلوم ہو (تو اس کو ظلم سے بچا کر) نمبر ۲۴۴۳،۲۴۴۴۔

معلوم ہوا کسی کی مدد کرنا یا کسی سے مدد طلب کرنا، کسی کو حاجت روا یا مشکل کشا کہنا شرک نہیں ہے جب تک کہ اس کے بارے میں خدا ہونے کا عقیدہ نہ رکھا جائے (نعوذ باللہ) اس مسئلہ کے بارے میں ہماری کتاب ''مسئلہ توحید وشرک'' کا مطالعہ فرمائیں۔

* سات زمینوں کا ذکر (نمبر ۲۴۵۲،۲۴۵۳)

* الد الخصام (سخت جھگڑالو) کون ہے؟ (نمبر ۲۴۵۷)

* شراب حرام ہوتی تو مدینہ کی گلیوں میں بہادی گئی (نمبر ۲۴۶۴) یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ اطاعت تھا ورنہ شراب کے عادی جانتے ہیں اس کا چھوڑنا کتنا مشکل ہے اور اس کو بہانا کس قدر گراں گزرتا ہے۔

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے
وہ لوگ کیا تھے جو حبیب کبریا سے ملے

راستے کے حقوق:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: راستے پہ بیٹھنے سے بچو اور اگر بغیر بیٹھے چارۂ کار نہ ہو تو اس کے حقوق ادا کرو، عرض کیا وہ کیا حقوق ہیں؟ فرمایا:

۱- غَضُّ الْبَصَر، نظر جھکا کے رکھنا۔

۲- کَفُّ الْاَذٰی، تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔

۳- رَدُّ السَّلَام، کوئی سلام کرے تو اس کو جواب دینا۔

۴- اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْف، نیکی کا حکم دینا۔

۵- نَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَر، برائی سے روکنا (نمبر ۲۴۶۵)

ابوداؤد شریف میں دو حقوق علاوہ ازیں بیان ہوئے۔

۶- اِرْشَادُ السَّبِیْل، راستہ بتانا۔

۷- تَشْمِیْتُ الْعَاطِس، چھینکنے والے کو (یرحمک اللہ کے ساتھ) جواب دینا (جب وہ اللہ تعالیٰ کی حمد بجالائے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں ایک حق اور بیان ہوا ہے۔

۸- اِغَاثَةُ الْمَلْھُوْف، مظلوم ومصیبت زدہ کی مدد کرنا۔

* سورۂ تحریم میں ان تتوبا الی اللہ...... سے مراد حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما (ازواجِ مطہرات) ہیں اور اس بارے میں تفصیلی واقعہ حدیث نمبر ۲۴۶۸ میں ہے۔

* (بخاری شریف ص ۳۳۶) پہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص راستے پہ جا رہا تھا کہ اس نے راستے پہ کانٹوں والی ٹہنی پائی تو اس کو راستے سے ہٹا دیا، فشکر اللہ له فغفر له (نمبر حدیث ۲۴۷۲)، اللہ تعالیٰ نے اس کی اس نیکی کو قبول فرما کر اس کی بخشش فرمادی)

* نزول عیسیٰ علیہ السلام (نمبر ۲۴۷۶)،

* حرف ھمزہ کو حدیث میں الف کہا گیا ہے، (نمبر ۲۴۷۷)،

جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے شہید ہے (نمبر ۲۴۸۰)،

(عدل وانصاف کا ایک واقعہ یہودی کا سر کچل دیا گیا (ص ۳۳۵)

* میں ارادہ کرتا ہوں کہ کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور جو لوگ باجماعت نماز نہیں پڑھتے خود جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۳۳۶)

✳ طلباء کو تعلیم قرآن کے لئے باندھ دینے کا ثبوت، قید ابن عباس عکرمة علی تعلیم القرآن والسنن والفرائض (ص ۳۲۶)

ازواجِ مطہرات میں طبعی غیرت کا ایک واقعہ:

حضور علیہ السلام اپنی ازواج میں سے ایک کے گھر تشریف فرما تھے کہ ایک زوجہ محترمہ (حضرت زینب یا ام سلمہ یا صفیہ) نے اپنی خادمہ کے ہاتھ ایک پیالے میں کھانا بھیجا تو جس زوجہ محترمہ کے گھر میں حضور تشریف فرما تھے۔ انہوں نے کھانے پہ ہاتھ مارا اور پیالا ٹوٹ گیا۔ حضور علیہ السلام نے پیالے کو جوڑا، کھانا اس میں ڈال کر فرمایا کھاؤ اور کھانا لانے والے کو روک لیا، جب آپ فارغ ہو گئے تو خادم کے ہاتھ صحیح پیالا واپس بھیج دیا اور ٹوٹا ہوا پیالا رکھ لیا۔ (نمبر ۲۴۸۱) ایسے واقعات کو تعصب نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ ایک فطرتی جذبہ ہے جو اپنے شوہر کی تمام محبتیں حاصل کرنے کیلئے تھا اور حضور علیہ السلام کی محبت کا حصول تو بڑا ہی محمود ہے اور پھر جب حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ برداشت کیا تو ہم کون ہوتے ہیں زبان طعن دراز کرنے والے؟

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

✳ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے، نمبر ۲۴۷۸، بیہقی میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام ان کو گرانے کے ارادے سے چھڑی کے ساتھ اشارہ کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے، جاء الحق وزهق الباطل...... تو بغیر اس کے کہ چھڑی بت کو لگے بت خود بخود ہی گر جاتا۔

؎ تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

✳ چھوٹے پہاڑ کے برابر بہت بڑی مچھلی جس کو پورا لشکر اٹھارہ دن کھاتا رہا، دو پسلیوں کو جوڑا گیا تو نیچے سے کجاوے سمیت اونٹ گزر گیا۔ (۲۴۸۳)

کھانے پہ برکت کی دعا کرنا، چند افراد کا کھانا پورے لشکر کے لئے کافی ہونا اور

اس پر حضور علیہ السلام کا خوش ہو کر اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کا نعرہ بلند فرمانا۔
(نمبر ۲۴۸۴)

وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اشعری قبیلہ کے لوگ جب کسی غزوہ میں محتاج ہو جاتے ہیں یا مدینہ میں ان کے عیال کا غلہ کم ہو جاتا ہے تو ان کے پاس جو کچھ ہوتا ہے ایک کپڑے میں اکٹھا کر کے کسی برتن کیساتھ برابر برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ (ان کی اس خوبی کی بنا پر)

فَهُمْ مِنِّي وَاَنَا مِنْهُمْ، پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ (۲۴۸۶)

وہ لوگ جو الحسین منی وانا من حسین، کو بیان کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں اور مبالغہ کی تمام حدود کو بھی پھلانگ جاتے ہیں دیکھتے ہیں وہ یہاں کیا معنی کرتے ہیں اور یہ کہ صرف امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہی یہ نہ فرمایا بلکہ پورے قبیلے کے بارے میں اور نہ صرف ایک قبیلے کے بارے میں بلکہ یہی الفاظ قبیلہ اسد کے بارے میں فرمائے کیونکہ: لا یفرون فی القتال ولا یغلون، نہ وہ جنگ سے بھاگتے ہیں اور نہ خیانت کرتے ہیں لہٰذا، هم منی وانا منهم (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۵۱) حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا: العباس منی وانا منه) (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۷۰)، عباس مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ یہی الفاظ حضرت علی کے بارے میں فرمائے۔ (حدیث نمبر ۲۶۹۹)

حضرت فاطمہ کے بارے میں بھی فرمایا: ان فاطمة منی نمبر ۳۱۱۰)

دراصل یہ الفاظ یا حضرت علی المرتضیٰ کے بارے لحمك لحمی جسمك جسمی، غایت محبت پہ دلالت کرتے ہیں، ان میں لفظ من اتصالیہ ہے جس کا مطلب ہے جو مجھ سے متصل (محبت کے ساتھ جڑا ہوا ہے) میں اس سے متصل ہوں یعنی وہ میرا ہے میں اس کا ہوں (پارہ نمبر ۹ کی منتخب احادیث کے حوالے جات تمام

یا امتی، (میرا غلام میری لونڈی) نہ کہے بلکہ اے جوان اے لڑکی کہے، حدیث نمبر ۲۵۵۲۔ تاکہ مالک کے دل میں برتری کا احساس پیدا نہ ہو اور غلام کے دل میں احساس محرومی و کمتری پیدا نہ ہو۔ یاد رہے کہ آزاد کردہ غلام کو بھی عربی میں مولیٰ کہتے ہیں اسی پر کسی نے کہا:

خواجہ بنا دیا کوئی آقا بنا دیا — بندوں کو ان کے عشق نے مولیٰ بنا دیا
انکی نوازشوں کو کیسے کروں بیاں — خیرات لینے آئے تھے سلطان بنا دیا
احسان تیرے بھولیں گے آقا نہ ہم کبھی — نظریں ملا کے آپ نے رب سے ملا دیا
عشق نبی نے دل میں عجب روح پھونک دی — بت خانہ کو حضور نے کعبہ بنا دیا

اے جذبہ عشق: تو نے بڑا مرتبہ دیا
ہم کو در رسول کا منگتا بنا دیا (ﷺ)

یہ بھی یاد رکھیں! لغوی معنی کے اعتبار سے تربیت کرنے والے کو رب کہنے سے شرک لازم نہیں آئے گا جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے خود حضرت یوسف نے قیدی کو فرمایا: اذکرنی عند ربک، اپنے رب (بادشاہ) کے سامنے میرا ذکر کرنا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے خود عزیز مصر کے بارے میں یہی لفظ بولا، انہ ربی احسن مثوای، بے شک وہ تو میری اچھی تربیت کرنے والا ہے، اسی طرح سیدی اور مولیٰ کے الفاظ بھی سمجھ لیجئے، تاہم ہماری اپنی زبان میں رب کا لفظ چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو کر رہ گیا ہے اس لئے اس لفظ کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ پر نہ کیا جائے۔

* چہرے پہ مارنے کی ممانعت۔ (نمبر ۲۵۵۹)

ہدیہ تحفہ لینا دینا:

حضور علیہ السلام کی خدمت میں دودھ کے نذرانے بھی پیش کیے جاتے جن پر گھر والوں کا گزارا ہوتا ورنہ تو دو دو ماہ گھر میں آگ نہ جلتی (کہ کھانا تیار کیا جائے) (نمبر ۲۵۶۷)، حضور علیہ السلام معمولی ہدیہ بھی قبول فرما لیتے تھے۔ (نمبر ۲۵۶۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر جب حضور علیہ السلام کی باری ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور علیہ السلام کے زیادہ پیار کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے زیادہ ہدیے بھیجتے تھے۔ (نمبر ۲۵۷۴) معلوم ہوا! یہ کہنا کہ اللہ و رسول کی خوشنودی کے لئے کام کرتا ہوں، شرک نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے اور وہ حضرات حضور علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس طرح کے مقدس حیلے کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی آپس میں کشیدگی کا واقعہ پیش آیا جو کہ حدیث (نمبر ۲۵۸۱) میں ہے۔

لیکن یہ بات ہے حضور علیہ السلام ہدیہ لے کر اس کا عوض بھی عطا فرماتے، (نمبر ۲۵۸۵)

ایک پرانا لطیفہ:

ایک پیر صاحب کا صاحبزادہ اپنے والد صاحب کو دیکھتا کہ وہ لوگوں (مریدین) سے لے لے کر جیب میں ڈالے جاتے ہیں تو اس نے عرض کیا ابا حضور! خدا جانے ان بیچاروں کے گھر میں ایک وقت کا کھانا بھی ہوگا یا نہیں لیکن آپ تو کسی کو بھی ''معاف'' نہیں کرتے؟ تو پیر صاحب نے بیٹے کو چپ کرانے کے لئے فرمایا: تجھے پتہ نہیں کہ ہدیہ قبول کرنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ اس نے کہا: حضور صرف لینا ہی نہیں بلکہ کچھ نہ دینا بھی سنت ہے۔ فرمانے لگے میں نے ساری سنتوں پہ عمل کرانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے، ایک پہ میں عمل کر رہا ہوں دوسری پہ وہ عمل کر رہے ہیں آخر عمل ہی تو کرنا ہے میں کروں یا وہ۔ اتنے میں صاحبزادے کے ذہن میں دوسری حدیث بھی آ گئی، الید العلیا خیر من ید السفلی، اوپر والا (دینے والا) ہاتھ نیچے والے (لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے، مگر اس نے ابا حضور سمجھ کر ''معاف'' کر دیا۔

* حضور علیہ السلام نے گھن محسوس کرتے ہوئے گوہ نہ کھائی۔ (نمبر ۲۵۷۵)

✳ خوشبو کا تحفہ حضور علیہ السلام رد نہ فرماتے تھے۔ (ص ۲۵۸۲)۔

یاد رہے! افسران وغیرہ سے کام لینے کے لئے ان کو کچھ دینا ہدیہ نہیں بلکہ رشوت ہے جو کہ حرام ہے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، كانت الهدية في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم هدية واليوم رشوة، حضور علیہ السلام کے دور میں جو ہدیہ تھا وہ آج کے دور میں ہدیہ تھا جو آج وہ رشوت بن چکا ہے۔ (یہ عمر ثانی کے دور کی بات ہے اور آج زرداری نری بیماری بلکہ لاعلاج بیماری کے دور کا آپ خود اندازہ فرمالیں۔

(بخاری شریف ترجمۃ الباب نمبر ۷ امن كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها)

✳ اولاد میں سے (بلاوجہ) بعض کو ہدیہ دینا اور بعض کو نہ دینا گناہ اور ظلم ہے

(ص ۳۵۲ ص ۳۶۱)

✳ حضرت امیر معاویہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک لاکھ کا نذرانہ (ہدیہ) دیا۔ ترجمۃ الباب من کتاب الھبۃ نمبر ۲۲ ص ۳۵۴،

✳ مشرکین سے ہدیہ لینا اور انکو دینا ص ۳۵۶ و ص ۳۵۷،

✳ زہر آلود بکری کا تناول فرمانا، (ص ۳۵۶)

اپنی بیٹی کے گھر میں دنیا کا اثر دیکھ کر حضور علیہ السلام کا رویہ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے مگر گھر کے اندر داخل نہ ہوئے، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ جب گھر میں آئے تو حضرت فاطمہ نے ان کے سامنے ماجرا بیان کیا، حضرت علی المرتضیٰ نے حاضر خدمت ہو کر حضور علیہ السلام سے گھر میں داخل نہ ہونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا:

اِنِّیْ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِهَا سِتْرًا مَّوْشِیًّا فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا (نمبر ۲۶۱۳)

میں نے دروازے پہ منقش پردہ دیکھا پھر فرمایا مجھے دنیا سے کیا کام؟ حضرت علی

نے گھر آ کر حضرت فاطمہ کو بتایا تو انہوں نے کہا: اس بارے میں حضور علیہ السلام مجھے جو حکم فرمائیں سر آنکھوں پر۔ فرمایا:

تُرْسِلِیْ بِهٖ اِلٰی فُلَانٍ اَهْلِ بَیْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ

فلاں گھر والوں کے پاس بھیج دے وہ اس کے زیادہ حاجت مند ہیں۔

اگر چہ دنیا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا اور ان پر شکر الٰہی بجالانا محمود ہے لیکن جب معاشرے میں کچھ لوگ کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہوں تو کچھ لوگوں کا ناز و نعم سے لطف اندوز ہوتے رہنا اور اپنے بھائیوں کی تنگدستی کا خیال نہ کرنا قطعاً اچھا نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام کی اس تعلیم کو ایک چینی شاعر (چانگ ثی شوان) نے اپنے انداز میں بیان کیا جس کا ترجمہ کسی نے اردو میں یوں کیا۔

بشر بس غم منانے کیلئے دنیا میں آتا ہے — دم آمد وہ روتا ہے، دم رخصت رلاتا ہے
مجھے اس پیڑ کی قسمت پہ آتا ہے بہت رونا — جو اپنے کاٹنے والے کو چھاؤں میں بٹھاتا ہے
وفا کرتا رہا ہوں میں، جفا کرتا رہا ہے تو — یہ فرق حرف واحد ہم میں کیسا فرق لاتا ہے
فراق یار میں اکثر وصال یار ہوتا ہے — کبھی وہ میرے دھیوں میں، کبھی خوابوں میں آتا ہے
وہ آنے میں جھجک کیسی یہ جانے کی تڑپ کیسی — ہمارا یار کس انداز سے یاری نبھاتا ہے
کئے کس پر کہاں کب رحم آتا ہے جہاں بھر میں — شجر سوکھے ہوئے پتوں کو شاخوں سے گراتا ہے
ازل سے چشم دنیا کو فقط گل راس آتے ہیں — میں اک گمنام پتا ہوں جو پھولوں کو سجاتا ہے

✳ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایک عورت (تمیمہ بنت وھب، رفاعہ قرظی کی بیوی) کا کھلا سوال اپنے خاوند کی قوت مردانگی کی کمی کی شکایت اور اس کے اندام نہانی کو ہدبۃ الثوب (کپڑے کے پلو کے ساتھ تشبیہ دینا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیرانگی) ۲۶۳۹

شریعت کا حکم ظاہر پہ لگے گا:

حضرت عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر فاروق رضی

اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ”زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں وحی کے ذریعے لوگوں کا مواخذہ ہوتا تھا اور اب چونکہ وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے لہٰذا اب ظاہری اعمال پہ کسی کے اچھا یا برا ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

فمن اظهر لنا خيرا امناه وقربناه وليس لنامن سريرته شئى الله محاسبه في سريرته ومن اظهر لناسوء لم نامنه ولم نصدقه وان قال ان سريرته حسنة (نمبر ٢٦٤١)

جس سے بھلائی ظاہر ہوگی (یعنی نیک اعمال صادر ہوں گے) اس کو ہم امن بھی دیں گے، قریب بھی کریں گے اس کی خلوت سے ہمیں کوئی غرض نہیں اللہ تعالیٰ خود اس کا محاسبہ فرمائے گا (اگر اس کا باطن اچھا نہیں) بہر حال ہم تو اس کو سچا اور اچھا جانیں گے اور اگر وہ برائی کرے گا تو ہم نہ اس کو امن دیں گے نہ اس کی تصدیق کریں گے اگرچہ وہ کہتا رہے میرا باطن (عقیدہ) بہت اچھا ہے۔

حضرت عمر کے اس فیصلے سے نام نہاد عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم (جو صرف عقیدے کا ڈھنڈورا پیٹ کر عمل سے جان چھڑا لیتے ہیں مہینے بعد گیارہویں شریف کر لی کہ ہم بزرگوں کو مانتے ہیں اور سارا مہینہ بزرگوں کی تعلیمات، احکام خدا و ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ فرائض تک سے سستی کرتے رہے، سال بعد میلاد شریف کر لیا اور پورا سال میلاد والے آقا کی شریعت کا مذاق اڑاتے رہے) عبرت پکڑیں کیونکہ حضرت عمر کے فیصلے عموماً خدائی فیصلے ہوتے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں اے بے عمل مسلمان خالی دعوائے مسلمانی کبھی مانا نہ جائے گا۔

✻ حضور علیہ السلام نے حضرت ثویبہ کا دودھ پیا، عم المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی بھی ہیں ص ٣٦٠

✻ دو جنازوں کو دیکھ کر حضور علیہ السلام کا وجبت فرمانا، ص ٣٦٠،

✻ دو شخصوں کی گواہی سے داخلہ جنت ص ٣٦٠،

✻ امام بخاری علیہ السلام کا قال بعض الناس کہہ کر احناف کو نشانہ بنانا کہ وہ قاذف کی گواہی کو جائز نہیں مانتے اگرچہ توبہ کر لے جبکہ قرآن فرماتا ہے: الا الذين تابو...... (سورة النور) حالانکہ احناف قبول شہادت کے قائل ہیں صرف ادائے شہادت میں اختلاف کرتے ہیں جس کی صراحت قرآن میں نہیں ہے، ص ٣٦١،

✻ سب سے بہترین میرا زمانہ ہے...... ص ٣٦٣)

ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کے پاس قبائیں آئیں (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمائیں) میرے باپ حضرت مخرمہ مجھے فرمانے لگے۔ مجھے حضور علیہ السلام کے پاس لے چل ہو سکتا ہے آپ مجھے بھی کوئی قباء عنایت فرما دیں (چنانچہ میں اپنے باپ کو در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ لے گیا) فقام ابی علی الباب فتكلم، میرے والد دروازے پہ کھڑے ہو کر بولے اور حضور علیہ السلام ان کی آواز کو پہچان کر اس طرح باہر تشریف لائے کہ:

وَمَعَهُ قُبَاءٌ وَهُوَ يُرِيْهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُوْلُ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ (نمبر ٢٦٥٧)

آپ کے پاس قباء تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ کو اس کی خوبیاں بیان فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ بتا رہے تھے۔ (میرے پیارے) یہ دیکھ میں نے تیرے لئے سنبھال کر رکھی ہوئی تھی، یہ دیکھ میں نے تیرے لئے بچا کر رکھی ہوئی تھی۔

غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے   بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ

✻ رضاعت میں ایک عورت کی گواہی کا اعتبار ص ٣٦٣ حدیث نمبر ٢٦٥٩، ٢٦٦٠، واقعہ افک کی مفصل حدیث نمبر ٢٦٦٠،

✻ ایک مرد کی گواہی کہاں قبول ہے ص ٣٦٦

✻ حدود اللہ کے بارے میں مداہنت (نرمی) کرنے کی مثال دیتے ہوئے

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

دو منزلہ کشتی ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے کچھ لوگ اوپر والی منزل میں چلے گئے اور کچھ نیچے والی منزل میں...... نیچے والوں نے کلہاڑے کے ساتھ کشتی کو کاٹنا شروع کر دیا اگر اوپر والے ان کا ہاتھ نہیں روکیں گے تو سب تباہ ہو جائیں گے۔

(ملخصا ص ۳۳۹، ص ۳۶۹)

یعنی حدود اللہ میں مداھنت سے کام لینے والا بھی سب کی تباہی کا باعث بنتا ہے۔

کسی کی تعریف کرنے کا طریقہ:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار فرمایا:

قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ، تیرا برا ہو تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی ہے۔

پھر فرمایا: اگر ضرور ہی کسی کی تعریف کرنی ہو تو یوں کہا کرو:

اَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا ان كان يعلم ذلك منه (نمبر ۲۶۶۲)

میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں (یعنی میرے خیال میں وہ ایسا ہے) اور اللہ تعالیٰ ہی اس کا حساب لینے والا ہے۔

(کیونکہ اصل اور سو فیصد صحیح حساب تو اللہ ہی کا ہے) میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بے عیب نہیں گردانتا تاہم میں اسے ایسا ایسا گمان کرتا ہوں جبکہ واقعی اس میں وہ خوبی ہو، ایک حدیث اس موضوع پہ ص ۳۶۹-۷۰ پہ دیکھیں۔

اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو محفلوں میں، سٹیجوں پہ چند ٹکٹوں کی خاطر دنیا داروں کو اتنے بڑے بڑے القابات سے نوازتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ محفل نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو کم ہے اور صدر یا مہمانان خصوصی کے لئے زیادہ ہے۔

حدیث میں ہے: فاسق کی تعریف کرنے سے اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ جاتا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف میں مبالغہ کرنے والے کو فرمایا:

اهلكتم اوقطعتم ظهر الرجل (نمبر ۲۶۶۳)

تم نے اس کو ہلاک کر دیا (یا فرمایا) تم نے اس کی پیٹھ توڑ دی ہے۔ یعنی اس طرح کی تعریف کرنے والے کا تو (ایمان و آخرت کا) نقصان ہوتا ہی ہے جس کی تعریف کر رہا ہے اس کا بھی سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ اگرچہ بظاہر تعریف کرنے والے کی جیب گرم ہو رہی ہے اور جس کی کر رہا ہے اس کی بلے بلے اور واہ واہ ہو رہی ہے۔

وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب وان الدار الأخرة لهي الحيوان، لو كانوا يعلمون (عنكبوت : ٦٤)

* ایک لڑکی اکیس سال کی عمر میں نانی بن گئی، (ص ٣٦٦)

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رئیس المنافقین کو جواب:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا: بہتر ہو اگر عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں (دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا۔ ابن حجر فرماتے ہیں ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام گئے تو حضرت سعد کی عیادت کے لئے ہوں پھر خیال آیا ہو کہ ابن ابی کو بھی دعوت اسلام دیں کیونکہ دونوں کا قبیلہ ایک ہی تھا۔ بہر حال) حضور علیہ السلام گدھے پہ سوار تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساتھ پیدل چل رہے تھے، شور زمین تھی جب حضور علیہ السلام اس (ابن ابی) کے پاس پہنچے تو اس نے (حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے) کہا: اليك والله لقد اذاني نتن حمارك۔ ہم سے دور رہ واللہ تیرے گدھے کی بُو نے مجھے ایذاء دی ہے۔ انصار میں سے ایک صحابی (جو اس کے قبیلے سے ہی تھے) نے گرج کر کہا:

وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِّنْكَ

(اور دشمن خدا) اللہ کی قسم: حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گدھے کی بو (جس کو تو بدبو کہہ رہا ہے) تیری خوشبو (جو درحقیقت بدبو ہے) سے زیادہ اچھی ہے...... (الی آخر الحدیث نمبر ۲۶۹۱)

حضور علیہ السلام کے صحابی نے دنیا کو یہ بتا دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس شئی کی نسبت ہو جائے اس شئی سے نفرت کرنا خدا و مصطفیٰ جل جلالہ۔صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا کام ہی ہو سکتا ہے اور اس کو ایسا سخت جواب ہی دینا چاہئے کہ جس سے اس کے تن بدن میں آگ لگ جائے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑیئے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے

چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کی قوم کا ایک آدمی غضبناک ہوا' ادھر حضور علیہ السلام کے غلام کو جلال آیا اور خوب لڑائی ہوئی۔ اس کے اپنے قبیلے کے فرد نے اسے کہہ دیا کہ اگر تیرا حضور علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں تو ہمارا تیرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور ہم تیری جھوٹی سرداری کو نہیں مانتے کیونکہ ہم اپنے آقا علیہ السلام کی سواری کی توہین بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

بہت سادہ سا ہے اپنا اصول زندگی کوثر
جوان سے بے تعلق ہو ہمارا ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر

یاد رکھو! گناہ گار ہونا اور بات ہے اور غدار ہونا دوسری بات، غدار کی معافی نہیں

گناہ گار کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سارے خوش نصیب گناہ گار ہونے کے باوجود جبکہ آقا علیہ السلام کی عظمت کی بات ہوئی تو انہوں نے غازیانہ کردار ادا کر کے غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کر دیا۔ وہ نمازیں اور عبادتیں جو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس نہ کریں ادھر لوگ حضور پاک کی شان میں گستاخی کرتے رہیں اور یہ کہے میں تو حجرے میں بیٹھ کر تسبیح پھیرتا ہوں۔ ایسی ریاضتیں اللہ کے غضب کو تیز کر دیتی ہیں اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو کئی حج و عمرے کر چکی، نفلی نماز بھی ترک نہ کرے مگر اس کے باوجود اپنے خاوند کی غدار بن جائے اور غیر سے آنکھ لڑائے اس کا خاوند اس کے ٹکڑے کر دے گا اور اس کی عبادتیں اس کی نگاہوں میں کچھ وقعت نہیں رکھیں گی۔ وہ کیا عاشق رسول ہے جو حضور پاک سے بھی محبت کرے اور آپ کے گستاخوں کے بارے میں بھی نرم گوشہ رکھے۔

نماز اچھی حج اچھا روزہ اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

حدیبیہ کے مقام پہ حضرت علی المرتضیٰ کا عاشقانہ کردار:

جب حدیبیہ کے مقام پہ صلح نامہ لکھا گیا جو کہ حضرت علی المرتضیٰ نے لکھا تھا تو اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔ محمد رسول اللہ، اس پر مشرکین نے اعتراض کیا کہ ہم تو آپ کو رسول مانتے نہیں، لہٰذا محمد بن عبداللہ لکھوائیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی سے فرمایا: کوئی فرق نہیں پڑتا میں محمد رسول اللہ تو ہوں ہی، محمد بن عبداللہ لکھ دو اور محمد رسول اللہ مٹا دو، تو حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا، ما انا بالذی امحاہ، حضور میں وہ نہیں جو اس کو مٹاؤں۔ (۲۶۹۸) اگلی روایت میں ہے لا واللہ لا امحوك ابدا، نہیں اللہ کی قسم! میں کبھی آپ کو نہیں مٹاؤں گا۔ یعنی حضور علیہ السلام تو نام مٹانے کی

بات کر رہے ہیں اور حضرت علی عرض کرتے ہیں میں آپ کو نہیں مٹاؤں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی کے نزدیک حضور پاک کا نام مٹانا ایسے ہی ہے جیسے آپ کی ذات کو مٹانا ہو۔ چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت علی سے ناراض نہیں ہوئے کہ تو میری بات کیوں نہیں مان رہا۔ معلوم ہوا! حضرت علی نے جو عرض کیا وہی ان کی شان کے مطابق تھا اور بتا دیا کہ ہر وقت الامر فوق الادب نہیں کبھی الادب فوق الامر بھی ہو جاتا ہے اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی جن کا اپنا کردار یہ ہے کہ مسجدوں سے حضور علیہ السلام کا نام مٹانے کی فکر میں رہتے ہیں۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں اُمت رسول اللہ کی

انقلاب محمدی کا ایک نمونہ:

اہل عرب کی بچیوں سے نفرت یہ تھی کہ ان کا وجود بھی برداشت نہ تھا اسی لیے پیدا ہوتے ہی ان کو زندہ درگور کر دیتے اس پر قرآن پاک کی آیات شاہد ہیں۔ واذا بشر احدھم بالانثی (النحل) لیکن حدیبیہ سے اگلے سال جب حضور علیہ السلام عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے جاتے ہیں اور عمرہ کرنے کے بعد واپس ہونے لگتے ہیں تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی یا عم یا عم۔ اے چچا اے چچا (حضور علیہ السلام حضرت امیر حمزہ کے رضاعی بھائی بھی ہیں اس لئے چچا کہا) کہتی ہوئی حضور پاک کے پیچھے ہو لیتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور حضرت فاطمہ سے کہتے ہیں اس کو سنبھال لو تمہارے بھی چچا کی بیٹی ہے، حضرت جعفر آگے بڑھتے ہیں اور بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کرتے ہیں میرے بھی چچا کی بیٹی اور ساتھ یہ کہ میرے گھر اس کی خالہ ہے۔ حضرت زید نے عرض کیا (اس کے باپ اور میرے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ قائم کیا تھا لہٰذا) میری بھی بھتیجی ہے لہٰذا میں اس کا حقدار ہوں۔ بچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ کے حوالے کر دی اور فرمایا: الخالۃ بمنزلۃ الام، خالہ

بمنزلہ ماں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا: انت منی وانا منک، تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔ حضرت جعفر سے فرمایا: اشبھت خلقی و خلقی، تم میری صورت و سیرت میں مشابہت رکھتے ہو۔ حضرت زید سے فرمایا: انت اخونا ومولانا، تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو۔ (نمبر ۲۶۹۹) یہ تینوں حضرات تو خوش ہو گئے مگر یہاں دیکھنے والی اور غور کرنے والی بات یہ ہے کہ کہاں اپنی حقیقی بیٹیوں سے اتنی نفرت کہ اس کا زندہ رہنا گوارا نہیں اور کہاں غیر کی بیٹی کی پرورش کا جذبہ کہ ہر کوئی زور لگا رہا ہے بچی مجھے مل جائے۔ یہ ہے انقلاب مصطفوی، دنیا میں جہاں بھی انقلاب آیا ہے انقلابیوں نے لاکھوں انسانوں کا خون بہایا ہے مگر مدینے کے تاجدار نے جو انقلاب بپا کیا ہے اس میں یہ معاملہ نہیں ہوا اور نتیجہ ساری دنیا کے سامنے ہے لوگ حیران ہیں کہ

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

* اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

بے شک اللہ کے بندوں میں سے ایسے بھی ہیں کہ اگر اللہ (کے بھروسے) پر قسم اٹھا لیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتا ہے۔ (نمبر ۲۷۰۳)

* امام حسن اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی صلح کا ذکر اور یہ کہ دونوں گروہ مسلمانوں ہی کے ہوں گے جن کے درمیان امام حسن کے ذریعے صلح ہوگی۔

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (نمبر ۲۷۰۴)

* حضور علیہ السلام نے سفارش فرما کر قرضہ آدھا کروا دیا۔ (نمبر ۲۷۰۶)۔

حضور علیہ السلام نے کبھی کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا (نمبر ۲۷۱۳)۔ (پارہ نمبر ۱۰ کی منتخب

احادیث کے حوالے مکمل ہوئے فللہ الحمد)

مقام حدیبیہ پہ صدیق اکبر کا ایک گستاخ کیلئے سخت جملہ:

عروہ بن مسعود ثقفی سفیر قریش نے حدیبیہ کے مقام پہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بات چیت کے دوران جب یہ کہا: آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ جائیں گے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو بڑی جرأت سے جواب میں فرمایا: اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ جا اپنے (بت)، لات کی شرمگاہ کو چوس، کیا ہم (اپنے آقا علیہ السلام) کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ اسی دوران جب وہ باتیں کرتے ہوئے حضور علیہ السلام کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس کے ہاتھ پر اپنی تلوار کے نیام کی نعل مار کر اس کا ہاتھ پیچھے کرتے۔ اس عروہ نے حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انکھیوں سے دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی ناک مبارک کا فضلہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہاتھوں پہ لے لیتے ہیں اور چہرے یا جسم پہ مل لیتے ہیں، آپ کے وضو کا پانی لینے کے لئے لڑائی کا ماحول بن جاتا ہے۔ جب آپ حکم دیتے ہیں تو صحابہ دوڑ کر حکم بجالاتے ہیں، جب آپ بات کرتے ہیں تو خاموشی چھا جاتی ہے، حضور علیہ السلام کے پاس صحابہ آہستہ آواز سے بولتے ہیں، آپ کی عظمت وشان کے پیش نظر بات کرتے ہوئے نظر بھر کر نہیں دیکھتے تو عروہ نے جا کر یہ ساری باتیں قریش کو بتائیں اور کہا، اے میری قوم!

والله لقد وفدت على الملوك و وفدت على قيصر و كسرىٰ ونجاشي والله ان رايت ملكا قط يعظم اصحابه ما يعظم اصحاب محمد محمدًا (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ کی قسم! میں قیصر وکسریٰ اور نجاشی جیسے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں کسی بادشاہ کے درباری اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم نہیں کرتے جتنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔

اس حدیث سے دو گستاخ فرقوں کی تردید ہوگئی

(عروہ اگرچہ بعد میں مسلمان ہو گیا لیکن اس سے یہ تو معلوم ہوا! حالت کفر میں اس کو بھی تسلیم تھا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کی بھی اتنی تعظیم نہیں کی جاتی اور وہ کیسے ''مومن'' ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے ایسا عقیدہ بھی نہیں رکھ سکتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے ایمان کو ایک معیار قرار دیتے ہوئے فرمایا: فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا، اگر وہ ایسے ایمان لائیں جیسے (اے صحابہ) تم ایمان لائے ہو تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور ان کے بارے میں زبان طعن دراز کرنے والوں کو اللہ نے بے وقوف قرار دیا: واذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهآء، الا انهم هم السفهاء ولكن لايعلمون، الناس سے مراد صحابہ ہیں جنہیں منافقوں نے بے وقوف کہا اور اللہ تعالیٰ نے منافقین کی بے وقوفی پہ مہر لگا دی۔ تو چلئے بے وقوفوں کی بات کر کے ہم اپنا وقت کیوں ضائع کریں ہم دوسرے لوگوں کی طرف آتے ہیں جو تعظیم نبی علیہ السلام کو شرک قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث نے ان کے عقیدے کا بھی جنازہ نکال کے چوراہے میں رکھ دیا ہے اور ثابت یہی ہوا جو اعلیٰ حضرت نے فرمایا

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

(پورا واقعہ حدیث نمبر ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، میں دیکھا جا سکتا ہے)

اس موقع پہ حضرت عمر فاروق کے جذبات اور حضرت ابوبکر کی دانشمندی بھی انہی احادیث میں ملاحظہ ہو۔

* اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی فضیلت، من احصاها دخل الجنة، جو انہیں یاد کرے جنت میں داخل ہوگا۔ نمبر ۲۷۳۶

* آیت الوصیة للوالدین کا وجوب منسوخ ہونا اور اس کی جگہ للذکر مثل حظ الانثیین کا نزول، (۲۷۴۷)
* آیت وانذر عشیرتك الاقربین کا شان نزول...... نمبر ۲۷۵۳،
* صدقہ تنگدستی کی حالت میں کیا جائے نہ یہ کہ موت کی انتظار کی جائے۔ ص ۲۸۳،
* اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ ص ۳۸۷،
* خوشی کے موقع پہ مال خرچ کرنا، حضرت کعب بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا میں اپنا سارا مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں تو حضور علیہ السلام نے بعض مال صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ نمبر ۲۷۵۷۔

آتا ہے یتیموں پہ انہیں پیار کچھ ایسا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور علیہ السلام مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ پاک تشریف لائے تو آپ کے پاس کوئی خادم (خاص جو ہر وقت آپ کی خدمت میں رہتا) نہ تھا۔ حضرت ابوطلحہ انصاری (جو حضرت انس کے سوتیلے باپ تھے کیونکہ حضرت انس کی والدہ حضرت اُمّ سلیم نے حضرت انس کے والد کے بعد ان سے نکاح کر لیا تھا اور حضرت انس ساتھ آئے تھے) نے میرا ہاتھ پکڑا، دربار رسالت مآب میں لے گئے اور عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ: اِنَّ اَنَسًا غُلَامٌ کَیِّسٌ فلیخدمك، یارسول اللہ انس سمجھدار بچہ ہے یہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ یاد رہے! حضرت ابوطلحہ وہ ہیں کہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں غزوات کی وجہ سے نفلی روزہ نہ رکھتے اور آپ کے وصال کے بعد عیدین کے علاوہ ہمیشہ روزے سے رہتے ان کی بہادری اور تیر اندازی کا ذکر دیکھیے (نمبر ۲۹۰۲) میں

حضرت ابوطلحہ کے بارے میں یہ بھی آتا ہے، اکثر الانصار بالمدینة مالا من نخل، وکان احب ماله الیه بیرحاء. مدینہ شریف کے امیر ترین آدمی تھے

اور ان کا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء تھا (باغ جس میں کنواں تھا ٹھنڈے پانی کا) جو مسجد نبوی شریف کے بالکل سامنے تھا (اب مسجد نبوی کے اندر آگیا ہے اس بار حاضری ہوئی تو ایک مہربان جو مسجد نبوی شریف کی تعمیر نو میں حصہ لے چکے ہیں اور بائیس سال سے مدینہ پاک رہ رہے ہیں۔ انہوں نے کنویں والی جگہ کی زیارت کرائی۔ انجینئر نے کسی طریقہ سے وہاں دائرہ لگا دیا تا کہ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ کی زیارت کر کے اپنی تشنگی دور کرلیں جہاں سے آقا علیہ السلام پانی نوش فرما کر اپنی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ چونکہ اس جگہ پہ قالین بچھے ہوتے ہیں اس لئے خاص خاص لوگ ہی جانتے ہیں غالباً مین گیٹ باب فہد قریب پڑتا ہے اور دیوار کے ساتھ ہی ہے۔ یعنی ابتدائی صفوں میں آتا ہے) جب قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون، تم ہرگز نیکی نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی پسندیدہ چیز راہ خدا میں خرچ نہ کرو تو انہوں نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: میری طرف سے یہ باغ راہ خدا میں وقف ہے۔ حضور علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا: تو نے بڑے نفع والا سودا کیا ہے، قبلناہ منك ورددناہ علیك فاجعله فی الاقربین، ہم نے تیری طرف سے قبول کیا اور تجھے ہی لوٹاتے ہیں۔ اپنے قریبیوں میں بانٹ دے، جن کو حصہ ملا ان میں حضرت ابی اور حضرت حسان بھی تھے جنہوں نے اپنا حصہ بعد میں حضرت امیر معاویہ کو بیچ دیا۔ (نمبر ۲۷۵۸، نمبر ۲۷۶۹) مطلب یہ کہ حضرت ابوطلحہ غربت سے تنگ آکر حضرت انس کو حضور علیہ السلام کے پاس نہ چھوڑ آئے تھے بلکہ جذبہ خدمت کے تحت چھوڑا اور انہوں نے خدمت کا حق ادا کر دیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

خادم خاص کے تاثرات

حضرت انس فرماتے ہیں (خدمت اقدس میں حاضری کے وقت میری عمر دس سال تھی اور حضور علیہ السلام کے وصال کے وقت عمر بیس سال تھی تو پورے دس سال سرکار کی خدمت میں حاضری رہی) فخدمته فی السفر والحضر، میں سفر وحضر

میں حضور علیہ السلام کے ساتھ رہا۔

مَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ (هٰذَا) هٰكَذَا وَلَا شَيْءٍ لَمْ أَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا (نمبر ۲۷۶۸)

کوئی کام اگر میں نے کرلیا (جس کے بارے میں مجھے حضور علیہ السلام نے نہ کرنے کا کہا ہوتا تو حضور علیہ السلام نے کبھی ایسا نہ فرمایا کہ تو نے ایسے کیوں کیا؟ اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا (جس کے کرنے کا مجھے کہا گیا ہو) تو کبھی یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ ایسے کیوں نہیں کیا۔ (یا جیسے آپ نے فرمایا ویسے نہ کرسکا)

؎ ان کے جو غلام ہوگئے　　　وہ خلق کے امام ہوگئے

حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی ازواج کے گھر تشریف لے جاتے یا پھر مدینہ شریف میں حضرت انس کی والدہ ام سلیم کے ہاں تشریف لے جاتے، جب پوچھا گیا کہ آپ ام سلیم پہ اتنی مہربانی کیوں فرماتے ہیں تو فرمایا:

انی ارحمھا قتل اخوھا معی، (نمبر۲۸۴۴)

اس لئے کہ اس کا بھائی حرام بن ملحان بیر معونہ میں میرے لشکر یا میری اطاعت میں شہید کیا گیا۔

* حضرت عثمان غنی کا بلوائیوں سے خطاب اور دو مرتبہ اپنے جنتی ہونے کی بشارت کا ذکر نمبر ۲۷۷۸، ص ۳۸۹، ۵۲۲،

* فضائل جہاد کی احادیث،

* حضرت ام حرام بنت ملحان کو شہادت کی بشارت دی جو پوری ہو، ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰،

* جنت کے سو درجے اور ان کے درمیان فاصلہ، فاسئلوہ الفردوس، نمبر ۲۷۹۰، اللہ سے جنت الفردوس کا سوال کرو۔

* سات چیزیں ہلاک کرنے والی السبع الموبقات، نمبر ۲۷۶۶

نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ اشعار نہ پڑھے نہ ہی آپ شاعر تھے کیونکہ آپ کے شاعر ہونے کی قرآن مجید میں نفی فرمائی گئی اور نہ ہی شاعر ہونا آپ کے شایان شان ہے لیکن کبھی کبھی رجز یہ الفاظ آپ کی زبان پہ جاری ہوتے رہے جو بظاہر شعر نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت رجز کو شعر نہیں کہا جاتا۔ کبھی بلا قصد و اختیار ایک دو جملے زبان اقدس پہ جاری ہوگئے جو شعر کی شکل اختیار کر گئے جس طرح کہ قرآن مجید کی کئی آیات میں یہ رنگ نظر آتا ہے، مثلاً سورہ کوثر ہوگئی یا سورہ فاطر کے مندرجہ ذیل الفاظ۔

وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ　　وَقُدُوْرٍ　　الرَّاسِيَاتٍ

ظاہر بات ہے قرآن شعر تو نہیں مگر اس میں نظم و نثر دونوں رنگ پائے جاتے ہیں۔ باقی رہی قرآن پاک کی آیت، وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ کفار، قرآن پاک کو شعر کہا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا اس آیت میں ردّ فرمایا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ حضور علیہ السلام کو شعر کا علم ہی نہ تھا بلکہ یہ ہے کہ آپ نے شعر کی تعلیم نہ لی اور تعلیم نہ لینے کے باوجود علم ہوسکتا ہے جس طرح آٹا اگر کوئی گوندھ نہیں سکتا تو یہ تو جانتا ہے کیسے گوندھا جاتا ہے، بہر حال حضور علیہ السلام کی زبان اقدس سے جاری ہونے والے الفاظ جن کو میں نے شعر کا نام دینے کی بجائے "نور کے موتیوں کی لڑی" کا نام دیا ہے۔ بخاری شریف کے مندرجہ ذیل مقامات پہ دیکھے جاسکتے ہیں)

آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا شعری ذوق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کسی جہاد میں زخمی ہوئی' خون نکلا تو آپ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ ترتیب پائے:

هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ   وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ

تو ایک انگلی ہی تو ہے جو زخمی ہوئی ہے اور تجھے جو بھی (تکلیف) پہنچی راہ خدا میں پہنچی۔ (حدیث نمبر ۲۸۰۲)

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت حضور علیہ السلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اینٹ پتھر اٹھا کر لا رہے ہیں اور زبان اقدس سے یہ فرما رہے ہیں۔

هٰذَا الْحِمَالُ لَا حِمَالَ خَيْبَرْ

هٰذَا اَبَرُّ رَبَّنَا وَاَطْهَرْ

یہ بوجھ خیبر کا بوجھ نہیں، یہ ہمارے رب کے ہاں زیادہ نیک اور پاکیزہ تر کام ہے۔

* حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام خندق کی طرف تشریف لے گئے، دیکھا تو انصار و مہاجرین سخت سردی کی صبح کو خندق کھو رہے ہیں، ان کے پاس غلام نہیں تھے جو ان کا کام کرتے، حضور علیہ السلام نے ان میں بھوک اور تھکاوٹ کا اثر دیکھا تو زبان اقدس سے یہ جملے جاری ہو گئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَهْ   فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

اے اللہ اچھی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے، تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

اپنے محبوب نبی علیہ السلام کی زبان سے اتنی بڑی بشارت سن کر بیک زبان ہو کر انصار و مہاجرین نے جواب میں کہا:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا   عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

ہم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر تاحیات جہاد کی بیعت کی ہے۔

(نمبر ۲۸۳۴، ۲۸۳۵)

بعض مقامات پہ حضور علیہ السلام کے الفاظ میں ان العیش کی جگہ لاعیش الاعیش الاخرہ ہے اور فاغفر کی بجائے فاکرم ہے۔ کسی جگہ اصلح ہے اور عیش

کی بجائے لاخیر الاخیر الاخرہ ہے۔ کتاب المغازی میں ہے کہ تنگ دستی کا عالم یہ تھا کہ ایک لپ جو لائے جاتے جو بودار سالن میں پکائے جاتے اور یہی کھائے جاتے جو حلق سے نہ اترتے مگر بھوک کی شدت کی وجہ سے کسی نہ کسی طرح (بحالت اضطرار) نگل لئے جاتے۔ بعض جگہ "اہالہ" کا لفظ ہے یعنی کوئی بھی ترشی جس کے ساتھ روٹی لگائی جائے، گھی، چربی، زیتون وغیرہ، بعض جگہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھا تو انہوں نے عرض کیا، نحن الذین...... اور حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا: اللھم ان العیش......

اشعار میں دعا کرنا

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے احزاب کے دن حضور علیہ السلام کو خود دیکھا کہ آپ خندق کی کھدائی میں بنفس نفیس شریک ہیں۔ مٹی اٹھا کر لا رہے ہیں، شکم اطہر کی سفیدی کو مٹی نے ڈھانپ رکھا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بآواز بلند فرما رہے ہیں:

لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَاَنْزِلِ السَّكِيْنَةَ عَلَيْنَا   وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اِنَّ الْاُلٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا   اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً عَلَيْنَا

یہ عبداللہ بن رواحہ کی رجز ہے۔ (بخاری شریف نمبر ۳۰۳۴، نمبر ۲۸۳۷)

اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے نہ صدقہ کر سکتے نہ نماز پڑھ سکتے، ہم پہ سکینہ نازل فرمایا اور دشمن سامنے ہو تو ہمارے قدموں کو مضبوط فرما، دشمن نے ہم پہ زیادتی کی، وہ جب ہمیں فتنہ میں ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ (معلوم ہوا! اشعار میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی جا سکتی ہے تو کیا جس کام سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا تھا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! حضور علیہ السلام وہی کام رب کے سامنے دعا میں کر رہے ہیں؟)

اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ

غزوہ حنین کے موقع پہ قبیلہ ہوازن کی طرف سے جب تیروں کی بوچھاڑ ہوئی تو حضور علیہ السلام اپنے سفید خچر پہ سوار ہو کر میدان میں تشریف فرما تھے اور زبان اقدس سے یہ الفاظ نکلے جو نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ   اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں سچا نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (نمبر ۲۸۶۴)

ایک شخص نے حضرت براء سے پوچھا کیا تم لوگ غزوۂ حنین میں حضور علیہ السلام کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے فوراً کہا: لکن رسول اللہ لم یفر، لیکن حضور علیہ السلام نہیں بھاگے تھے۔ مطلب یہ کہ تیرے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں آنا چاہئے کہ بھاگنے کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف ہو۔ علماء فرماتے ہیں: جس نے کسی بھی نبی علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ جہاد سے بھاگے اس نے کفر کیا اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اس نبی علیہ السلام کی توہین کی ہے اور کسی بھی نبی علیہ السلام کی توہین کفر ہے۔ حضور علیہ السلام کے حکم سے جب حضرت عباس نے مہاجرین وانصار و بیعت رضوان والوں کو واپس بلایا تو تمام کے تمام فوراً حاضر ہو گئے اور محاذ سنبھال کر ایسا حملہ کیا کہ ہوازن وثقیف بھاگ کھڑے ہوئے۔

✵ غزوۂ احد کے موقع پہ کافروں کی طرف سے آواز آئی: اعل ھبل اعل ھبل، ھبل (بت) بلند ہو جا۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: جواب کیوں نہیں دیتے ہو، عرض کیا، حضور کیا جواب دیں فرمایا: یوں کہو:

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ

اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ، اللہ ہی بلند و بالا ہے، ابوسفیان نے پھر کہا: اِنَّ لَنَا الْعُزّٰی فَلَا عُزّٰی لَکُمْ، ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے تمہارے پاس نہیں ہے۔

فرمایا: تم اس کا جواب یوں دو: اَللّٰہُ مَوْلَانَا فَلَا مَوْلٰی لَکُمْ،

اللہ ہمارا مددگار ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ (نمبر ۳۰۳۹)

اسی حدیث میں غزوۂ اُحد کا تفصیلی بیان ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطائے اجتہادی کا ذکر ہے۔

حوالے

عورت کے لئے افضل جہاد حج مبرور ہے نمبر ۲۷۸۴،

✵ من المومنین رجال صدقوا...... ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری کا واقعہ حدیث نمبر ۲۸۰۵

✵ البرکۃ فی نواصی الخیل نمبر ۲۸۵۲

✵ الخیل فی نواصیھا الخیر الی یوم القیمۃ ص ۳۹۹

جہاد کے لئے پالے گئے گھوڑے کے فضلات بھی قیامت کے دن نیکیوں کے پلڑے میں ہوں گے۔ ص ۴۰۰۔

✵ عمل قلیلا واجر کثیرا نمبر ۲۸۰۸

✵ یوم خندق جبریل علیہ السلام اسلحہ پہن کر آئے نمبر ۲۸۰۳،

✵ انشاء اللہ نہ کہنے کا نقصان نمبر ۲۸۱۹۔

✵ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس واشجع الناس واجود الناس، (نمبر ۲۸۲۰)

حضور علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ حسین، بہادر اور سخی تھے۔

✵ اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر چاریں ہوں تو تمہیں بانٹ دوں، ثم لاتجدونی بخیلا ولا کذوبا ولا جبانا (نمبر ۲۸۲۱)، پھر تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔

✵ اللہ تعالیٰ کا دو شخصوں پہ ہنسنا (نمبر ۲۸۲۶)

✵ وحی کے بوجھ سے ران ٹوٹنے لگی۔ (نمبر ۲۸۳۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں ایسے بیٹھتے ، کان علی رؤسھم الطیر ، گویا کہ ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ (نمبر ۲۸۴۲)

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک گھوڑے کا نام لحیف یا لخیف تھا نمبر ۲۸۵۵،
* حضور پاک کے ایک گدھے کا نام عُفَیر تھا۔ (نمبر ۲۸۵۶)
* اونٹنی کا نام قصواء، عضباء (باب ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب نمبر ۵۹ من کتاب الجہاد والسیر ، غضباء اونٹنی کے بارے میں آتا ہے کہ کوئی سواری اس سے آگے نہ بڑھ سکتی تھی ایک مرتبہ ایک اعرابی کی اونٹنی اس سے آگے نکل گئی یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہ بڑی شاق گزری اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: حق علی اللہ ان لایرتفع شیء من الدنیا الا وضعہ، اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ جو بھی دنیا میں بلند ہوتا ہے اس کو نیچا کر دیتا ہے، نمبر ۲۸۷۲)
* عورتوں کی غزوہ احد میں ڈیوٹیاں، نمبر ۲۸۸۰،
* حضرت عمر کے نکاح میں حضرت علی المرتضٰی کی بیٹی ام کلثوم کا ذکر نمبر ۲۸۸۱،
* حضور علیہ السلام کے مسلح پہرے دار حدیث نمبر ۲۸۸۵،
* عبدالدرھم اور عبدالدینار کون ہے؟ حدیث نمبر ۲۸۸۷،
* صحابی، تابعی اور تبع تابعی کی وجہ سے جنگ میں فتح، نمبر ۲۸۹۶۔

ایک بہادر مگر جہنمی کا قصہ:

حضرت سھل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام (کے لشکر یعنی اہل اسلام) اور مشرکین کی جنگ ہو رہی تھی، حضور علیہ السلام کے لشکر میں ایک ایسا شخص تھا جو خوب جنگ کر رہا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رشک کرنے لگے کہ آج فلاں کے برابر ہم میں سے کوئی نہیں لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ (فلاں) دوزخی ہے ہم میں سے ایک شخص نے اس کی نگرانی شروع کر دی اچانک اس کو دیکھا کہ شدید زخموں کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کر لی (اپنی تلوار کا دستہ زمین پہ رکھا اور نوک کو

چھاتی کے درمیان رکھ کر اپنے آپ کو اوپر گرا لیا) نگرانی کرنے والے صاحب حضور علیہ السلام کی طرف بھاگ کر آئے، اشھد انک رسول اللہ، کا نعرہ رسالت بلند کیا اور سارا قصہ سنایا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: کبھی ایک شخص بظاہر جنتیوں کے کام کرتا رہتا ہے مگر وہ جہنمی ہوتا ہے اور کبھی اس کا الٹ ہوتا ہے۔ (خلاصہ حدیث نمبر ۲۸۹۸)

ہو سکتا ہے یہ شخص منافق ہو، بہر حال اس سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ فنافٹ کسی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے کہ کسی پارٹی کا لیڈر مر جائے تو اس کو شہید بنا دیا جائے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث پر باب ہی یہ باندھا ہے: لا یقال فلان شھید۔ یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شہید ہے۔

* تیراندازی کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کی شرکت اور فریقین کو فرمانا کہ میں تم دونوں کیساتھ ہوں، (نمبر ۲۸۹۹)

تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟

حضور علیہ السلام درخت کے نیچے آرام فرما تھے کہ ایک اعرابی نے تلوار سونت لی اور کہا: آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ فرمایا: اللہ..... تین مرتبہ (تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی جو آپ نے پکڑ لی اور اس کو فرمایا: مجھے تو میرے اللہ نے بچا لیا اب تو بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا کوئی نہیں فرمایا: جا چلا جا اس نے جاتے ہوئے کہا آپ مجھ سے بہتر ہیں پھر بعد میں مسلمان ہو گیا، امام ابن اسحاق) حدیث نمبر ۲۹۱۰،

* بدر میں حضور علیہ السلام کی محبوبانہ دعا: اللھم ان شئت لم تعبد بعد الیوم ، اے اللہ اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ ہو...... (نمبر ۲۹۱۵)
* اس کی خوبصورت تشریح ہماری کتاب ''یاران مصطفٰی و وارثان خلافت راشدہ'' میں دیکھیے۔
* حضور علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن اور زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔ نمبر (ب ۲۹۱۹)،

✱ اول جیش من امتی یغدون البحر ...... مغفور الهم، (نمبر۲۹۲۴)،
پوری حدیث میں "یزید صاحب" کا نام تک نہیں۔ جبکہ اس کے سیاہ کرتوت دیکھنے ہوں تو اسی بخاری شریف کا ص ۴۱۵ اور حاشیہ نمبر ۱۰-۱۱ دیکھیں۔ مزید دیکھنے ہوں تو ہماری کتاب "کربل کی ہے یاد آئی" کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

✱ پتھر سے آواز آئے گی میرے پیچھے یہودی ہے اس کو قتل کر دو۔ (نمبر ۲۹۲۵)

ترکوں سے جنگ اور فرمانِ رسالت:

حضور علیہ السلام نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ترکوں سے جنگ کو قرار دیا ہے اور ان کی علامت یہ بتائی کہ وہ بالوں سے بنے ہوئے جوتے پہنتے ہوں گے اور ان کے چہرے چوڑے اور مڑھی ہوئی ڈھال کی طرح ہوں گے۔ آنکھیں، ناک چھوٹی اور رنگ سرخ ہوں گے۔ (نمبر ۲۹-۲۸-۲۹۲۷)

یاد رہے! خراسان اور چین کے درمیان ہندوستان کے شمال میں بسنے والے لوگوں کو ترک کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ان سے جنگ کرنا منع فرمایا، لیکن تب تک کہ جب تک وہ ہم سے جنگ نہ کریں، فرمایا: اترکوا الترك ماترکوکم، (ص ۵۰۷ باب علامات النبوة) لیکن ساتویں ہجری میں محمد شاہ خوارزم نے یہ قیامت ڈھائی کہ ان کو چھیڑ دیا۔ نتیجتاً خراسان سے عراق تک تباہی ہوئی۔ چنگیز خان سے لے کر اس کے پوتے ہلاکو خان تک پوری ایک صدی مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ رافضیوں کا محقق طوسی ان کا آلہ کار بن گیا، ہلاکو تو بغداد پہ بزرگانِ دین کے مزارات کی وجہ سے حملہ نہ کرنا چاہتا تھا مگر محقق صاحب نے کہا یہودیوں نے تو حضرت زکریا علیہ السلام جیسے پیغمبروں کو شہید کر دیا تو ان کا کچھ نہ بگڑا تو کیوں گھبرا گیا ہے چنانچہ اس نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

حوالے

✱ یہودیوں نے حضور علیہ السلام کو السلام علیکم کہا اور آپ نے وعلیکم فرمایا: نمبر

۲۹۳۵،

✱ حضور علیہ السلام کا خط پھاڑنے والے کا ملک برباد ہو گیا، (نمبر ۲۹۳۹)،
هلك کسرىٰ ثم لا يكون کسرىٰ بعده، ص ۴۲۵،

✱ خیبر فتح ہوتا ہے اور حضور پوچھتے ہیں این علی، علی کہاں ہے؟ اور وہ دیکھو علی آرہے ہیں، نمبر ۲۹۴۲،

✱ خیبر کے یہودیوں نے لشکر اسلام دیکھ کر کہا: محمد واللہ محمد والخمیس حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اکبر خربت خیبر ...... (نمبر ۲۹۴۵)

(پارہ نمبر گیارہ کی منتخب احادیث کے حوالے مکمل ہوئے)

✱ حضور علیہ السلام کی برکت سے کہنا جائز ہے۔ صحابی نے عرض کیا میرے اونٹ کو آپ کی برکت پہنچ گئی ہے۔ قد اصابته برکتك، (نمبر ۲۹۶۸)، برکة الغازی فی ماله بخاری میں باب پورا ہے، باب نمبر ۱۳ کتاب فرض الخمس۔

✱ حضور علیہ السلام نے صحابی کا نام غزوہ کے لئے لکھنے کے باوجود فرمایا: اذهب فاحجج مع امراتك، اپنی عورت کے ساتھ حج کر، (نمبر ۳۰۰۶)

✱ آگ کا عذاب دینا صرف اللہ کی شان ہے، نمبر ۲۹۵۴،

✱ امیر کی اطاعت، نمبر ۲۹۵۷،

✱ دشمن کی زمین میں قرآن لے کر نہ جاؤ، نمبر ۲۹۹۰،

✱ اونچی آواز سے ذکر کرنے سے اس لیے منع فرمایا تاکہ دشمن کو ہمارے آنے کی اطلاع نہ ہو جائے۔ ص ۲۹۹۲

روضہ خاخ پہ خط پکڑا گیا، علم غیب کا ثبوت:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام نے مجھے زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما کو روضۂ خاخ (مقام) پر بھیجا اور فرمایا: وہاں تمہیں ہودج نشین (اونٹ پہ سوار) ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ: ہم

گھوڑوں کو دوڑا کر وہاں پہنچے تو واقعی وہاں ہودج نشین عورت ملی ہم نے اس کو کہا خط نکال، اس نے کہا میرے پاس خط نہیں ہے ہم نے کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ خط نکال یا کپڑے اتار کر ہمیں تلاشی دے اس نے اپنے بالوں سے خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا۔ نمبر ۳۰۰۷۔

یہ علم غیب ہے کہ رسول کریم نے
خبریں وہ دیں کہ جنکی کسی کو خبر نہ تھی

(یہ خط حضرت حاطب بن بلتعہ نے اہل مکہ کو لکھا تھا جس میں حضور علیہ السلام کی (جہادی تیاریوں) باتوں کی خبر دی صرف اس لئے کہ ان کے اہل وعیال مکہ میں تھے تاکہ ان کے ساتھ اہل مکہ کا سلوک اچھا رہے، حضرت عمر نے عرض کیا حضور! اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ بدری ہے اور بدر والوں کو اللہ فرما چکا ہے، اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم جو چاہو کرو تمہیں معافی ہے۔

* ابن ابی کو حضور علیہ السلام نے جو قمیص پہنائی تھی وہ بدلہ تھی اس قمیص کا جو اس نے بدر کے دن حضرت عباس کو دی تھی، (نمبر ۳۰۰۸،)

* ایک بندے کو مسلمان کر لینا ساری دنیا کی نعمتوں سے بہتر، (نمبر ۳۰۰۹)

* اللہ تعالی نے تعجب فرمایا (جیسا کہ اس کے شایان شان ہے) اس قوم پر جو بیڑیوں میں جکڑی ہوئی جنت میں داخل ہوگی۔ عَجَبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِي السَّلَاسِلِ، (ص نمبر ۳۰۱۰)

* ایک نبی اللہ کو چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے چیونٹیوں کی پوری بستی کو جلوا دیا اللہ تعالی نے وحی فرمائی' کاٹا تو ایک نے تھا اور جلوا سب کو دیا حالانکہ وہ تسبیح پڑھتی تھیں۔ (نمبر ۳۰۱۹)

* سینے پہ ہاتھ مار کر فیض عطا کرنا اور کعبہ یمانیہ کی بربادی کا ذکر نمبر ۳۰۲۰،

* ابو رافع یہودی گستاخ کو سوتے میں مار دیا گیا، (نمبر ۳۰۲۲)

* کعب بن اشرف کا قتل، (نمبر ۳۰۳۰)، حضور علیہ السلام کثیر الشعر تھے۔ (نمبر ۳۰۳۴)

* حضرت سلمہ بن اکوع کی بہادری کا واقعہ: (نمبر ۳۰۴۱)

* حضرت خبیب کا سولی چڑھنا، (نمبر ۳۰۴۵)

* جمعرات کو حضور علیہ السلام کی بیماری میں اضافہ ہوا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جمعرات کا ذکر کر کے اتنا روئے کہ آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو جاتیں، (نمبر ۳۰۵۳

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑھیں:

حضرت قیس حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت فرماتے ہیں: میں جب سے اسلام لایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پردہ نہ فرمایا (یعنی مجھے گھر میں داخل ہونے سے منع نہ فرمایا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے پردہ نہ تھا ہو سکتا ہے علیحدہ جگہ ہو۔)

وَلَا رَاٰنِيْ اِلَّا تَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ، اور آپ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اقدس پہ تبسم تھا اور میں نے عرض کیا حضور! میں گھوڑے پہ صحیح طریقے سے بیٹھ نہیں سکتا، فَضَرَبَ بِيَدِهٖ فِيْ صَدْرِيْ (اَوْ فِيْ صَدْرِهٖ) وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا، پس آپ نے اپنا دست رحمت میرے سینے پہ (یا اپنے سینہ پہ) مارا اور دعا کی اے اللہ! اس کو (سواری پہ) مضبوط کر دے اور اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ (نمبر ۳۰۳۶-۳۰۳۵)

تیرے اخلاق کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ جا رہا تھا اور حضور علیہ السلام موٹے کنارے والی نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ ایک

اعرابی نے چادر کو پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ حضور علیہ السلام کے مبارک کندھے پہ نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا جو اللہ نے آپ کو دیا ہے اس میں سے مجھے بھی دلوائیں۔ (حضور علیہ السلام نے اس کو اشارۃً بھی نہیں فرمایا کہ یہ کوئی مانگنے کا طریقہ ہے نہ ناراضگی کا اظہار فرمایا بلکہ حلم وکرم کی اعلیٰ مثال پیش فرمائی)

فَالْتَفَتَ اِلَیْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَلَهٗ بِالْعَطَاءِ

آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر مسکرا دیئے اور پھر اس کو عطا کر دینے کا حکم جاری فرمادیا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ (قیام تعظیمی):

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (میثاق مدینہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کرنے والے یہودیوں کا ایک قبیلہ) بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر (قلعہ سے) اترا تو حضرت سعد جو وہاں سے قریب ہی تھے حضور علیہ السلام کے بلاوے پہ گدھے پہ سوار ہو کر آئے، جب قریب پہنچے تو حضور علیہ السلام نے (انصار سے) فرمایا: قوموا الی سیدکم، اپنے سردار کی طرف بڑھو تو حضرت سعد آ کر حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ گئے، ان کو بتایا گیا کہ آپ کے فیصلے پہ اترے ہیں تو انہوں نے عرض کیا میرا فیصلہ یہ ہے کہ لڑنے والوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں کو قیدی بنالیا جائے۔ فرمایا: یہی اللہ کا فیصلہ ہے۔ نمبر ۳۰۴۳۔

ایک سوال کا منطقیانہ جواب

کہا جاتا ہے کہ حضرت سعد چونکہ زخمی ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے تو ان کو سہارا دیکر سواری سے اتارنے کے لئے یہ حکم دیا گیا نہ کہ قیام تعظیمی کیلئے، ورنہ الی سیدکم کی بجائے لسیدکم فرمایا ہوتا، حالانکہ الی بہ نسبت لام کے قیام تعظیمی پہ زیادہ

دلالت کر رہا ہے کیونکہ قیام کی علت بیماری نہیں کہ فرمایا ہو: الی مریضکم بلکہ سیادت ہے اس لئے کہ کسی وصف پر حکم کا ترتب اس وصف کے علت ہونے کی دلیل ہے۔ اس بات کو منطقی انداز میں حضرت تاجدار گولڑہ پیر مہر علی شاہ علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دورۂ حدیث کے استاذ مولانا احمد علی سہانپوری اور پوری کلاس کے سامنے یوں بیان فرمایا: جب موضوع اور محمول مشتق ہوں تو قضیہ کوئی بھی ہو محمول کا مادہ اشتقاق سبب ہوتا ہے موضوع کے مادہ اشتقاق کے لئے۔ یہاں موضوع ومحمول دونوں مشتق ہیں۔ تو قوموا میں قیام کا سبب ''سیدکم'' کی سیادت ہوگی۔ جیسا کہ کہا جائے گا کل کاتب متحرک الاصابع مادام کاتبا، ہر لکھنے والے کی انگلیاں حرکت کرتی ہیں جب تک وہ لکھتا رہتا ہے تو اس میں تحرک اصابع کا سبب کتابت ٹھہرا نہ کہ کوئی اور۔ پھر امام بیہقی نے قیامت تعظیمی کے جائز ہونے کے لئے یہی حدیث پیش فرمائی اور ساتھ حضرت طلحہ کا قیام حضرت کعب بن مالک کے لئے بیان کیا۔ اور جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ: لا تقوموا کما تقوم الاعاجم، عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہوا کرو تو وہ خاص قسم کے قیام سے منع کیا گیا کہ بادشاہ تخت پہ بیٹھا رہے اور درباری جھکے رہیں، خود حدیث کے الفاظ اس کی نشاندہی کر رہے ہیں یا وہ قیام منع ہے کہ جس کی خود خواہش کی جائے جیسا کہ ترمذی کتاب الاستیذان والادب ص ۱۰۴ پہ ہے۔ من سره ان یتمثل له الرجال قیاما فلیتبوأ مقعده من النار، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کے لئے قیام تعظیمی کیا، بخاری شریف ص ۴۷۶، قام الیه فصنع کما یصنع الولد بالوالد۔ اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔

حوالے

* ان لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر، نمبر ۳۰۶۲،
* مہر نبوت کا ذکر، نمبر ۳۰۷۱،

* حضور علیہ السلام نے فارسی کا لفظ بول کر حضرت امام حسن کے منہ سے صدقہ کی کھجور نکلوائی، کخ کخ، ص ۳۰۷۲،

حضرت علی کو حضرت عثمان پہ فضیلت دینے والا سنی ہی ہے، نمبر ۳۰۸۱، دیکھئے بخاری شریف ص ۴۳۳، بین السطور علویا کے تحت لکھا ہے، یفضل علیا علی عثمان وھو مذھب مشھور لجماعة اھل السنه بالکوفه بحوالہ فتح الباری،

* حضرت فاطمہ کا ابوبکر صدیق کے پاس میراث کے لئے جانا، نمبر ۳۰۹۲،

* حضرت عمر کے دور میں حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما نے حدیث لانرث ولانورث کو تسلیم فرمایا تو حضرت عمر نے ان دونوں کو فدک کی آمدنی کا ناظم بنایا یہ وعدہ لے کر کہ جو حضور علیہ السلام اور ابوبکر کے دور میں ہوتا تھا وہی معاملہ ہوگا۔ طویل حدیث، نمبر ۳۰۹۴،

* لا نرث...... مفہوم کی حدیث حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے، نمبر ۳۰۹۶،

* شیعوں کا اعتراض کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ھنا الفتنة، نمبر ۳۱۰۴، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کیا تو کیا جتنے لوگ ادھر رہتے ہیں سب فتنہ باز ہیں، نعوذ باللہ، دیکھئے (حدیث، نمبر ۳۲۷۹)، اس میں صرف مشرق کا ذکر ہے۔

رسول خدا کی بیٹی دشمن خدا کی بیٹی کے ساتھ نہیں رہ سکتی:

حضرت علی المرتضٰی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا جبکہ حضرت فاطمہ حضرت علی کے نکاح میں تھیں (حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) میں نے سنا کہ حضور علیہ السلام نے برسر منبر خطبے میں ارشاد فرمایا: (اور میں اس وقت جوان تھا) اِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّیْ، بے شک فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں وہ اپنے دین کے سلسلہ میں آزمائش میں نہ پڑ جائے۔ پھر حضور علیہ السلام

نے بنی عبد شمس سے اپنے ایک داماد کا ذکر کیا اور اس رشتہ (مصاہرت) کے بارے میں اس کی تعریف کی کہ اس نے مجھ سے جو کہا سچ کر دکھایا۔ مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا۔ فرمایا: میں کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال نہیں کر رہا، ولکن واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بنت عدو اللہ ابدا، لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی جمع نہیں ہوسکتیں، نمبر ۳۱۱۰،

* حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پیسنے کی تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے خادم طلب کیا تو حضور علیہ السلام نے تسبیح فاطمہ عطا فرمادی، نمبر ۳۱۱۳،

* اللہ تعالیٰ کے ایک نبی سے بیعت کرتے ہوئے خائن کا ہاتھ چپک گیا، نمبر ۳۱۲۴،

* جنگ جمل اور حضرت ابن زبیر کی جائیداد کا تذکرہ، چار بیویاں تھیں ہر بیوی کو بارہ بارہ لاکھ مل گیا، نمبر ۳۱۲۹۔

* جائز کام کے بارے میں قسم اٹھالی ہے تو ٹوٹ بھی جائے اور کفارہ بھی ادا کر دیا جائے، نمبر ۳۱۳۳،

(اسی میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے کام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائی کہ تمہیں میں نے سوار نہیں کیا بلکہ اللہ نے سوار کیا ہے:)

بھلائی کافر بھی کرے تو اس کو نہ بھلاؤ:

حضرت جبیر کا والد مطعم جو کہ کفر کی حالت میں مرا مکہ کے روسا میں سے تھا، جب قریش نے بنی ہاشم کا بائیکاٹ کیا اور معاہدہ لکھ کر کعبہ کے دروازے پہ لٹکا دیا، تین سال بنی ہاشم شعب ابی طالب میں محصور رہے، تین سال کے بعد جن لوگوں کو رحم آیا ان میں مطعم بھی تھا جس نے اس ظالمانہ سلوک کے خلاف آواز بلند کی۔ ایک روایت کے مطابق اس نے اس ظالمانہ معاہدے کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ بعض کتب میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مکہ سے طائف تشریف لے گئے اور ایک مہینے بعد واپس تشریف

لائے تو مکہ میں داخل ہونے کے لئے امان کی ضمانت ضروری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ تم مجھے امن کی ضمانت دو لیکن کسی نے حامی نہ بھری کہ ہم اہل مکہ کی مخالفت مول نہیں لے سکتے۔ اس وقت مطعم نے اپنی ضمانت پہ حضور علیہ السلام کو مکہ شریف میں لانے کی حامی بھری۔ اگر چہ اس نے اپنی سرداری کی بناء پر ایسا کیا ہوگا مگر حضور علیہ السلام نے اس کے اس اچھے برتاؤ کو یاد رکھا اور ہجرت کے بعد غزوۂ بدر کے موقع پہ جب لوگوں نے سفارشیں کیں کہ قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی سفارش نہ مانی اور فرمایا:

لَوْ كَانَ الْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان بدبودار گندوں کی سفارش کرتا تو اس کی وجہ سے میں انہیں آزاد کر دیتا۔ (نمبر ۳۱۳۹)

حضرت جبیر بن مطعم نے اپنے باپ کے بارے میں حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلنے والے ان الفاظ کو ساری زندگی یاد رکھا اور وجد کر کے لوگوں کو بتاتے تھے کہ میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس کے بارے میں حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا:

ایسے کئی واقعات تاریخ اسلام میں ملتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے کسی کی بھلائی کا ذکر کر کے بعد والوں پہ مہربانی فرمائی ہوانہی میں سے ایک واقعہ حاتم طائی کی بیٹی کا ہے کہ حاتم طائی کی سخاوت کی وجہ سے اس کی بیٹی کو بلکہ اس کے پورے خاندان کو آزاد فرما دیا علامہ اقبال کا کتنا پیارا شعر ہے اس بارے میں:

پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود
گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

حوالے

٭ نو مسلم بھی مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں (۳۱۴۳، ص ۴۴۴ و حاشیہ نمبر ۱۰)

انی لا عطی رجالا حدیث عهدهم بکفر۔

٭ میدان بدر میں معاذ و معوذ کا جذبہ ابوجہل کے بارے میں کہا انہ لیسب رسول اللہ۔ سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو۔ (۳۱۴۱)

٭ اتنی سی بات پہ مجھے حضور علیہ السلام سے حیا آ گئی۔ (۳۱۵۳) یہی تو تقاضائے ایمان ہے۔

٭ مال ملنے کی اطلاع ملی تو صبح کی نماز کے وقت مسجد نبوی شریف بھر گئی۔ (۳۱۵۸)

٭ یزدجر کا دست راست ہرمزان مسلمان ہوگیا۔ (۳۱۵۹)

زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے ان الارض للہ ورسولہ (۳۱۶۸)

٭ حضور علیہ السلام پر جادو کا اثر (۳۱۷۵)

٭ غیبی خبر (۳۱۷۶)

٭ حج اکبر، حج کو اور حج اصغر عمرہ کو کہا گیا۔ (۳۱۷۷)

٭ غیب کی خبر (۳۱۸۰ و ۸۷-۳۱۸۶)

٭ بارھویں پارے کی منتخب احادیث کے حوالے تمام ہوئے)

٭ یمن والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت قبول کر لی اور بنو تمیم نے مال کا تقاضا کیا اور کہا قد بشرتنا فاعطنا۔ بشارت تو آپ سنا چکے اب کچھ دیں بھی اس پر آپ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ (۹۱-۳۱۹۰)

مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا علم:

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک بار ہم میں قیام فرما ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے تک اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک سب کچھ بتا دیا۔

حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ (۳۱۹۲)

جس نے یاد رکھا اس کو یاد رہا اور جس نے بھلا دیا وہ بھول گیا۔

شارحین حدیث نے اس حدیث کے تحت لکھا کہ ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک سب کچھ بیان کر دینا یہ حضور علیہ السلام کا عظیم معجزہ ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۹۱، عمدۃ القاری ج ۱۵، ارشاد الباری ج ۵ ص ۲۵۰، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

اس مضمون کی احادیث دیگر کتب میں مندرجہ ذیل مقامات پر ملاحظہ ہوں۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۸۵، مسلم ج ۲ ص ۳۹۰)

مسلم شریف میں صبح کی نماز سے لے کر غروب آفتاب تک منبر شریف پہ وعظ فرمانا اور اس میں ما کان وما ھو کائن کی خبر دینا بیان ہوا فاعلمنا احفظنا۔

ابوزید انصاری (راوی حدیث) فرماتے ہیں ہم میں سب سے بڑا عالم وہ ہے جس نے حضور علیہ السلام کا وعظ یاد رکھا۔ ترمذی ص ۴۳، بخاری کتاب الفتن اور کتاب القدر میں بھی یہ حدیث دیکھی جا سکتی ہے، طبرانی نے معجم کبیر میں، نعیم بن حماد (جو امام بخاری کے استاذ ہیں انہوں نے) کتاب الفتن میں اور ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت لکھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ......

بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا پس میں ہر وقت ساری دنیا کو دیکھ رہا ہوں اور قیامت تک دیکھتا رہوں گا جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔ یاد رہے اس سے مراد مخلوق ہے ذات وصفات باری تعالیٰ کا علم اگرچہ حضور علیہ السلام کو عطا کیا گیا مگر وہ اس میں شامل نہیں کہ مخلوق نہیں۔ اسی طرح ممتنعات ومحالات اور وہ ممکنات جو کبھی موجود ہوئیں نہ ہوں گی اگرچہ ان کا علم بھی وافر بلکہ اوفر آپ کو دیا گیا مگر وہ ما کان وما یکون کے دائرے میں نہیں ہیں، احوال بعد القیامہ کے بارے میں اختلاف ہے مگر صحیح یہی ہے کہ وہ اس میں داخل ہیں اور دلیل اس کی یہی حدیث ہے)

حوالے

* اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کرنا اس کو گالی دینا ہے (۳۱۹۳)
* ان رحمتی غلبت علی غضبی (۳۱۹۴)

یہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دن ہی اپنی کتاب میں لکھ دیا ہے جو عرش کے اوپر اس کے پاس ہے کہ میری رحمت میرے غضب پہ غالب ہے۔

* حرمت والے مہینے کون کون سے ہیں۔ (۳۱۹۶)
* سورج کا سجدہ کرنا اور بروزِ قیامت اس کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ (نمبر ۳۱۹۹)
* حدیث معراج (۳۲۰۷)
* جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت فرماتا ہے آسمانوں میں اعلان کرواتا ہے پھر زمین پہ اپنے محبوب بندے کی قبولیت اتارتا ہے۔ (۳۲۱۰)
* حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جبریل امین کا سلام (۳۲۱۷)
* جس گھر میں کتا اور تصویر ہو اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے (۳۲۲۴)
* جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پر اور حضور علیہ السلام کا اس کو اصلی شکل میں دیکھنا۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رویت باری تعالیٰ کے متعلق مؤقف۔ (۳۲۳۳-۳۴)
* کپڑے پہ چھپی تصویر کا جواز (۳۲۶۶) (ہوسکتا ہے یہ ارشاد حرمت سے پہلے کا ہو) (ابن حجر)
* سفر طائف، آمد جبرئیل، طائف والوں کو تباہ کرنے کی پیش کش اور حوصلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۳۲۳۱)
* خاوند کو ناراض کر کے رات گزارنے والی عورت پر ساری رات فرشتوں کی لعنت حتی تصبح۔ صبح تک (۳۲۳۷)

* حضرت آدم وعیسیٰ علیہما السلام کا حلیہ اور مدینہ کی دجال سے حفاظت بذریعہ ملائکہ (۳۲۳۹)
* جنت میں اکثریت فقراء کی اور دوزخ میں عورتوں کی (۳۲۴۱)
* حضرت عمر کا جنت میں محل (۳۲۴۲)
* جنتی خیمے کا حدود اربعہ (۳۲۴۳)
* دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز (۳۲۶۵)
* حضرت سعد بن معاذ کا جنتی رومال (۳۲۴۹)
* جنتی درخت کا سایہ (۳۲۵۳)
* بے عمل عالم کی دوزخ میں سزا (۳۲۶۷)
* بچوں کو شام کے وقت گھر سے نہ نکلنے دو۔ فان الشیطن تنتشر۔ اس وقت شیطان پھیلے ہوئے ہوتے ہیں (۳۲۸۰)
* غصے کو ختم کرنے کے لیے تعوذ پڑھو (۳۲۸۲)
* جماع کے وقت کی دعا اور اس کا فائدہ۔ (۳۲۸۳)
* جمائی کے وقت "ھا" کی آواز نکالنے سے شیطان ہنستا ہے۔ (۳۲۸۹)
* کلمہء توحید کی فضیلت (۳۲۹۳)
* حضرت عمر نے عورتوں کو فرمایا مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور علیہ السلام سے نہیں ڈرتی ہو۔ (۳۲۹۴)
* شیطان ناک (خیشوم) میں رات گزارتا ہے۔ (۳۲۹۵)
* گدھا شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے اور مرغ فرشتے کو دیکھ کر۔ (۳۳۰۳)
* چوہا بنی اسرائیل کی مسخ شدہ قوم ہے کیونکہ اونٹ کا دودھ نہیں پیتا۔ (۳۳۰۵)
* مشروب میں مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دو۔ (۳۳۲۰)
* آدم علیہ السلام کا قد انور ساٹھ ہاتھ تھا۔ (۳۳۲۶)

* یہودیوں کے تین سوالوں کا جواب۔ (۳۳۲۹)
* عورت پسلی سے پیدا کی گئی۔ (۳۳۳۱)
* فان المراۃ خلقت من ضلع
* الارواح جنود مجندۃ (۳۳۳۶)
* حدیث شفاعت (۳۳۴۰)
* جنت میں حضور علیہ السلام کی اُمت کا دیگر امتوں سے تناسب کالشعرۃ السوداء فی جلد ثور ابیض (۳۳۴۸)
* ستاروں کو پیدا کرنے کے تین مقصد۔ (ترجمۃ الباب ۳ من کتاب بدء الخلق)
* ذوالخویصرہ والی حدیث یعنی علامات الخوارج یقرؤن القراٰن لا یجاوز حناجرھم۔ (نمبر ۳۳۴۴/۳۶۰۶)
* یاجوج ماجوج۔ اصیحابی اصیحابی (یا اصحابی اصحابی) سے مراد مرتدین ہیں۔ (۳۳۴۹)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین "کذبات" (۳۳۵۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آزر انی حرمت الجنۃ علی الکافرین۔ آپ نے اپنا ختنہ خود کیا بعمر اسی سال بذریعہ قدوم بسولہ۔ (۳۳۵۰-۳۳۵۶)

* گرگٹ نے ابراہیم علیہ السلام پر (آگ بھڑکانے کے لئے) پھونک مارے۔ (۳۳۵۹)
* حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بارے میں طویل حدیث۔ (۳۳۶۴)
* سب سے پہلی مسجد المسجد الحرام پھر مسجد اقصیٰ (۳۳۶۶)

حضور علیہ السلام پر درود و سلام کیسے پڑھا جائے:

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ فرماتے ہیں: انہوں نے اپنے دادا عبدالرحمٰن بن ابی لیلی

انصاری سے سنا کہ ان کی ملاقات حضرت کعب بن عجزہ انصاری (صحابی) سے ہوئی تو حضرت کعب نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا تحفہ نہ دوں جو ہمیں حضور علیہ السلام نے عطا فرمایا ہے (ای سمعتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم) عبدالرحمٰن کہتے ہیں میں نے عرض کیا ضرور دیجیے۔ فرمایا: ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کیف الصلوة علیکم اهل البيت فان الله قد علمنا كيف نسلم عليك حضور! آپ کے اہل بیت پر درود کیسے پڑھنا ہے کیونکہ سلام پڑھنے کا طریقہ تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے تو حضور علیہ السلام نے درود ابراہیمی تعلیم فرمایا۔

معلوم ہوا درود ابراہیمی صرف درود ہے اس میں سلام نہیں اور اگر قرآن مجید کی آیت صلوا عليه وسلموا تسليما. پر عمل کرنا ہو تو فقط درود ابراہیمی سے عمل نہ ہوگا بلکہ کوئی ایسے الفاظ ادا کرنے ہوں گے جن میں درود بھی ہو اور سلام بھی ہو۔ لیجیے ایسے الفاظ کا تحفہ پرانی تبلیغی جماعت کی طرف سے آپ کو پیش کیا جارہا ہے اور وہ بھی تبلیغی نصاب سے جس تحفہ کو چھپانے کے لئے نئی تبلیغی جماعت والوں نے فضائل درود کا حصہ الگ کر کے اس تبلیغی نصاب کو فضائل اعمال کے نام سے چھپایا یعنی پرانا تبلیغی نصاب کچھ چھپالیا اور کچھ چھپا دیا تاہم ان کی مرضی ہے نصاب بدلتے ہی رہتے ہیں

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی
اک اہل عشق ہیں جہاں تھے وہیں رہے

کیونکہ نصاب بندوں کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور بندے جب خود ہمیشہ نہیں رہیں گے تو ان کا نصاب کیوں ہمیشہ رہے گا اور میرے آقا پر درود و سلام تو ہمیشہ ہی پڑھا جاتا رہے گا جب مخلوق نہیں ہوگی تو خالق تو ہوگا ان الله و ملائكة يصلون على النبی)

نئی تبلیغی جماعت کے لیے ایک پرانا تحفہ

نئی تبلیغی جماعت والے یہ بات بھول نہ جائیں کہ تاڑنے والے بھی قیامت

کی نظر رکھتے ہیں۔

چنانچہ مولانا زکریا سہارنپوری نے تبلیغی نصاب کے ص ۲۰۷ پر لکھا "اس لئے بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا نبی اللہ وغیرہ کے (یوں پڑھا جائے)۔

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله
الصلوة والسلام عليك يا نبي الله

اسی طرح اخیر تک السلام کے ساتھ الصلوۃ کا لفظ بھی بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے۔

معلوم ہوا! موجودہ تبلیغی جماعت اپنے بڑوں کا مسلک بھی چھوڑ چکی ہے ورنہ صلوٰۃ و سلام نہ پڑھتے کم از کم اس کتاب میں رہنے تو دیتے۔ ارے اپنے آقا کی بارگاہ میں سلام نیاز پیش کرنے سے تمہاری جان نکلتی ہے ذرا امام اہل محبت کی دہلیز پہ آئیں (اور اپنے بڑوں کو قبروں میں نہ تڑپائیں) وہ تمہیں بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کون کون سلام عرض کر رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ان پر درود جن کو حجر تک کریں سلام
ان پر سلام جن کو تحیت شجر کی ہے
ان پر درود جن کو کسِ بیکساں کہیں
ان پر سلام جن کو خبر بے خبر کی ہے
جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام
خوبی انہیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے
سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام
تملیک انہیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے
سنگ و شجر سلام کو حاضر ہیں السلام
کلمے سے تر زبان درخت و حجر کی ہے
عرض و اثر سلام کو حاضر ہیں السلام
ملجایہ بارگاہ دعا و اثر کی ہے
شوریدہ سر سلام کو حاضر ہیں السلام
راحت انہیں کے قدموں میں شوریدہ سر کی ہے
خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے

سب خشک و تر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ جلوہ گاہ مالک ہر خشک و تر کی ہے
سب کرّ و فر سلام کو حاضر ہیں السلام — ٹوپی یہیں تو خاک پہ کرّ و فر کی ہے
اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام — یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے

آ کچھ سُنا دے عشق کے بولوں میں اے رضا
مشتاق طبع لذتِ سوز جگر کی ہے

یہ ہیں ہمارے مجدد جو بات بات پہ عظمت مصطفیٰ اور عشق محبوب خدا کی بات کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔(صلی اللہ علیہ وسلم - رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

کیا یہ بھی مجدد ہیں؟

دوسری طرف ایک ایسے "مجدد" بھی دیکھتے جائیے کہ جن کے ہزاروں کی تعداد میں خطبات چھپتے ہیں۔ لیکن عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے حالات کو جمع کرنے والے ان کے خلیفہ خواجہ عزیز الحسن لکھتے ہیں "دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے جلسۂ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے جائیں تا کہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو اور موقعہ بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں؟ حضرت والا (مجدد صاحب اشرف علی تھانوی) نے باادب عرض کیا: اس کے لیے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو مستحضر نہیں۔

(اشرف السوانح حصہ اوّل ص ۷۶ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر)

کاش اس موقع پر اہل سنت کے کسی مدرسہ کا سال اوّل کا طالب علم ہی ہوتا تو عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ گھنٹوں تقریر کر کے ان حضرات کو بتا دیتا کہ

؎ شاہِ بطحا کی مدح سرائی اہل سنت کے حصے میں آئی
بگڑی آقا نے سب کی بنائی اپنی قسمت جگائے ہوئے ہیں

حوالے

* کلمات تعوذ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق و اسماعیل علیہما السلام کے لئے پڑھا کرتے اور حضور علیہ السلام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پڑھتے۔(۳۳۷۱)
* نحن احق بالشك من ابراهيم ...... حضرت ابراہیم حضرت لوط اور حضرت یوسف علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے کس قدر عاجزی کا مظاہرہ فرمایا۔(۳۳۷۲)
* من اکرم الناس؟(۳۳۷۴)

لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟

* حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ (۳۴۰۱)
* خضر نامہ کی وجہ تسمیہ۔(۳۴۰۲)
* یہودیوں نے حِطَّۃٌ کی بجائے کہا حَبَّۃٌ فِیْ شَعْرَۃٍ (۳۴۰۳)
* ایک نبی کو دوسرے پر کس طرح کی فضیلت نہ دی جائے۔

(۳۴۰۸ و حاشیہ ۴، ص ۴۸۴ و حاشیہ ۲ ص ۵۰۷)

* آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

فَحَجَّ آدَمُ مُوْسٰی (۳۴۰۹)

* قول امام شافعی ما اعطى الله نبيا ما اعطى محمدا صلى الله عليه وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہمارے حضور پاک کو عطا فرمایا کسی اور نبی کو نہ دیا، اسی میں زبور کو قرآن فرمایا گیا۔ مزید یہ کہ داؤد علیہ السلام سواری پر زین کسنے کے دوران پوری زبور پڑھ لیتے تھے۔(۳۴۱۷)
* حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ایک بچے کے بارے میں فیصلہ۔(۳۴۲۷)
* بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام سیاست فرماتے:

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء (۳۴۵۵)

* تم ضرور یہود ونصاریٰ کی مکمل پیروی کرو گے۔ (۳۴۵۶)
* بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كذب علی متعمدا...... (۳۴۶۱)
* کوڑھی، اندھے اور گنجے کا واقعہ (۳۴۶۴)
* حدیث غار (۳۴۶۵)

(تیرہویں جزء کی منتخب احادیث تمام ہوئیں)

* تین بچے پنگوڑھے میں بول پڑے۔ (۳۴۶۶)

یا اهل المدينة اين علماء کم اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں گئے (جو تمہیں بتائیں کہ عورتوں کا فیشن تباہی کا پیش خیمہ ہے) (۳۴۶۸)

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدَّث ہیں (۳۴۶۹)
* سو افراد کا قاتل بخشا گیا (۳۴۷۰)
* ایمانداری کا اعلیٰ نمونہ۔ (۳۴۷۲)
* جب میں مرجاؤں مجھے جلا دینا، خوف خدا کی وجہ سے بخشا جانے والا۔ (۳۴۷۸)
* اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (جب حیا نہ رہے تو جو چاہے کر) (۳۴۸۳)
* متکبر قیامت تک زمین میں دھنسا جا رہا ہے۔ (۳۴۸۵)
* شَرّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ (منافق) (۳۴۹۴)
* اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى سے مراد حضور علیہ السلام کے قرابت دار ہیں۔ (۳۴۹۷)
* غیر اب کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کا گناہ۔ (۳۵۰۸-۳۵۰۹)
* نام کی تاثیر غفار غفر اللہ له واسلم سالمها اللہ و عصية

عصت اللہ ورسوله (۳۵۱۳)

* حبشیوں کو مسجد میں کھیلنے کی اجازت دے دی گئی۔ (۳۵۳۰)
* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا الفاظ بولنے سے روک دیا کہ وہ حضور علیہ السلام کے ثنا خواں تھے (اگرچہ انہوں نے واقعہ افک میں حصہ لیا) (۳۵۳۱)

میں تو محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم):

کفار ومشرکین مکہ جب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کرنا چاہتے تو حضور علیہ السلام کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ بولتے تھے کیونکہ کسی کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی کہا جائے جس کا معنی ہے بہت تعریف کیا گیا اور پھر اس کی توہین بھی کی جائے تو یہ اپنے آپ کو جھٹلانے والی بات ہوئی چنانچہ وہ محمد کی بجائے مذمم بول کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے تھے اس پر نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

اَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللّٰهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) (۳۵۳۳)

کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالی اور لعنت کو مجھ سے کیسے پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں جبکہ میں تو محمد ہوں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اے میرے آقا! جب آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں کہ خدا بھی آپ کی تعریف فرماتا ہے اور ساری خدائی بھی تو پھر میں گناہ گار کیوں نہ آپ کا امتی ہونے پہ وجد میں آ کر کہوں:

بریں نازم کہ ہستم امت تو — گناہ گارم ولیکن خوش نصیبم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام فضائل کی تو حد ہی نہیں آپ کے خصوصی فضائل وامتیازات ہی اس قدر ہیں کہ مخلوق ان کو شمار نہیں کرسکتی جو کوئی بھی بیان کرتا ہے صرف

حصول برکت کے لئے سمندر سے ایک قطرہ اور ریگستان سے ایک ذرہ کی مثل ہی بیان کرسکتا ہے:

لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہ بات ذہن سے کبھی نہیں نکلنی چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق (انبیاء کرام، رسل عظام، عرش معلی، کعبہ معظمہ، کتاب لفظی) سے افضل ہیں۔ دیکھو حضور علیہ السلام نے مکہ معظمہ چھوڑا وہاں سے ہجرت فرمائی تو مسلمانوں کا وہاں رہنا حرام کردیا گیا (ان الذین توفھم الملائکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجرا فیھا فاولئک ماوٰھم جھنم وساء ت مصیرًا۔ (النساء:۹۷) دیکھئے اس آیت کا شان نزول' حالانکہ کعبہ وہیں پر موجود تھا اور جب مکہ فتح ہوگیا تو تاقیامت وہاں رہنے کی اجازت مل گئی بلکہ رہنا ثواب ہوگیا کیونکہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آجاسکتے ہیں۔

دھر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
قائم ہے تیری ذات سے سارا نظام کائنات

حوالے

* وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔ (۳۵۳۶)
* امام حسن کی حضور علیہ السلام کے ساتھ مشابہت۔ (۳۵۴۲)
* ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالوں کو سیدھا چھوڑتے تھے بعد میں مانگ نکالتے رہے۔ (۳۵۵۹)
* حضور علیہ السلام نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لیا۔ (۳۵۶۰)
* حضور علیہ السلام کھانے کو عیب نہیں لگاتے تھے۔ (۳۵۶۲)

* آپ کلام فرماتے تو آپ کے الفاظ کو کوئی گننے والا ہوتا تو آسانی سے گن سکتا۔ (۳۵۶۷)
* دو تین افراد کا کھانا ستر، اسی افراد نے پیٹ بھر کے کھالیا۔ (۳۵۷۸)
* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانا کھاتے وقت کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ (۳۵۶۹)
* خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام۔
(جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں) (۳۵۸۸)
* عدی بن حاتم کو حضور علیہ السلام نے غیب کی تین باتیں بتائیں جو پوری ہوئیں۔ (۳۵۹۵)

تو دوزخی نہیں ہے:

سورۃ الحجرات کی آیت جس میں اہل ایمان کو حضور علیہ السلام سے آواز اونچی کرنے سے منع کیا گیا کا جب نزول ہوا تو حضرت ثابت بن قیس (جن کی آواز طبعًا اونچی تھی) گھر میں بیٹھ گئے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے بارے میں پوچھا تو ایک شخص نے عرض کیا۔ میں اس کا حال معلوم کر کے آپ کو بتاؤں گا چنانچہ جب وہ حضرت ثابت کے پاس گیا فوجدہ جالسا فی بیتہ منکسا راسہ تو ان کو اس حال میں پایا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکا کر بیٹھے ہوئے تھے اس شخص نے پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے تھے) حضرت ثابت نے کہا: بہت برا حال ہے کیونکہ میں نے کئی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا کیا ہے لہٰذا میرے عمل ضائع ہوگئے اور میں دوزخی ہوگیا چنانچہ اس شخص نے ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کردی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ عظیم خوشخبری سنانے کے لئے دوبارہ حضرت ثابت کے پاس بھیجا کہ جا کر اس کو کہہ دے۔

اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنْ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ.
تو دوزخی نہیں بلکہ تو جنتی ہے۔ (۳۶۱۳)

حوالے

* صحابی رضی اللہ عنہ کے قرآن پڑھنے پر سکینہ نازل ہوئی۔ (۳۶۱۴)
* حضور علیہ السلام کے گستاخ کو مرنے کے بعد زمین نے بھی قبول نہ کیا۔ (۳۶۱۷)
* حضور کو نہ صرف اپنے وصال کا بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا بھی علم تھا۔ (۳۶۲۳)
* سیدة نساء اهل الجنة (اونساء المومنین)
* صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کی کعبہ پر اجارہ داری تسلیم نہ کی۔

امیہ بن خلف کو پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام نے میری موت کی خبر دی ہے تو بدر کے دن ڈر کے مارے گھر سے نہیں نکلتا تھا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے وہ ہو کر رہے گا چنانچہ ابو جہل اس کو زبردستی نکال کر لے گیا اور وہی ہوا جو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ (۳۶۳۲)

* جبرئیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حاضر ہونا۔ (۳۶۳۳)
* کافروں کے مطالبہ پر حضور علیہ السلام نے چاند شق کر دیا اور فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ (۳۶۳۶ تا ۳۶۳۸ و ۳۸۶۸ تا ۳۸۷۱)
* اور یہ واقعہ رات کو ہوا (حاشیہ ۱۰ ص ۵۱۳)
* حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے حضرت عروہ مٹی کا سودا بھی کرتے تو نفع ہی ہوتا۔ (۳۶۴۲)
* قرآن پاک کی جامع آیت فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره. (۳۶۴۶)

* اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِیٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ. (اے احد رک جا تیرے اوپر ایک اللہ کا نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں) (۳۶۵۷)
* حضور علیہ السلام نے ایک عورت سے فرمایا: اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آجانا۔ (۳۶۵۹)
* حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف فرمائی۔ (۳۶۷۲)
* عقبہ بن ابی معیط نے نماز کی حالت میں حضور علیہ السلام کے گلے میں کپڑا ڈال کر دبایا۔ (۳۶۷۸)

جو جس کے ساتھ محبت کرے گا قیامت کو اسی کے ساتھ ہوگا:

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا: تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا اور تو کچھ تیاری نہیں صرف یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضرور رکھتا ہوں اس پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (قیامت کو) تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ (دنیا میں) تو نے محبت کی۔ (حدیث نمبر ۷۱۵۳ میں یہ ہے کہ اس نے عرض کیا: مَا اعددت لها كبير صيام ولا صلوة ولا صدقة میں نے کوئی زیادہ روزے نمازیں اور صدقات نہیں کئے۔ ولكنی احب الله ورسوله. لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضرور کرتا ہوں) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کا یہ فرمان (انت مع من احببت) سن کر ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اور کسی چیز پر کبھی نہ ہوئی کیونکہ (انی احب النبی صلی الله عليه وسلم و ابابكر و عمر و ارجوا ان اكون معهم بحبی ایاهم وان لم

اعمل بمثل اعمالھم۔ (میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں) (۳۶۸۸)

حوالے

* ایک مصری نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین اعتراض کئے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو منہ توڑ جواب دیئے۔ (۳۶۹۹)
* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا مفصل واقعہ حدیث (۳۷۰۰) میں دیکھئے۔
* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی غربت اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سخاوت۔ (۳۷۰۸)
* سنۃ الرعاف یعنی نکسیر کا سال۔ (۳۷۱۷)
* حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے فرمایا:
فداك ابی و امی (۳۷۲۰)
* یہی الفاظ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے غزوۂ احد میں فرمائے (میرے ماں باپ تیرے اوپر قربان) (۳۷۲۵)
* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درختوں کے پتے کھا کر جہاد کیا۔ (۳۷۲۸)
* حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا کر حضور علیہ السلام نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما۔ (۳۷۴۷)
* حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد (علیہ الرحمۃ) کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لو راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحبه اگر اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو (اس کے باپ دادا اسامہ و زید رضی اللہ عنہما کی طرح) اس سے بھی محبت فرماتے۔ (۳۷۳۴)

* اسی روایت میں ہے کہ حضرت محمد بن اسامہ رضی اللہ عنہ کا نام سن کر فطاطا ابن عمرو نقر بیدیه فی الارض حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سر جھکا دیا اور ہاتھوں سے زمین کو ٹھونکا۔
* حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا عراق والے احرام کی حالت میں مچھر مارنے کا مسئلہ تو پوچھتے ہیں لیکن ابن بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم (امام حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرتے ہوئے ان کو مسئلہ یاد نہ آیا۔ (۳۷۵۳)
* حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ وسمے کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ (۳۷۴۸)
* کیا اس سے بال سیاہ ہوتے تھے تفصیل حاشیہ (۵۳۰ وص ۵۵۸ متن میں ملاحظہ فرمائیں)
* حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا۔ (ابوبکر ہمارا سردار ہے جس نے ہمارے سردار بلال کو خرید کر آزاد کیا) (۳۷۵۴)
* معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کچھ نہ کہو کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما (۳۷۶۴)
* فقیہ کی غلطی نہ پکڑی جائے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان سے استنباط (۳۷۶۵)

(پارہ نمبر ۱۴ کی منتخب احادیث کے حوالے مکمل ہوتے ہیں)

ایثار ہو تو ایسا ہو:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا (جس کو کھانا کھانے کی حاجت تھی) حضور علیہ السلام نے اپنے تمام گھروں سے پتہ کرایا (کہ کچھ کھانے کو ہے) فقلن ما معنا الا الماء۔ تمام ازواجِ مطہرات نے عرض کیا: ہمارے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کون ہے جو اس کی مہمانی کرے؟ انصار میں سے

ایک صاحب (ابوطلحہ یا ثابت بن قیس بن شماس یا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم) کھڑے ہوئے اور عرض کیا: میں یہ کام کروں گا چنانچہ اس کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے فرمایا: اکرمی ضیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور علیہ السلام کے مہمان کی خوب خدمت کر۔ بیوی نے عرض کیا ما عندنا الا قوت صبیان۔ ہمارے پاس تو بچوں کے کھانے کے سوا اور کچھ نہیں (مہمان کی خاطر داری کس چیز سے کریں گے؟) فرمایا:

هَيِّئِي طَعَامَكِ وَاَصْبِحِيْ سِرَاجَكِ وَنَوِّمِيْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً۔

کھانا تیار کر، چراغ جلا اور جب رات کو بچے کھانا مانگیں تو کسی طرح ان کو سلا دینا۔ چنانچہ وفا شعار بیوی نے ایسا ہی کیا۔ کھانا تیار ہوگیا، چراغ روشن ہوگیا، بچوں کو اس نے سلا دیا (فَهَيَّئَتْ طَعَامَهَا وَاَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا وَنَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا) پھر اٹھی چراغ کی طرف یہ تاثر دیتے ہوئے کہ گویا چراغ کو ٹھیک کرنے لگی ہے اور چراغ کو بجھا دیا، دستر خوان بچھا دیا، کھانا لگا دیا اور مہمان کے ساتھ اندھیرے میں بیٹھ کر (منہ سے کھانا کھانے کی آواز نکالتے رہے) تا کہ مہمان سمجھے کہ گھر والے میرے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں (کیونکہ مہمان کے بغیر کھانا کھانا اہل عرب کی روایت کے خلاف تھا) پس اس طرح گھر والوں نے مہمان کا پیٹ تو بھر دیا اور خود بچوں سمیت خالی پیٹ رات گزار لی اور جب صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری رات کی کارروائی پر ہنسا' یا فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ایثار پر تعجب فرمایا (جیسا اس کے شایان شان ہے) اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون (الحشر:۹) اور وہ دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود فاقے سے ہوں اور جو بچالیا گیا اپنی ذات کے بخل سے پس وہی کامیاب ہیں۔ (۳۷۹۸)

کیا عقل نے سمجھا ہے کیا عشق نے جانا ہے
ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسیں یاد کر کے رویا کرتے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے اور کیا دیکھتے ہیں کہ وَهُمْ يَبْكُوْنَ وہ سارے مل کر رو رہے ہیں انہوں نے پوچھا: مَا يُبْكِيْكُمْ۔ کیوں رو رہے ہو؟ تو انصار نے جواباً کہا: ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا۔ حضور علیہ السلام کا ہمارے ساتھ بیٹھنا بس اسی چیز کو یاد کر کے رو رہے ہیں حضرت ابوبکر وعباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور یہ معاملہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آستانہ عالیہ سے اس حال میں باہر تشریف لائے کہ (مرض الوصال کی وجہ سے سر انور پر) چادر کے کنارے کی پٹی باندھی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ گر ہوئے اور یہ منبر پر جلوہ گر ہونا آپ کی ظاہری حیات کا آخری موقع تھا (اس کے بعد پھر منبر آپ کے وجود باجود کو ترستا ہی رہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اوصیکم بالانصار میں تمہیں وصیت کرتا ہوں (کہ میری اتنی بھی جدائی برداشت نہ کر کے میری محبت میں رونے والے میرے ان غلاموں) انصار کا خیال رکھنا کیونکہ یہ لوگ میرے لئے بمنزلہ معدہ و زنبیل کے ہیں (معدہ میں غذا جمع ہو کر پورے جسم کی نشوونما کا باعث بنتی ہے اور زنبیل میں اپنی پسندیدہ اشیاء رکھی جاتی ہیں گویا معدہ باطنی قوت کا مرکز ہے اور زنبیل ظاہری شان وشوکت کا اور یہی حال میرے نزدیک انصار کا ہے) اور (لیلۃ العقبیٰ میں) جو انہوں نے میرے ساتھ (میری مدد ونصرت کا وعدہ کیا تھا) اپنا وہ وعدہ پورا کر دکھایا (اور جو ان پر واجب تھا وہ انہوں نے ادا کر دیا) فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔ پس ان کے نیکوں کو (عزت واحترام کے ساتھ) قبول کرو اور لغزش

کرنے والوں سے درگزر کرو۔ وَيَبْقَى الَّذِي لَهُمْ اور جس ثواب کے وہ مستحق ہیں وہ اللہ کے ہاں ان کے لئے باقی ہے۔ (۳۷۹۹)

* اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھا۔

(۳۸۰۳)

* حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابی بن کعب سے سورۃ البینہ سنوں حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں نام لیکر۔ یہ سن کر حضرت ابی رضی اللہ عنہ (جذبات میں آگئے اور خوشی سے) رونے لگے۔ (۳۸۰۹)

دو جید صحابیوں کے صاحبزادوں کی گفتگو

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا جانتے ہو میرے باپ نے تیرے باپ سے کیا کہا تھا ابو بردہ نے نفی میں جواب دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میرے باپ نے تیرے باپ سے کہا تھا کیا تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ (آپ کے دور میں) جو بھی نیکی کی اسلام لائے، ہجرت کی، جہاد کیا، یہ باقی رہیں اور جو عمل ہم نے حضور علیہ السلام کے بعد کئے وہ برابر ہو جائیں یعنی نہ ہمیں ان کی جزا ملے اور نہ پکڑ ہو۔ ابو بردہ کہتے ہیں میرے باپ نے جواباً کہا: ہم نے حضور علیہ السلام کے بعد کئی نیک کام کئے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے ہمارے ہاتھ پہ کئی لوگ مسلمان ہوئے ہم تو ان تمام نیکیوں کے ثواب کی امید رکھیں گے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مؤقف قبول نہ کیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنا مؤقف دہراتے ہوئے فرمایا میں تو یہی چاہتا ہوں تو ابو بردہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہاں اباك والله خير من ابی قسم بخدا تیرے والد میرے والد سے بہتر مؤقف رکھتے تھے۔ (ص ۵۵۷)

حوالے

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ان کی وفات کے بعد بھی اس قدر محبت کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر غیرت آنے لگی۔ (۳۸۱۷)

* چپ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ (۳۸۳۴)

* یوم الوشاح کیا ہے؟ (ایک عورت کی دردناک کہانی کا دن) (۳۸۳۵)

* باپ دادا کی قسم اٹھانے سے منع فرمایا گیا۔ (۳۸۳۶)

اور اس کا گناہ (بخاری صفحہ ۵۴۱ حاشیہ نمبر ۷ بعض فقہاء نے کفر لکھا ہے)۔

بہترین شعر کا ایک مصرعہ

کسی شاعر کی سب سے سچی بات لبید کا یہ شعر ہے۔

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ۔

سنو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر شے باطل (فنا ہونے والی) ہے۔ (۳۸۴۱)

یہی معنی زیادہ مناسب لگتا ہے کیونکہ باطل کی ضد حق ہے اور صحیح بخاری کے حوالے سے یہ حدیث گزر چکی ہے الجنه حق والنار حق و محمد حق...... کرمانی کے حوالے سے بخاری شریف کے ص ۵۴۱ حاشیہ ۱۳ پر یہی لکھا ہے۔ وقوله باطل ای فانٍ غیر ثابت فهو كقوله تعالى كل شيء هالك الا وجهه.

حوالے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہانت (کے عمل سے آنیوالی کا حسن) کی مٹھائی بے خبری میں کھائی اور معلوم ہونے پر قے کر دی۔ (حالانکہ شرعاً آپ پر قے کرنا لازم نہ تھا) (۳۸۴۲)

* جھوٹی قسم کا وبال (ایک واقعہ) (۳۸۴۵)

* رجم کی سزا تو بندر بھی تسلیم کرتے ہیں۔ (۳۸۴۹)

✳ بعثت بعمر چالیس سال، مکی زندگی بعد البعثۃ تیرہ سال مدنی زندگی دس سال۔(٣٨٥١)

✳ دین کے راستے میں تکالیف کا ذکر (٣٨٥٢و٣٨٦٧)

✳ ہڈی گوبر وغیرہ سے طہارت نہ کرو۔ ھما من طعام الجن۔(٣٨٦٠)

✳ کَانَ عَلِیًّا جَلَادًا (بین السطور ص ٥٤٧ حدیث ٣٨٧٢)

✳ ابوطالب کے بارے میں فرمایا لولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نچلے درجے میں ہوتے۔(٣٨٨٣)

✳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نکاح کے وقت چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال تھی۔(٣٨٩٦)

✳ واقعہ ہجرت اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ۔(٣٩٠٥)

✳ باب المعراج (ص ٥٤٨)

✳ کافر پر اعتبار کیا جاسکتا ہے استاجر رسول اللہ وابوبکر رجلا من بنی الدیل (٣٩٠٥ و ص ٥٥٤)

واقعہ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے بارے میں پوچھنے والوں کو بتاتے ھذا الرجل یھدینی السبیل یہ وہ بندہ ہے جو مجھے راہ دکھا رہا ہے۔ (وہ سمجھتے زمینی راہ مراد لے رہے ہیں جبکہ آپ کا مطلب تھا خدا کی راہ' اس کو توریۂ کلام کرنا کہتے ہیں) (٣٩١١)

✳ یہودیوں کا تعصب (ایضا)

✳ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رخسار پر بوسہ لے کر حال پوچھا۔(٣٩١٨)

✳ مرثیہ کا لفظ باب ٤٩ من کتاب مناقب الانصار باب من قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللھم امض لا صحابی ھجرتھم و مرثیۃ لمن

مات بمکۃ

✳ مواخاۃ مدینہ (٣٩٣٨)

غیر اللہ کی تعظیم

یہودیوں نے کہا: ہم عاشورا کا روزہ اس لئے رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس دن فرعون پر غلبہ دیا لہٰذا نصومہ تعظیما لہ۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے چاہے وہ موسیٰ علیہ السلام ہوں یا یوم عاشورا بلکہ فرمایا نحن اولی بموسی منکم ثم امر بصومہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حق دار ہیں پھر آپ نے اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔(٣٩٤٣)

✳ غیر اللہ کو رب کہنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انہ تداولہ بضعۃ عشر من رب الی رب (٣٩٤٦)

انہیں دس سے زیادہ آقاؤں (ربوں) نے ایک دوسرے سے خریدا۔

✳ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کے درمیان کا فاصلہ چھ سو سال ہے۔(٣٩٤٨)

(تم المجلد الاول من صحیح البخاری ویلیہ المجلد الثانی منہ)

الحمد للہ آج یکم رمضان المبارک ١٤٢٩ھ بمطابق ٢ ستمبر ٢٠٠٨ء بوقت ظہر پہلی جلد (بخاری شریف کے پندرہ پاروں) کی منتخب احادیث مکمل ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ دوسری جلد جو کہ کتاب المغازی سے شروع ہو رہی ہے کی منتخب احادیث کے حوالوں کو جمع کرنے میں بھی اسی طرح میری مدد فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ النبی الامین الکریم علیہ والہ واصحابہ و ازواجہ و اولیاء امت و علماء ملتہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیم۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب.

بخاری شریف' دوسری جلد کے حوالہ جات

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن مجید کی اس آیت "الم تر الی الذین بدلو نعمه اللّٰه" کے متعلق ارشاد فرمایا: هم كفار قریش، نعمت کے بدلے کفر اختیار کرنے والے کفار قریش ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور احلوا قومهم دار البوار (اور انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر پہنچا دیا) قال النار یوم بدر. یعنی بدر کے دن انہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا۔ (۳۹۷۷)

تو جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ تو اپنی نعمت کا چرچا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ واذکروا نعمت اللّٰه علیکم اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہو۔ واما بنعمة ربك فحدث اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ معلوم ہوا! حضور علیہ السلام کا ذکر خیر کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور آپ کے ذکر سے جی چرانا اس عظیم الشان نعمت کی ناقدری اور ناشکری کے مترادف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی ہیں (قرآن مجید میں ہے: ذکرا رسولا) آپ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہیں، اس کی رحمت بھی ہیں، (قل بفضل اللّٰه وبرحمته. ولو لا فضل اللّٰه علیکم ورحمته) لہٰذا حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا تو یونہی سمجھو کہ ذکر خدا ہو رہا ہے، حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو خدا کی رحمت و نعمت

کا ذکر ہوگا۔

ذکر سب پھیکے جب تک نہ مذکور ہو — حسنِ نمکین والا ہمارا نبی

حوالے

فرشتے بھی وہی افضل ہیں جو غزوۂ بدر میں شامل ہوئے۔ (۳۹۹۲)

* حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قسمت کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہما کو ان سے نکاح کرنے کی خود پیشکش کی لیکن تاخیر ہوگئی تا آنکہ حضور علیہ السلام نے پیغام نکاح بھیج دیا۔ (۴۰۰۵)

* حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بلا فدیہ رہائی کی سفارش پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: واللّٰه لاتذرون منه درهما. بخدا ایک درہم بھی نہیں چھوڑو گے یعنی پورا پورا فدیہ لینا ہے۔ (۴۰۱۸)

* بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام باب (۱۳) من کتاب المغازی (ص ۵۷۴)

* مرتے وقت ابوجہل کا تکبر، کیا مجھ سے بڑا بندہ بھی کوئی مارا ہے اور کہا: فلو غیر اکار قتلنی. کاش کوئی اور مجھے قتل کرتا کسان قتل نہ کرتا۔ (۴۰۲۰)

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدری صحابہ کا وظیفہ بعد والوں سے زیادہ کیا۔ (۴۰۲۲)

(بعد میں معلوم ہوا! ان کی فضیلت تو عظمت کے اعتبار سے ہے تب فرمایا: ولو استقبلت ما استدبرت لاسوی بین الناس. اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا جو بعد میں ہوا تو ان میں وظیفہ کے اعتبار سے برابری کر دیتا)

* حضور علیہ السلام نے مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھی تو میرے دل میں اسلام کی عظمت بیٹھ گئی۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ (۴۰۲۳)

* فتنہ کی نحوست کہ نیک لوگوں کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ (۴۰۲۴)

* حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا تم قلیب بدر کے

مرداروں کافروں سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ما انتم باسمع لما اقول منهم.
(۴۰۲۶)

٭ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے بھی فدک کے مطالبے کا ارادہ کیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو روکا (فقلت لهن الا تتقين الله) (۴۰۳۴)
فدک کا کنٹرول ہمیشہ اہل بیت کے ہاتھوں میں رہا حضرت علی، عباس، حسن، حسین، زین العابدین، حسن بن حسن، زید بن حسن۔ (رضی اللہ عنہم)
وهي صدقة رسول الله حقاً. ایضاً.

جنت سے اتنی سی دیر بھی جدائی برداشت نہیں:

٭ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ احد کے دن ایک صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے (جن کے ہاتھ میں چند کھجوریں تھیں) عرض کیا: ارایت ان قتلت فاین انا ؟ اگر میں قتل ہو جاؤں تو (قتل ہونے کے بعد میں) کہاں ہوں گا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: فی الجنة تو جنت میں جائے گا۔فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ (اتنی بات سننے کی دیر تھی کہ) انہوں نے اپنے ہاتھ کی کھجوروں کو زمین پر پھینکا اور قتال شروع کر دیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (۴۰۴۶)

اسی غزوہ کی بات ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جو کہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور اس کا ان کو ہمیشہ افسوس رہا کہنے لگے! میں پہلے قتال میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تو شامل نہ ہو سکا اگر اب مجھے موقع ملے گا تو اللہ تعالی میرے بارے میں لوگوں کو دکھائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ یوم احد جب اہل اسلام میں بے چینی کا ماحول پیدا ہوا تو اللہ تعالی کی بارگاہ میں عرض کیا اللهم انی اعتذر اليك مما صنع هولاء يعني المسلمين وابرأ اليك مما جاء به المشركون. اے اللہ جو کچھ مسلمانوں نے کیا میں تیری بارگاہ میں اس کے لئے معذرت خواہ ہوں

اور مشرکین کی طرف سے جو کچھ ہوا میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں، پھر تلوار لے کر آگے بڑھے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے یا سعد انی اجد ریح الجنة دون احد. اے سعد میں احد کے اس پار جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ میدان مین گئے اور اس جرات کے ساتھ لڑے کہ اتی سے زیادہ زخم آئے، ان کی بہن نے ان کے جسم پر تل کے نشان سے یا انگلیوں کے پوروں سے ان کی لاش کو پہچانا۔ (۴۰۴۸)

٭ شراب کے حرام ہونے سے پہلے احد کے دن کچھ لوگوں نے شراب پی پھر احد کی لڑائی میں جام شہادت بھی پی لیا۔ (ص ۵۸۹)

٭ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے کھانا لایا گیا تو دورِ نبوت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کی تنگی، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت اور ان کو کفن کے لئے پورا کپڑا نہ ملنے کا ذکر کیا پھر اپنے اوپر دنیا کی وسعت کی بات کر کے روتے رہے اور کھانا نہ کھایا۔ (ایضا)

٭ مدینہ طیبہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے کما تنفی النار خبث الفضة جیسے آگ چاندی کی میل کچیل کو مٹا دیتی ہے۔ (۴۰۵۰)

غزوۂ احد میں حضور علیہ السلام کے باڈی گارڈ:

٭ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:
رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَمَعَهُ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ (٤٠٥٤)
میں نے احد کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو شخصوں کو دیکھا کہ وہ حضور علیہ السلام کے دفاع کے لئے کافروں کے ساتھ لڑ رہے تھے دونوں نے سفید رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور انہوں نے ایسا قتال کیا کہ نہ اس سے پہلے میں

نے کبھی ایسی لڑائی دیکھی اور نہ اس کے بعد (کرمانی میں ہے کہ یہ دونوں فرشتے تھے وفی التوشیح زاد مسلم یعنی جبرئیل ومیکائیل، بخاری شریف حاشیہ ۱۴، ص ۵۸۰)

حوالے

* حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اِرْمِ فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ کافروں کو تیر مار میرے ماں باپ تجھ پہ قربان (۴۰۵۷)

* حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اور کسی کے بارے میں میں نے نہیں سنا کہ حضور علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہو سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے (۴۰۵۹)

* احد کے دن ابلیس کی چیخ و پکار اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ کی اہل اسلام کے ہاتھوں شہادت۔ (۴۰۶۵)

* حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کسی نے کہا: اَنْشُدُكَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ اس گھر کی عزت کا واسطہ اور آپ نے نہ روکا (۴۰۶۶) لہٰذا بحرمۃ فلاں کہنا جائز ہے

* حضور علیہ السلام کا دانت مبارک شہید کرنے والے کی اولاد کا وہ دانت نہیں ہوتا۔ (ص ۵۸۳ حاشیہ ۱۴)

* حضور علیہ السلام نے اپنے دندان مقدس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

اشتد غضب اللہ علی قوم فعلوا بنبیہ اللہ کا غضب اس قوم پر شدید ہو گیا جس نے اپنے نبی کے ساتھ (ایسا) کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس کو کسی نبی علیہ السلام نے قتل کیا اس پر بھی اللہ کا غضب شدید ہوا اور جس نے کسی نبی علیہ السلام کے چہرے کو خون سے رنگین کیا اس پر بھی اللہ کا غضب شدید ہوا۔

(۴۰۷۳، ۴۰۷۸)

غزوہ احزاب کی چند یادیں:

* حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مگر سارا لشکر

سیر ہو گیا اور کھانا اسی طرح ہی رہا حالانکہ کھانے والے ایک ہزار تھے۔ (۴۱۰۲)

* حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب خندق چھٹ گیا (یعنی مسلمانوں کو عزت مل گئی اور مد مقابل ذلیل و رسوا ہو گئے) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے میں نے سنا:

اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ۔ اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ ہم پر نہیں کر سکیں گے ہم خود ان کی طرف جائیں گے۔ (۴۱۱۰)

* آپ نے فرمایا: مَلَاَءَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا كَمَا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہماری عصر کی نماز قضا کر دی (خلاصۃ) (۴۱۱۱)

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مندرجہ ذیل الفاظ موتیوں کی لڑی بن کر نکل رہے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ، فَلَا شَیْءَ بَعْدَهٗ۔ (۴۱۱۴)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس نے اپنے لشکر کو غلبہ دیا اپنے بندۂ خاص (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد فرمائی، اس نے اکیلے ہی تمام گروہوں (احزاب) کو عبرتناک شکست سے ہمکنار فرمایا، پس اس کے بعد کچھ نہیں۔

حوالے

* فتنے کا اندیشہ ہو تو سچی بات کرنے سے بھی خاموشی اختیار کی جا سکتی ہے فَخَشِيْتُ اَنْ اَقُوْلَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الْجَمْعِ ..... (۴۱۰۸)

* غزوہ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سواریاں نہ تھیں چلتے چلتے پاؤں پھٹ گئے، ناخن جھڑ گئے اور پاؤں پر کپڑوں کے ٹکڑے باندھ کر سفر کرتے رہے (رقاع رقعہ کی جمع ہے ٹکڑے کو کہتے ہیں اسی سے خط رقعہ ہے جو

ٹکڑوں کی صورت میں لکھا جاتا ہے)(۴۱۲۸)

* واقعہ حرہ میں ایک ہزار عورت خاوند کے بغیر حاملہ ہوئی، سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ (ص ۵۹۹ حاشیہ نمبر ۱۰-۱۱)

* فتح مبین صلح حدیبیہ کو کہا گیا ہے (۴۱۷۲)

* معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے ابوجندل کو حدیبیہ کے مقام پر کفار کے حوالے کر دیا گیا۔ (۴۱۸۰-۸۱)

(پارہ نمبر ۱۶ کی منتخب احادیث کے حوالہ جات مکمل ہوئے)

تیری "دعا" حلیف قضا وقدر کی ہے:

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عامر بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے خیبر کی طرف جاتے ہوئے رات کے وقت خوبصورت اشعار کہے۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا: کون ہے شعر کہنے والا عرض کیا گیا عامر بن اکوع ہے۔ قال یرحمه اللہ۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے الفاظ سن کر کہا وجبت یا نبی اللہ! حضور اس کے لئے تو (شہادت) واجب ہوگئی، ایسا کیوں نہ کہا کہ اسے روکتے (ابھی شہید نہ ہونے دیتے) ہم مل کر یہود کا محاصرہ کرتے پھر ہمیں ان پر فتح حاصل ہوتی۔ (۴۱۹۶)

تمہارے منہ سے جو نکلی بات وہ بات ہو کے رہی
جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

حوالے

* حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے زخم پر حضور علیہ السلام نے تھتکارا تو درد ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ فنفث فیه ثلاث نفثات فما اشتکیتها حتی الساعة (۴۲۰۶) النفثات جمع نفثة وهی فوق النفخ دون التفل (یعنی تھتکارنا) جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کو باقاعدہ لعاب دھن سے نوازا گیا فبصق رسول اللہ

صلی اللہ علیه وسلم فی عینیه ودعا له فبرأ حتّٰی کان لم یکن به وجع فاعطاه الرایة (۴۲۱۰)

* حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے میں تاخیر کیوں کی اور پھر کیوں بیعت کر لی؟ (۴۲۴۰-۴۱)

* حضور علیہ السلام نے لکھا ہذا ما قاضی محمد بن عبداللہ (راوی کا یہ کہنا کہ آپ کی لکھائی اتنی اچھی نہ تھی یہ راوی کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے)(۴۲۵۱)

* غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جسم پر نوے سے زیادہ نیزوں اور تیروں کے نشانات تھے۔ (۴۲۶۱)

* اسی غزوہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں فَمَا بَقِيَ فِيْ يَدِيْ اِلَّا صُفَيْحَةٌ يَمَانِيَةٌ۔ فرمایا: آخر میں صرف ایک چوڑی تلوار یمنی میرے ہاتھ میں رہ گئی۔ (۴۲۶۶)

کیا تم ایسے ہی ہو؟:

* حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہوگئی ان کی بہن عمرہ نے (سمجھا کہ فوت ہوگئے ہیں اور) رونا شروع کر دیا (ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لینے لگیں) واجبلاه واکذا واکذا ہائے پہاڑ ہائے ایسے ہائے ایسے یعنی ان کی خوبیاں گننے لگیں۔ جب ان کو افاقہ ہوا اور بے ہوشی سے واپس آئے تو بہن کو فرمایا:

مَا قُلْتِ شَيْئًا اِلَّا قِيْلَ لِيْ آنْتَ كَذٰلِكَ (۴۲۶۷)

تو جب بھی کچھ کہتی تھی تو مجھ سے پوچھا جاتا تھا کیا تو ایسا ہی ہے (جیسا تیری بہن کہہ رہی ہے) بھائی کی اس بات کا بہن پر اتنا اثر ہوا کہ فلما مات لم تبك علیه جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو حضرت عمرہ رضی اللہ عنہ بالکل نہ روئیں۔ (۴۲۶۸)

اے اسامہ: تو نے کلمہ پڑھنے کے بعد اس کو قتل کر دیا:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہمیں حضور علیہ السلام نے (جہینہ کی ایک شاخ) حرقہ (جس نے ایک قوم کو بڑی بے دردی کے ساتھ جلا دیا تھا اس لیے ان کا یہ نام ہوا) کی طرف بھیجا چنانچہ ہم صبح کے وقت ہی ان کے پاس پہنچ گئے اور انہیں شکست دی پھر مجھے اور ایک انصاری ساتھی کو اس قوم میں سے ایک شخص ملا جب ہم نے اس کو گھیرے میں لے لیا تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ انصاری نے تو اس سے ہاتھ روک لیا لیکن میں نے (یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ڈر کی وجہ سے کلمہ پڑھ رہا ہے) اس کو نیزہ مار کر قتل کر دیا جب ہم حضور علیہ السلام کے پاس پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا:

يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ (٤٢٦٩)

اے اسامہ تو نے اس کو لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا حضور وہ جان بچانے کے لئے لا الہ الا اللہ پڑھ رہا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے جا رہے تھے کہ تو نے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اس کو نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوتا (کہ اتنا بڑا گناہ حالت اسلام میں مجھ سے ہو گیا ہے جس نے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تڑپا دیا ہے) اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین غلام ہیں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نو سریوں (لشکروں) میں شریک ہوا۔ ان نو میں کبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم پر امیر بنے اور کبھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما۔ (٤٢٧١)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وانه احب الناس. اسامہ مجھے تمام لوگوں سے محبوب تر ہے۔ (٤٤٦٨) اور جب کسی بہت ہی پیارے سے غلطی ہوتی ہے تو اس کا صدمہ بھی کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح کے ایک واقعہ پر فرمایا هلا شققت قلبه

(جب کہا گیا یا رسول اللہ اس نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا) کیوں نہ تو نے اس کا دل پھاڑ (کر دیکھ) لیا؟

مسلم شریف میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كيف تصنع بلا اله الا الله يوم القيمة قاله مرارا۔ قیامت کے دن جو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا تھا جب وہ کلمہ آئے گا تو اس کے ساتھ تو کیا معاملہ کرے گا۔ (مشکوۃ ص ٢٩٩)

حوالے

* اسی طرح کے ایک واقعہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اللهم انی ابرأ اليك مما صنع خالد مرتين. اے اللہ جو کچھ خالد نے کیا میں اس سے اپنی برات کا اظہار کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ دو مرتبہ دہرائے۔ (٤٣٣٩)

* مکہ مکرمہ رمضان شریف میں فتح ہوا۔ (٤٢٥٧)
* واقعہ فتح مکہ (٤٢٨٠)
* فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف آنے لگے۔ (٤٣٠٢)

ورايت الناس يدخلون فی دين الله افواجا.

تو حدود اللہ میں رعایت کی بات کرتا ہے؟:

* عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی اس کی قوم (سزا سے) گھبرا کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی کہ ہماری سفارش کریں جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا رنگ (غضب شدید کی وجہ سے) بدل گیا اور فرمایا: أَتُكَلِّمُنِي فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰهِ۔ (٤٣٠٤)

کیا تم اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں میرے

پاس سفارش لے کر آئے ہو۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ جب دن کا پچھلا حصہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

سن لو! تم سے پہلے لوگ اسی لئے ہلاک ہوگئے کہ جب کوئی شریف (امیر، معزز) چوری کرتا تو اس کو (معاف کرتے ہوئے) چھوڑ دیا جاتا اور کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کردی جاتی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا۔ اگر (بفرضِ محال) میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹوں گا۔ پھر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے بعد اس نے بڑی عمدہ توبہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ میرے پاس آئی تھی تو میں اس کی حاجت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتی تھی۔

* حنین میں بارہ ہزار مسلمان تھے جبکہ کافر صرف چار ہزار تھے۔

(حاشیہ نمبر ۵، ص ۶۱۷)

مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مقام جعرانہ پر جو مکہ و مدینہ کے درمیان ہے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تھے اتنے میں ایک اعرابی آنکلا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا: آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے بشارت ہو، اس نے کہا (زبانی کلامی) بشارتیں بہت ہوچکیں (اب کچھ مال بھی دیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا (طنزیہ) جواب سن کر ایسے ہوگئے جیسے غضبناک ہوں پھر ابوموسیٰ و بلال رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: رَدَّ الْبُشْرٰی فَاقْبَلَا اَنْتُمَا۔ اس نے تو بشارت ٹھکرادی

ہے تم دونوں قبول کرلو۔ چنانچہ دونوں نے عرض کیا: ہم نے آپ کی بشارت قبول کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا پیالہ منگوایا اس میں اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھویا اور اس میں کلی فرمائی پھر فرمایا اس میں سے تم دونوں پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو اور تمہیں (پھر) بشارت ہو چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (جو چھپ کر دیکھ رہی تھیں) نے پردے کے پیچھے سے آواز دی اَنْ اَفْضِلَا لِاُمِّکُمَا۔ اپنی ماں کے لئے بھی بچانا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے لئے کچھ بچالیا۔ (۴۳۲۸)

''اللہ رسول کا احسان ہے'' کہنا جائز ہے

ایمان ملا اُن کے صدقے قرآن ملا اُن کے صدقے
رحمان ملا ان کے صدقے وہ کیا ہے جو ہم نے پایا نہیں

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور انصار نے محسوس کیا کہ ہمیں مال نہیں دیا گیا تو حضور علیہ السلام نے خطبہ میں ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر فرمایا۔ اترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر و تذھبون بالنبی الی رحالکم۔ (۴۳۳۰) کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکری و اونٹ لے کر جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے گھروں میں لے کر جاؤ۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت قبول کرنے کا یہی مطلب ہے کہ وہ خوش نصیب اللہ کے رسول کو اپنے گھر لے کر جارہا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو قبول کرتا ہے۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا: یا معشر الانصار الم اجدکم ضلالا فھداکم اللّٰہ بی۔ اے گروہ انصار کیا میں نے تمہیں گمراہ نہیں پایا تھا تو اللہ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت دی۔ وکنتم متفرقین فالفکم اللّٰہ بی۔ اور کیا تم لوگ بکھرے ہوئے نہیں تھے پس میری وجہ سے اللہ نے تم کو اکٹھا کردیا۔ وعالۃ فاغناکم اللّٰہ بی اور کیا تم لوگ کنگال نہیں تھے پھر میری وجہ سے اللہ نے تمہیں مالدار

كرديا- كلما قال شيئاً قالوا الله و رسوله امن. حضور علیہ السلام جو کچھ بھی فرماتے انصار جواب میں عرض کرتے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ احسان فرمانے والے ہیں۔ معلوم ہوا اہل ایمان کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ اور رسول کا احسان ہے اور یہ کہ ہمیں ہر نعمت اللہ کے رسول کے ذریعے حاصل ہوئی ہے۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اطاعت وفرمانبرداری بھلائی کے کاموں میں ہے:

* حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ بھیجا جس پر انصار میں سے ایک صاحب کو امیر مقرر فرمایا اور سریہ کے تمام شرکاء کو اطاعت امیر کا حکم دیا، امیر لشکر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے اور ساتھیوں سے کہا: کیا تمہیں حضور علیہ السلام نے میری اطاعت کا حکم نہیں دیا انہوں نے کہا کیوں نہیں، کہا: میرا حکم ہے لکڑیاں اکٹھی کرو، آگ جلاؤ اور اس آگ میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ لکڑیاں اکٹھی کی گئیں آگ جلا دی گئی کچھ لوگوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ بھی کر لیا لیکن باقیوں نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا اور کہا:

فَرَرْنَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ. ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آگ سے بچنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں نہ کہ آگ میں جلنے کے لئے۔ جب آگ بجھ گئی امیر کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچی تو آپ نے فرمایا:

لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَلطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ. (۴۳۴۰)

اگر یہ لوگ آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک آگ میں ہی رہتے فرمانبرداری صرف اچھے کاموں میں ہے۔

یاد رہے! صرف امیر ہی نہیں والدین ہوں، اساتذہ ہوں، یا پیر وغیرہ کوئی بھی شریعت کی مخالفت کا حکم دے تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی کیونکہ شریعت کی پیروی کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے اور اللہ و رسول کے مقابلہ میں کسی کے حکم کی کوئی حیثیت نہیں۔ بعض نوجوان اپنے چہروں پر داڑھی سجانا چاہتے ہیں تو والدین روک دیتے ہیں ایسے والدین کو خوف خدا سے کام لینا چاہئے اور منع کرنے کی بجائے اجازت دینی چاہئے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اولاد کے دل میں ایسا جذبہ پیدا ہوا ہے تاکہ آگے جا کر اولاد کے ہاتھوں والدین کو راحت نصیب ہو۔

* حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت تک سواری سے نہیں اتروں گا جب تک کہ اس مرتد کو قتل نہ کر دیا جائے۔ فامر به فقتل. چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (۴۳۴۱-۴۲)

گستاخ رسول کی ظاہری علامات

* فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّاْسِ مُشَمَّرُ الْاِزَارِ...... يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية (۴۳۵۱)

بوجھو تو جانیں؟ یہ کون سا جانور ہے؟ سنو سنو! یہ ہے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذوالخویصرہ جس نے حضور علیہ السلام سے کہا اتق الله. اللہ سے ڈریے، انصاف کیجیے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ سے نہیں ڈروں گا تو کون ڈرے گا اور اگر میں ہی انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے گا الا تامنوني وانا امين من في السماء کیا تم مجھ پر اعتماد نہیں کرتے ہو حالانکہ میں تو اپنے رب کا معتمد علیہ ہوں اور میرے پاس دن رات آسمان سے خبریں آتی ہیں فرمایا: اس کی صلب سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن بہت عمدہ پڑھیں گے مگر گلے کے اوپر اوپر سے پڑھیں گے اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔

باقی باتیں تو خیر چھوڑیے ایک بڑی نشانی یاد رکھیے کہ اس قدر عبادت و ریاضت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کریں گے۔ بظاہر دیکھنے میں ایسا لگتا ہے کہ اس نے یہی تو کہا تھا اللہ سے ڈریے، عدل کیجیے اور یہ تو اچھے کام کے بارے میں کہا جا رہا ہے اس میں کون سی گستاخی ہے پھر اس قدر ناراضگی کا اظہار کیوں؟ کہ لئن ادرکتھم لا قتلنھم قتل ثمود اگر میں اس کی اولاد کو پالوں تو قوم ثمود کی طرح قتل کردوں۔ تو اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کے بہت بڑے عالم کو کوئی کہہ دے ''شرم کیجیے'' حالانکہ شرم وحیاء تو ایمان کا حصہ ہے تو بتائیے یہ گستاخی ہوگی یا نہ ہوگی؟ دیگر علامات بخاری شریف کے دیگر مقامات پر ملاحظہ ہوں جن مقامات کی نشاندہی حدیث (۳۳۴۴) میں کردی گئی ہے۔

* یمن میں رہنے والے نے حضور علیہ السلام کے وصال کی خبر سنادی۔ (۴۳۵۹)

* صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں محفل قرات، سورۃ مریم کی پچاس آیات پڑھی گئیں اور ''قد احسن'' کے الفاظ سے داد دی گئی۔ (۴۳۹۱)

(پارہ نمبر ۱۷ کی منتخب احادیث کے حوالہ جات مکمل ہوتے ہیں۔ پارہ نمبر ۱۸ باب حجۃ الوداع سے شروع ہو رہا ہے)

کعبہ کے اندر کعبے کا کعبہ (صلی اللہ علیہ وسلم):

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو پیچھے بٹھائے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کی معیت میں کعبہ کے پاس تشریف لائے۔ بیت اللہ شریف کے پاس اونٹنی کو بٹھایا حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے چابی لی، دروازہ کھولا اور بیت اللہ شریف میں داخل ہو گئے۔ یہ تینوں حضرات بھی آپ کے ساتھ تھے، دروازہ بند کرلیا گیا اور دن کا طویل حصہ آپ کعبہ کے اندر

رہے۔ دو ستونوں کے درمیان نماز ادا فرمائی۔ (۴۴۰۰)

* خطبہ حجۃ الوداع (۴۴۰۶)

وسعتِ ظرفی کی ایک مثال

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلق فی حجۃ الوداع۔ حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے حلق کروایا جبکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حلق اور بعض نے قصر کروایا۔ (۴۴۱۰-۴۴۱۱)

جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں حلق کرایا انہوں نے قصر کروانے والوں کو ملامت وغیرہ نہ کی، لہٰذا کسی ایک پیر کے مریدین میں سے کچھ اگر لباس تو پہنیں مگر پیر صاحب جیسا نہ پہنیں یا کسی جماعت کے لوگ اپنے امیر جیسی ٹوپی پگڑی وغیرہ نہ پہن سکیں تو دوسروں کو اتنی سی بات پر انہیں کوسنا نہیں چاہیے جو کام محض جائز ہو اس کا کرنا نہ کرنا مباح ہے وسعت ظرفی سے کام لیتے ہوئے اس طرح کی چھوٹی چھوٹی باتیں برداشت کرلینی چاہئیں۔

حوالے

* حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا غزوہ تبوک میں نہ جانا اور ان کی توبہ کا واقعہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا (۴۴۱۸)
* لن یفلح قوم ولوا امرھم امراۃ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے امور عورت کے سپرد کردیے۔ (۴۴۲۵)
* خیبر میں زہر آلود گوشت کھانے کا اثر وفات تک قائم رہا۔ (۴۴۲۸) (تاکہ شہادت کی خواہش پوری ہوجائے)
* معوذتین کے ساتھ اپنے آپ کو دم کرنا۔ (۴۴۳۹)
* حضور علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت کا فیصلہ نہ فرمایا تھا (خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اقرار) (۴۴۴۷، ۴۳۵۸)

٭ منع کرنے کے باوجود بھی حضور کو مرض الموت میں دوائی کھلا دی گئی۔
(۴۴۵۸)

٭ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا حضور علیہ السلام کے وصال پر غم سے نڈھال ہونا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہنا تم نے کیسے گوارا کر لیا کہ اللہ کے رسول پر مٹی ڈال دی۔ (۴۴۶۲) یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التراب۔

٭ غزوات کی تعداد میں اختلاف کہیں نو کا ذکر (۴۴۷۱)

٭ کہیں سولہ کا ذکر (۴۴۷۳) (انیس، تیس اور ستائیس کا ذکر بھی ہے)

(اس کے بعد کتاب التفسیر کا آغاز ہو رہا ہے)

اللہ اور اس کے رسول کا بلاوا:

حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسجد میں نماز کے اندر مصروف تھا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے بلایا تو میں نماز کی وجہ سے فوراً حاضر نہ ہو سکا اور اپنی مجبوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کر دی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَمْ یَقُلِ اللّٰهُ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔ (۴۴۷۴)

کیا اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید سورۃ انفال میں) فرمایا نہیں دیا کہ اللہ اور رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں بلائے۔

بلائے اس لئے ترجمہ کیا ہے کہ دعا واحد کا صیغہ ہے حالانکہ پیچھے دو کا ذکر ہے تو آگے واحد کا صیغہ لانے کا مطلب یہ ہے کہ بلانے والی ذاتیں اگرچہ دو ہیں مگر ان کا بلاوا ایک ہے۔ رسول اللہ کا بلاوا اللہ کا بلاوا ہے اور اللہ کا بلاوا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بلاوا ہے۔ بلکہ اللہ بھی جس کو بلاتا ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہی بلاتا ہے اور پھر اس کو اپنا بلانا قرار دیتا ہے۔ جیسے: من یطع الرسول فقد اطاع

اللہ۔ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور جیسے رسول صلی اللہ علیہ وسلمکی بیعت اللہ کی بیعت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رمی اللہ کی رمی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اللہ کی رضا واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ۔

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ فوراً حاضر خدمت ہو اگرچہ جتنا بھی چلنا پڑے، بات چیت ہوتی رہے جتنی دیر بھی گزر جائے نماز وہیں پر قائم ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں واپس جائے اور نماز وہیں سے شروع کر لے جہاں پر چھوڑی تھی یہ حضور علیہ السلام کے خصائص میں سے ہے کہ اس امتی کی نماز میں کوئی فرق وخلل نہ آئے گا۔ (کئی لوگ بڑے عجیب عقیدے کے مالک ہیں اور ان کی نماز اتنی کمزور ہے کہ صرف حضور علیہ السلام کا خیال آنے سے ہی نماز خراب ہو جاتی ہے' ان کی سوچ کس قدر بیمار ہے) ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ۔

حدیث کے اگلے حصے میں حضور علیہ السلام نے سورۃ فاتحہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ھی اعظم سورۃ من القران۔ سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں سے عظیم تر سورۃ ہے۔

حوالے

٭ نماز میں آمین آہستہ کہنے کا ثواب کہ اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ فمن وافق قولہ قول الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ۔ (۴۴۷۵)

٭ حدیث شفاعت (۴۴۷۶) دوزخ میں صرف وہی باقی رہ جائیں گے کہ جن کے بارے میں خلدین فیھا فرمایا گیا۔

٭ اَلْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاءُهَا شِفَاءٌ لِّلْعَیْنِ (۴۴۷۸) کھمب یا سانپ کی

چھتری (برسات میں اگنے والا سفید رنگ کا ایک چھوٹا سا پودا چھتری کی مثل) من (من وسلویٰ) سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔

✱ یَسْتَفْتِحُوْنَ کا معنی یَسْتَنْصِرُوْنَ۔ (باب ۲ من کتاب التفسیر ص ۶۴۳)

✱ جبرائیل ومیکائیل علیہما السلام کا معنی اللہ کا بندہ عبداللہ (باب نمبر ۶ ص ۶۴۳)

✱ سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان (۴۴۸۱)

✱ قرآن پاک میں ناسخ منسوخ نہ ماننے والا بڑا قاری ہونے کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی معتبر نہ تھا۔ (۴۴۸۱)

✱ تورات کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب بلکہ کہو قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ۔ (۴۴۸۵)

✱ وعلی الذین یطیقونہ۔ منسوخ نہیں بلکہ اس سے بوڑھے لوگ مراد ہیں جو روزے نہیں رکھ سکتے فدیہ ادا کر دیں۔ (۴۵۰۵)

✱ اپنی بیوی سے وطی فی الدبر کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف (۴۵۲۷) فی کے بعد بیاض ہے ای فی الدبر (ص ۶۴۹)

✱ منسوخ آیت کو قرآن میں لکھنے کی حکمت (۴۵۳۰)

✱ وقوموا للہ قانتین کے نزول پر نماز میں کلام کرنا بند ہوا۔ (۴۵۳۴)

✱ الیمین علی المدعی علیہ۔
قسم اس پر ہے جس پر دعویٰ کیا گیا (منکر) (۴۵۵۲)

✱ رجم کی سزا کا ذکر تورات میں بھی ہے۔ (۴۵۵۶)

✱ حسبنا اللہ و نعم الوکیل ابراہیم علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کا وظیفہ۔ (۴۵۶۳)

✱ کسی کا مال باطل طریقے سے ہڑپ کرنا، جھوٹی قسم اٹھا کر کوئی چیز بیچنا یہ ہے

ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا۔ اور یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا۔ (ص ۶۵۲ کتاب التفسیر میں ہر جگہ یہی مفہوم بیان ہوا ہے)

✱ ہر نبی علیہ السلام کو دنیا میں رہنے اور دنیا سے جانے کا اختیار دیا گیا۔ (۴۵۸۶)

✱ اَلرَّجْمُ لِلثَّیِّبِ وَالْجَلْدُ لِلْبِکْرِ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما (ص ۶۵۷)
(رجم شادی شدہ کے لیے اور کوڑے غیر شادی شدہ کے لئے)

✱ وحی الٰہی کا بوجھ کہ یوں لگا جیسے میری ران ٹوٹ رہی ہے۔ (۴۵۹۲)

✱ یمین لغو جیسے کسی کا یہ کہنا لَا وَاللّٰہِ وَ بَلٰی وَاللّٰہِ (۴۶۱۳)

✱ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خصی ہونے کی اجازت چاہی۔ (۴۶۱۵)

✱ منافقین حضور علیہ السلام سے استہزاً سوال کرتے۔ (۴۶۲۲)

✱ مُتَوَفِّیْكَ کا معنی مُمِیْتُكَ ہے۔ (ص ۶۶۵)

✱ لَا اَحَدَ اَغْیَرُ مِنَ اللّٰہِ (۴۶۳۷) (اللہ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں)

✱ مطر کا لفظ قرآن مجید میں عذاب کے لئے ہی آیا ہے۔ (ص ۶۶۹)

(پارہ نمبر ۱۸ کی منتخب احادیث کے حوالے تمام ہوئے)

✱ ذو علم کا معنی ہے عامل بما علم (ص ۶۷۹ سطر نمبر ۱) (جو علم پر عمل کرے)

✱ نعمة اللہ کا معنی ہے اللہ کی نعمتیں اور اس کے دن (ص ۶۸۱)

✱ حضرت نوح علیہ السلام کس معنی میں پہلے رسول ہیں؟ (ص ۶۸۵ حاشیہ نمبر ۲)

✱ وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِكَ کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین قرآن سن کر گالیاں دیا کرتے تھے۔ (۴۷۲۲)

✱ آب حیوۃ کا ذکر۔ (۴۷۲۷) لَا یُصِیْبُ مِنْ مَّائِهَا شَیْءٌ اِلَّا حَیِیَ۔

✱ لٰکِنَّا سورۃ کہف میں جو ہے اس کا معنی ہے لکن انا۔ (ص ۶۸۷)

✱ فرقہ حروریہ (ص ۶۹۰، آخری سطر، حدیث ۴۷۲۸)

* موٹا بندہ جس کا وزن قیامت کے دن مچھر کے برابر بھی نہ ہوگا۔

(ص ۶۹۱، ۴۷۳۹)

* رجم کا معنی گالی دینا لَاَرْجُمَنَّکَ کا معنی ہے لَاَشْتُمَنَّکَ (ص ۶۹۱، سطر ۹)

جب موت کو بھی مار دیا جائے گا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز قیامت موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا پھر ایک پکارنے والا اہل جنت کو پکارے گا، اے جنت والو! اہل جنت سر اٹھا کر دیکھیں گے تو منادی انہیں کہے گا کیا تم اس (مینڈھے) کو پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں پہچانتے ہیں یہ موت ہے اور سب جنت والے اس کو اچھی طرح سے دیکھ لیں گے پھر اس طرح دوزخیوں سے سوال کیا جائے گا اور وہ بھی وہی جواب دیں گے جو اہل جنت نے دیا ہے اور وہ بھی اچھی طرح دیکھ لیں گے پھر اس مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا اور منادی کہے گا

یَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَ یَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ

اے جنتیو! جنت میں ہمیشہ رہو تمہیں اب موت نہ آئے گی اور اے دوزخیو! تم دوزخ میں ہمیشہ رہو گے اور تمہیں بھی موت نہ آئے گی۔ پھر حضور علیہ السلام نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر وھم فی غفلۃ اور انہیں ندامت کے دن سے ڈرائیں جب فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں یعنی دنیا والے (وھولاء فی غفلۃ) وھم لا یومنون اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ (۴۷۳۰) روایت میں ہے کہ یہ خبر سن کر جنتی اس قدر خوش ہوں گے کہ اگر کوئی خوشی سے مرتا تو جنتی مر جاتے یعنی خوشی کا اس سے آگے کوئی تصور ہی نہیں اور دوزخیوں کو اتنی حسرت و ندامت ہوگی کہ اگر کوئی غم سے مرتا تو اس خبر کو سن کر دوزخی مر جاتے۔ یعنی غم کی انتہا ہو جائے گی۔

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

حوالے

* جبرئیل علیہ السلام سے حضور علیہ السلام نے پوچھا ما یمنعك ان تزورنا اکثر مما تزورنا اس سے زیادہ ہماری زیارت کے لئے کیوں نہیں آتے ہو جتنے اب آتے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی وما نتنزل الا بامر ربك۔ (۴۷۳۱)

* چار آیات کا ایک ہی شان نزول۔ (۳۵-۴۷۳۲)

* آدم اور موسیٰ علیہما السلام کا جھگڑا فحج ادم موسی ای غلب بالحجۃ (۴۷۳۸)

* جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے وتری الناس سکرٰی وما ھم بسکرٰی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی اور حضور علیہ السلام کا انہیں تسلی دینا اور پھر ان کا خوشی سے نعرہ تکبیر بلند کرنا۔ (۴۷۴۱)

* دین اچھا یا برا ہونے کا احمقانہ تصور۔ (۴۷۴۲)

* حضور علیہ السلام نے جیسا فرمایا انہیں اوصاف والا بچہ پیدا ہوا۔

اکحل العینین سابغ الالیتین خدلج الساقین فھو لشریك ابن سحماء فجاءت به کذلك۔ (۴۷-۴۷۴۵، ص ۶۹۵)

(اس کی نہایت عمدہ تقریر فیضانِ مسلم شریف میں پڑھیے)

* وانذر عشیرتك الاقربین سے مراد نسب کے اعتبار سے قریبی ہیں۔ (۴۷۸۱)

* موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو مددگار کے طور پر اللہ تعالیٰ سے طلب کیا۔ قرآن پاک میں ہے:

ردء یصدقنی جس کا معنی ہے معینا یصدقنی (ص ۷۰۳، س ۹، زیر حدیث ۴۷۷۳)

* کاش ابوطالب لا الہ الا اللہ پڑھ لیتے۔ وابی ان یقول لا الہ الا اللہ۔ (۴۷۷۲)

* لا اعلم یا اللہ اعلم کہنا جبکہ کسی مسئلہ کا علم نہ ہو یہ بھی علم ہے۔
(۴۷۷۴،ص ۷۰۳،۷۱۰)
* کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید الحیاء (ص ۷۰۷ نمبر ۴۷۹۳)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے حیا والے تھے)

اللہ تعالیٰ اور فرشتے حضور علیہ السلام پر کیسے درود بھیجتے ہیں؟

* حضرت ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صَلٰوۃُ اللّٰہِ ثَنَاءُهٗ عَلَیْهِ عِنْدَ الْمَلَائِکَۃِ.

اللہ تعالیٰ کی صلوۃ کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے نبی علیہ السلام کی تعریف فرماتا ہے:

وَصَلٰوۃُ الْمَلَائِکَۃِ الدُّعَاءِ. اور فرشتوں کی صلوۃ یہ ہے کہ وہ (حضور علیہ السلام کے درجات کی بلندی کے لئے) دعا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یُصَلُّوْنَ کا معنی ہے یُبَرِّکُوْنَ. وہ دعا برکت کرتے ہیں (باب قولہ تعالی ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی زیر حدیث ۴۷۹۶،ص ۷۰۷)

ہزاروں درود ہزاروں سلام بروح محمد علیہ السلام

(پارہ نمبر ۱۹ کی منتخب احادیث کے حوالہ جات اختتام کو پہنچے)

حوالے

* سورج کا روزانہ عند الغروب تحت العرش سجدہ کرنا۔ (۴۸۰۲)
* یہودی عالم کے عجیب قول سن حضور علیہ السلام کا ضحک فرمانا۔ (۴۸۱۱)
(بعض نے فرمایا ہے کہ تصدیقا لقول الحبر راوی کا اپنا اضافہ ہے کیونکہ دوسری روایات میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ نزہۃ القاری ص ۱۸۴ ج ۵)
* انسان کے اجزائے اصلیہ فنا نہ ہوں گے انہی سے اس کو دوبارہ تخلیق کیا

جائے گا اور یہ ریڑھ کی ہڈی میں ہوتے ہیں۔ (۴۸۱۴)
* کافر بھی جانتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں قبول ہوتی ہیں تبھی تو قحط کے دنوں میں حاضر ہو کر عرض کر رہے ہیں فاتاہ ابوسفیان فقال ای محمد ان قومك قد هلكوا فادع الله ان يكشف عنهم فدعا ابوسفیان نے کہا آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے دعا کریں ان سے قحط دور ہو جائے آپ نے دعا فرمائی (تو قحط دور ہو گیا اور ہر طرف نور ہی نور ہو گیا) دیکھئے کتاب التفسیر سورۃ دخان ص ۷۱۴،۷۱۵)

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے عفو بندہ نواز میں

* مسرفین کا معنی مشرکین (ص ۷۱۴،س ۱)
* قال اللہ یوذینی ابن ادم یسب الدهر و انا الدهر (۴۸۲۶) اللہ کو ایذاء دینے کا کیا مطلب اور میں زمانہ ہوں کا کیا مفہوم ہے دیکھئے حاشیہ ۵ ص ۷۱۵)
* عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے مروان کو یزید کی تعریف کرنے سے ٹوکا تو مروان کا پارہ چڑھ گیا۔ (۴۸۲۷)
* بادل دیکھ کر حضور علیہ السلام پر خوف خدا کا غلبہ ہو جاتا (حضور علیہ السلام کھلکھلا کر نہ ہنستے) (۴۸۲۹)
* سیماهم فی وجوههم سے مراد عاجزی اور تواضع ہے۔ (۷۱۶)
* اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا. (ایضا)
* دوزخ کا نعرہ هل من مزید اور اللہ تعالیٰ کا اس میں قدم رکھنا (۴۸۴۸،۴۹،۵۰)

* قدم رکھنے سے کیا مراد ہے دیکھئے (حاشیہ ۱،ص ۷۱۹)
* حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم غیب (مَا فِیْ غَدٍ کے متعلق یعنی ذاتی علم غیب ورنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں فرما دیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں

مرے گا فلاں یہاں) اور دیدارِ الٰہی کے متعلق موقف۔(۴۸۵۵)

* ''لات'' حاجیوں کا خدمت گار تھا جس کے نام پہ بت کا نام رکھ دیا گیا۔(۴۸۵۹)

* سورۃ نجم کی تلاوت پہ مشرکین بلکہ جن وانس نے بھی سجدہ کیا۔(۴۸۶۲)
امیہ بن خلف نے نہ کیا تو کافر ہی مرا(۴۸۶۳)

* دو جنتیں ایک مکمل سونے کی یہاں تک کہ اس کے برتن بھی سونے کے دوسری چاندی کی۔(۴۸۷۸)

* جنت کا ایک خیمہ جو موتی کو کرید کر بنایا گیا ہر طرف سے اس کی چوڑائی ساٹھ میل ہوگی۔(۴۸۷۹)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کے فرمان کو مثل قرآن سمجھتے تھے:

* ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں اور گودوانے (اپنے جسم پر نشانات بنوانے) والیوں (جس طرح آج کل تیل پر سرمہ ڈال کر سوئی کے ذریعے سے مختلف نشانات بنواتے ہیں یاد رہے کہ مردوں کے لئے حکم اور بھی سخت ہے) اور چہرے کے بال نوچنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے یہ بات بنی اسد قبیلے کی ایک عورت ام یعقوب کو پہنچی تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور عرض کیا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جو عورت ایسا ایسا کرتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ فرمایا: میں کیوں نہ اس پر لعنت کروں جس پر حضور علیہ السلام نے لعنت کی ہے اور جس پر کتاب اللہ میں لعنت ہے۔ اس عورت نے عرض کیا کتاب اللہ جو دو تختیوں (گتوں) کے درمیان ہے وہ میں نے ساری پڑھی ہے اس میں تو کہیں بھی ایسی عورت پر لعنت کا ذکر نہیں ہے فرمایا: لو قراتيه لو جدتيه اگر تو پڑھتی تو تجھے یہ بات مل جاتی کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا۔ وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا (الحشر: ۷) اور جو کچھ میرا رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ اس نے کہا یہ بات تو ہے فرمایا پھر یہی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس نے کہا: (میں نے سنا ہے کہ) آپ کے گھر والے بھی ایسا کرتے ہیں فرمایا جا کر دیکھ لے وہ گئی تو اس کی اطلاع غلط نکلی جس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لو كانت كذلك ما جامعتنا۔(۴۸۸۶) اگر میری گھر والی ایسا کرتی تو پھر میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی بعض جگہ آخری لفظ ہے ما جامعتها. میں اس کے ساتھ کبھی اکٹھا نہ ہوتا۔ (ص۷۲۵) بہر حال! معلوم ہوا! حضور علیہ السلام کے فرمان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک کیا مقام تھا:

قول حق قرآن ہے قول پیمبر ہے حدیث
اہل دل کے واسطے تعظیم ہے دونوں کی ایک

حوالے

* منافقین کی قسموں کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے مجھے جھٹلایا اور ان کی تصدیق فرمائی فكذبنى رسول الله صلى الله عليه وسلم و صدقه (زید بن ارقم رضی اللہ عنہ) تو اللہ نے سورۃ منافقون اتاری۔ حضور علیہ السلام نے میری طرف پیغام بھیج کر مجھے بلوایا اور فرمایا ان الله قد صدقك يا زيد. اے زید! اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق فرما دی ہے۔(۴۹۰۰)

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا رہن سہن اور جسم اطہر پر چٹائی کے نشان دیکھ کر رو پڑے، حضور پاک نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ عرض کیا: قیصر وکسریٰ (دشمنان خدا) تو عیش کریں اور رسولِ خدا کی یہ حالت؟ فرمایا:
اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ(۴۹۱۳)
کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا اور ہمارے لئے آخرت ہو۔

* عُتُلٍّ بعد ذلك زنيم سے کون مراد ہے اس میں بھی اختلاف ہے۔
(۴۹۱۷، ص۷۳۱ حاشیہ۹)

* جنت میں کمزور اور جن کو حقیر سمجھا گیا وہ جائیں گے
کُلُّ ضَعِیْفٍ (یستضعفه الناس ویحتقرون) مُتَضَعَّفٍ (متواضع)
(۴۹۱۸ وص ۷۳۱ سطر ۱۶ اور حاشیہ له، لعه)

* کافر لوگ ولیوں کے نام پر بتوں کے نام رکھتے تھے (ولیوں کو بدنام کرنے کے لئے جبکہ آج کل کے گستاخ شیطان کے چکر میں آکر بتوں والی آیات ولیوں پر چسپاں کرتے ہیں) بہ بین تفاوت از کجا تا بکجا است۔ (۴۹۲۰)

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے شیطان پر آسمان کی خبریں آنا رک گئیں اور شہاب ثاقب سے اس کی مرمت ہونے لگی اور جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن مجید سن کر شرک سے تائب ہو گئے۔ (۴۹۲۱)

* کبھی واحد ذات کے لئے جمع کا صیغہ تاکید کے طور پر بھی لایا جاتا ہے جیسے انا انزلناه (ص ۷۴۰)

* بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةَ کَهَاتَیْنِ. (۴۹۳۶)
میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے۔

* قرآن پڑھنے میں دشواری آتی ہو تو دو اجر ہیں۔ (۴۹۳۷، ص ۷۳۵)

* قیامت کو کوئی شخص کانوں تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ (۴۹۳۸، ص ۷۳۶)

سب عیدیں مناؤ حضور آگئے ہیں:

* حضرت عبدان رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن عثمان) نے شعبہ سے اور انہوں نے ابی اسحٰق سے روایت کی کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سب سے پہلے مکہ سے مدینہ پاک ہجرت کر کے آنے والے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہیں یہ دونوں ہمیں قرآن مجید پڑھاتے تھے ان کے بعد حضرت عمار، بلال اور سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہم) ہجرت کر کے مدینہ شریف آئے پھر حضرت عمر فاروق بیس

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آئے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

فَمَا رَاَیْتُ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ فَرِحُوْا بِشَیْءٍ فَرْحَهُمْ بِهٖ حَتّٰی رَاَیْتُ الْوَلَائِدَ وَالصِّبْیَانَ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَاءَ. (۴۹۴۱)

پس میں نے مدینہ والوں کو اس سے زیادہ کبھی خوش نہ دیکھا جتنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہوئے یہاں تک کہ میں نے چھوٹی بچیوں اور بچوں کو دیکھا کہ کہہ رہے تھے:

حضور آگئے ہیں حضور آگئے ہیں — سب عیدیں مناؤ حضور آگئے ہیں

* وحی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غار حرا میں عبادت۔ (۴۹۵۳) (پھر ضالا کا معنی بھٹکا ہوا کیسے ہوسکتا ہے جب اعلان نبوت سے پہلے بھی آپ عبادت میں مصروف رہتے)

(کتاب التفسیر یہاں پر مکمل ہوئی)

* حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخہ قرآنی کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام نسخوں کو جلا دینے کا حکم دیا۔ (۴۹۸۷)

بوقت ضرورت اپنی تعریف کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے ہیں انی من اعلمهم بکتاب اللّٰه. میں ان سب سے زیادہ قرآن کا علم رکھتا ہوں وما انا بخیرهم. اگرچہ میں ان سے بہتر نہیں ہوں۔ (۵۰۰۰)
چنانچہ حضور علیہ السلام نے جن چار افراد سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا ان میں پہلا نام آپ ہی کا ہے پھر سالم، معاذ اور ابی بن کعب۔ رضی اللہ عنہم (ص ۷۴۸ و ۴۹۹۹) (معلوم ہوا بوقت ضرورت تحدیث نعمت کے طور پر اپنی تعریف کرنے کی اجازت ہے۔ ایک

حوالہ ص ۸۱۴ حاشیہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ ہو)

(پارہ نمبر ۲۰ کی منتخب احادیث مکمل ہوئیں)

حوالے

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم بین الدفتین (دو گتوں کے درمیان والا قرآن) چھوڑ کر گئے۔ (۵۰۱۹) ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم موجودہ شکل میں قرآن دے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم مد کی رعایت کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تھے۔ (۵۰۴۷)

* قرآن پاک میں اپنی عظمت کا بیان سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں خوشی سے بہہ پڑیں۔ (۵۰۵۵، ص ۷۵۶، حاشیہ لمعہ)

فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ (۵۰۶۳)

جو میری سنت سے منہ موڑے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

* چار عورتوں سے نکاح کی اجازت صرف یتیم بچیوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ انصاف کی شرط کے ساتھ دیگر عورتوں سے بھی۔ (۵۰۶۴)

وامروا بنکاح من سواھن من النساء۔

* حضور علیہ السلام نے تبتل (غیر شادی شدہ) رہنے سے منع فرمایا۔

(۵۰۷۳)

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فصیح کنایہ کہ میرے علاوہ حضور علیہ السلام نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ (۵۰۷۷)

* حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: انما انا اخوك حضور! میں آپ کا دینی بھائی ہوں۔ (۵۰۸۱) (پھر حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے بتا دیا کہ دینی بہن بھائی آپس میں نکاح کر سکتے ہیں)

* عورت کے ساتھ مال، عزت، جمال کی بجائے دین کو دیکھ کر نکاح کرنا چاہیے۔ (۵۰۹۰)

اللہ تعالیٰ کے ہاں کون بہتر ہے؟

* حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور علیہ السلام کے قریب سے گزرا تو حضور علیہ السلام نے حاضرین مجلس سے پوچھا: مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ هٰذَا؟ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ اس قابل ہے کہ اگر کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے تو وہ اس سے نکاح کرنے پر تیار ہو، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش کو قبول کیا جائے اگر یہ کوئی بات کرے تو اس کی بات کو غور سے سنا جائے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذرا خاموش ہوئے تا آنکہ ایک اور شخص جس کا تعلق غریب مسلمانوں سے تھا وہ گزرا تو آپ نے پھر حاضرین سے پوچھا: مَا تَقُوْلُوْنَ هٰذَا۔ اس کے بارے میں کیا کہتے ہو عرض کیا: یہ تو ایسا شخص ہے کہ ان خطب ان لا ینکح وان شفع ان لا یشفع و ان قال ان لا یسمع اگر کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے تو اس کو قبول نہ کرے، اگر کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہ مانے اگر بات کرے تو کوئی توجہ سے نہ سنے۔ (یہ سن کر حضور علیہ السلام نے جو فیصلہ فرمایا وہی خدائی فیصلہ ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ الحجرات) آپ نے فرمایا: هذا خیر من اهل الارض مثل هذا۔ (۵۰۹۱) اس (پہلے) جیسوں سے زمین بھر بھی جائے تو یہ پھر بھی بہتر ہے اور یہ سب صدقہ ہے غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت مجدد دین وملت نے کیا خوب کہا:

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

حوالے

* مردوں کے لئے عورتوں سے بڑا کوئی فتنہ نہیں۔ (۵۰۹۶)

* میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں اپنی لونڈی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ) کو آزاد کرنے پر ابولہب بھی محروم نہ رہا۔ (۵۱۰۵)

* نسب وسسرال کی وجہ سے سات سات عورتیں حرام ہیں۔ (۵۱۱۱) (نسب کی وجہ سے تو وہی ہیں جو حرمت علیکم امھتکم...... میں بیان ہوئیں جبکہ سسرالی رشتہ میں تغلیبا فرمایا یا اس میں رضاعی ماں، بہن، جمع بین الاختین اور شوہر والیاں شامل ہیں۔

* حرموا من الرضاعة ما یحرم من النسب۔ (۵۱۱۱) (جو نسب کی وجہ سے حرام وہ رضاعت کی وجہ سے حرام)۔

* نکاح شغار (وٹہ سٹہ) وہ ہے جس میں حق مہر نہ ہو۔ (۵۱۱۲)

وہ تجھ سے بہتر ہے:

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا وہ خوش نصیب عورت ہے کہ جس نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کہ اگر آپ کو میری حاجت ہو تو مجھ سے نکاح فرمالیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی عورتوں نے ایسا کیا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے اللائی وھبن انفسھن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ عورتیں جنہوں نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے یہ بات عجیب لگتی تھی کہ کوئی عورت خود آ کر کسی مرد کو کہے کہ میرے ساتھ نکاح کر لے تا آنکہ قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی: ترجی من تشاء جس کو چاہو ان میں سے پیچھے کر دو اور جس کو چاہو قریب کر لو (یعنی جو عورتیں خود کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہیں ان میں سے جس کو چاہو نکاح کر کے اپنے قریب کر لو اور جس سے چاہو نکاح نہ کر کے اس کو اپنے سے پیچھے کر دو) تب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

ما اری ربك الا یسارع فی ھواك۔ (۵۱۱۳)

میں نہیں دیکھتی مگر یہ کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی فرماتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں ایک دن حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کی صاحبزادی بھی ان کے پاس تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک عورت حضور علیہ السلام کے پاس آئی اور اس نے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کے لئے پیش کیا۔ قالت یا رسول اللہ الك بی حاجة اور عرض کیا: کیا آپ کو میرے ساتھ کوئی حاجت ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی اگر چاہیں تو مجھے نکاح میں قبول فرمالیں) یہ بات سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کہنے لگیں مَا اَقَلَّ حَیَاءَ ھَا وَاسَوْاَتَاہُ وَاسَوْ اَتَاہُ۔ کتنی حیا سے خالی تھی ہائے ہائے یہ تو بہت بری بات ہے۔ اپنی بیٹی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹی!

ھِیَ خَیْرٌ مِّنْكِ رَغِبَتْ فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَضَتْ عَلَیْہِ نَفْسَھَا۔ (۵۱۲۰)

وہ (خاتون) تجھ سے کہیں بہتر ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رغبت کرتے ہوئے اپنے آپ کو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کر دیا (تاکہ اسے حضور علیہ السلام کے ساتھ تعلق زوجیت نصیب ہو اور دنیا و آخرت میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں شامل ہو جائے)

کعبے کی زیارت کرنے سے حقدار جنت کے بنتے ہیں
بھلا ان کو ہم پھر کیا سمجھیں جو یار کے گھر میں رہتے ہیں

حوالے

* زمانہ جاہلیت میں چار طرح کا نکاح ہوتا تھا حضور علیہ السلام نے ایک (پہلی قسم جواب موجود ہے) کو قائم رکھا باقی تینوں (متعہ، بدل اور استبضاع) کو ختم فرما دیا۔ (۵۱۲۷)

✳ بالغ عورت کا نکاح جو اس کی مرضی کے بغیر اس کے باپ نے کر دیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو ردّ فرما دیا۔ (۵۱۳۸)

✳ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا۔ (۵۱۴۶)
(بعض بیانات میں جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے)

✳ اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلَی الْوَلِیْمَةِ فَلْیَاْتِهَا۔ (۵۱۷۳)
ولیمہ کی دعوت قبول کرو۔

✳ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں امیروں کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کیا جائے نیز دعوت کو قبول نہ کرنا اللہ اور رسول کی نافرمانی ہے۔ (۵۱۷۷)

✳ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا روزہ ہوتا پھر بھی دعوت قبول فرما لیتے۔

(۵۱۷۹)

✳ شادی سے واپس آنے والی عورتوں اور بچوں کو دیکھ کر حضور علیہ السلام نے خوش ہو کر فرمایا: اللھم انتم من احب الناس تم مجھے تمام لوگوں سے بڑھ کر پیارے ہو۔ (۵۱۸۰)

✳ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک گھر میں تصویر دیکھی تو واپس ہو گئے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دیوار پر پردہ لٹکا ہوا دیکھا تو کھانا کھائے بغیر واپس چلے گئے۔

(ص ۷۷۸)

✳ المراۃ کالضلع. عورت پسلی کی طرح ہے۔ (۵۱۸۶)

✳ حضور علیہ السلام کے بعد لوگ عورتوں کے ساتھ قدرے "فری" ہو گئے۔

(۵۱۸۷)

✳ گیارہ عورتوں کی کہانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی (۵۱۸۹)

✳ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔ (۹۵-۵۱۹۲)

✳ کنا نعزل علی عھد رسول اللہ والقران ینزل (۵۲۰۸)

(عزل کی اجازت)

✳ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر جذبہ غیرت۔

(۵۲۱۱)

✳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں۔ اور اللہ ہم دونوں سے زیادہ غیرت والا ہے اسی لیے اُس نے حدود قائم فرمائی ہیں۔

(۷۸۶، سطر ۱)

✳ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا۔ (۵۲۲۲)
(جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ)

غیرت مند صحابی کا اپنی بیوی کو جواب:

✳ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کا نکاح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا فرماتی ہیں باہر کا کام کاج مجھے خود بھی کرنا پڑتا جبکہ میرے گھر میں انصار کی بچیاں آکر آٹا وغیرہ گوندھ جاتیں اور میں باہر کھیتوں سے (جو زمین حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے دی تھی) گٹھلیاں لے آتی گھوڑے اور اونٹنی کے لئے اور یہ سفر فرسخ کا دو ثلث بنتا تھا جہاں سے مجھے چارہ و پانی وغیرہ بھی لانا پڑتا ایک دن میں سر پر گٹھلیاں اٹھا کر لا رہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے آپ نے مجھے فرمایا: آجا میرے پیچھے سوار ہو جا مگر میں اس خیال سے سوار نہ ہوئی کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو اغیر الناس تھے وہ کہیں گے مردوں کے ساتھ کیوں سفر کیا لیکن جب میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو وہ فرمانے لگے۔

وَاللّٰهِ لَحَمْلُكِ النَّوىٰ كَانَ اَشَدَّ عَلَیَّ مِنْ رُكُوْبِكِ مَعَهٗ۔

قسم بخدا! حضور علیہ السلام کے ساتھ سوار ہو جانے سے تیرا گٹھلیاں اٹھا کر آنا میرے اوپر زیادہ سخت ہے یعنی تجھے ضرور سوار ہو جانا چاہیے تھا۔ (خلاصہ حدیث ۵۲۲۵)

حوالے

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا میں جانتا ہوں تو مجھ سے راضی کب ہوتی ہے اور ناراض کب ہوتی ہے۔ (۵۲۲۸)
* اَلْحَمْوُ مَوْتٌ۔ دیور تو موت ہے۔ (۵۲۳۲) ص ۷۸۷ حاشیہ ۹

(پارہ نمبر ۲۱ کی احادیث کے حوالے اختتام کو پہنچے)

* ایک عورت (امیمہ) جس کو حضور علیہ السلام نے قربت سے پہلے طلاق دی کیونکہ اس نے کہا تھا اعوذ باللہ منك میں آپ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ فرمایا: لقد عذت بعظیم الحقی باھلك. تو نے بڑی ہستی کی پناہ طلب کی ہے جا اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔ (۵۵-۵۲۵۴)
* کل طلاق جائز الاطلاق المعتوہ (ص ۷۹۴) (معتوہ مجنون ہی کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں جنون کی شدت مجنون سے کم ہوتی ہے ای المجنون الذی فی عقلہ نقصان واختلال حاشیہ بخاری بحوالہ لمعات)
* حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاکم کے بغیر (صرف زوجین کی بات چیت پر) خلع کی اجازت دی۔ (ص ۷۹۴)
* بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کو مدینہ کی گلیوں میں روتا ہوا دیکھ کر حضور علیہ السلام نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اس کے پاس واپس آجا جو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ نے قبول نہ کیا۔ (۸۲-۵۲۸۰)
* حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کو رب ماننے والی مشرکہ ہے جس سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں۔ (۵۲۸۵) (حالانکہ حضور علیہ السلام کے دور کے عیسائی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے ان اللہ ھو المسیح ابن مریم، ان اللہ ثالث ثلثة. لیکن اس کے باوجود ان سے نکاح کی اجازت دی گئی۔ والمحصنت من الذین اوتو الکتب من قبلکم. اسی لئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ تمام

صحابہ اور پوری اُمت کا مؤقف یہی ہے کہ یہودی عیسائی عورت سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے بشرطیکہ یہودی عیسائی ہو منکر خدا دھریہ ملحد نہ ہو اور مرد نام نہاد مسلمان نہ ہو کہ نکاح کے بعد بجائے اس کو مسلمان کرنے کے خود یہودی عیسائی بن جائے، معاذ اللہ)

* بچی پر ظلم کرنے والے یہودی کا سر پتھر مار کر کچل دیا گیا۔ (ص ۷۹۷)
* زمانہ جاہلیت میں عدت کی سختیاں پورا ایک سال کمرے میں رہنا، سال کے بعد جانور کو ہاتھ لگاتی تو وہ مر جاتا۔ (۵۳۳۷)
* اَنْفِقْ یَابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْكَ (۵۳۵۲)
* بیوگان اور مساکین کو کما کر کھلانے والا مجاہد فی سبیل اللہ یا قائم الیل وصائم النہار کی طرح ہے۔ (۵۳۵۳)
* ما شبع ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم من طعام ثلثة ایام حتی قبض۔ (۵۳۷۴)

(حضور علیہ السلام کے گھر والوں نے کبھی تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا)

* حضور علیہ السلام نے ساری زندگی نہ پتلی اور نرم روٹی کھائی اور نہ بھنی ہوئی بکری۔ (۵۳۸۵)
* ایک بکری کی کلیجی سے تیس افراد نے پیٹ بھر کر کھالیا اور جو غائب تھے ان کے لئے ساتھ بھی لے گئے۔ (۵۳۸۲، ص ۱۱-۸۱۰)
* حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو ذات النطاقین (دو پٹکوں والی) کیوں کہا جاتا ہے؟ (۵۳۸۸)
* حضور علیہ السلام کے سامنے گوہ کھائی گئی مگر آپ نے نہ کھائی۔ (۵۳۹۱)
* مومن ایک آنت میں اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔ (۵۳۹۳)
* کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب الحلواء والعسل (۵۴۳۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میٹھا اور شہد پسند فرمایا کرتے تھے۔

* ایک وقت میں دو کھانے کھانے کا جواز (ص ۸۱۹ حاشیہ ۱۱)

* پہلے کھانا پھر نماز اذا وضع العشاء واقیمت الصلوۃ فابدء وا بالعشاء.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کی قرات سن رہے ہوتے اور کھانا کھا رہے ہوتے۔ (۶۴-۵۴۶۳)

(بائیسویں پارے کی احادیث کے حوالہ جات مکمل ہوئے)

* بندوق سے مرا جانور حلال نہیں

قال ابن عمر فی المقتولہ بالبندقہ تلك الموقوذہ. (ص ۸۲۳)

* امام حسن بصری کے ہاں کچھوا کھانے میں حرج نہیں۔

قال الشعبی لوان اھلی اکلوا الضفادع لا طعمتھم (ص ۸۲۶ سطر ۲-۳)

(احناف کے ہاں مینڈک اور کچھوا دونوں حرام ہیں)

* ان اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم. (ص ۸۴۰)

(ابن مسعود) حرام شے میں شفا نہیں۔

* وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا۔ (۵۶۱۵)

* کانٹا چبھنے پر بھی مومن کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ (۵۶۴۰)

* کسی پر بھی حضور علیہ السلام سے زیادہ سخت بیماری نہیں آئی۔ (۵۶۴۶)

* موت کی تمنا نہ کی جائے۔ (۵۶۷۳)

* ما انزل اللہ داء الا انزل لہ شفاء. (۵۶۷۸)

اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج اتارا ہے۔

اللہ نے سچ کہا، تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے:

* حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا اخی یشتکی بطنہ. میرے بھائی کے پیٹ میں تکلیف ہوگئی ہے (اس کا کوئی علاج تجویز فرمائیں) فقال اسقہ عسلا.

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اس کو شہد پلا دے (شہد پلایا تو تکلیف میں اضافہ ہوگیا) پھر آیا (اور معاملہ عرض کیا) حضور علیہ السلام نے دوبارہ یہی فرمایا: اس کو شہد پلاؤ (مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ تین بار حاضر ہوا تو آپ نے ہر بار شہد پلانے کا حکم دیا لیکن اس کے پیچش بڑھتے گئے اور جب چوتھی بار) پھر حاضر خدمت ہوا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ اِسْقِهٖ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے (کہ شہد میں شفا ہے فیہ شفاء للناس) اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے اس کو شہد پلا چنانچہ اب کی بار اس نے شہد پلایا تو اس کو شفا ہوگئی۔ (۵۶۸۴)

حوالے

* حبۃ السوداء (کلونجی) میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفا ہے۔ (۵۶۸۷)

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وبائی علاقے میں جانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے فرمایا:

نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ

ہم تقدیر سے تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ (۵۷۲۹)

* اِنَّ اَحَقَّ مَا اَخَذْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ. (۵۷۳۷)

جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سب سے زیادہ اجرت کی مستحق ہے (کہ قرآن کے ذریعے دم کر کے اجرت لی جائے)

* اَلْعَيْنُ حَقٌّ. نظر حق ہے (یعنی نظر لگ جاتی ہے اس میں کوئی شک نہیں) (۵۷۴۰)

(تیئیسویں پارے کی منتخب احادیث مکمل ہوئیں)

* خیبر کے دن زہر آلود بکری کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ (۵۷۷۷)

* مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ (۵۷۸۷)
(ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانا آگ میں جانا ہے)

* حلالہ کا ذکر حَتّٰى يَذُوْقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ (۵۸۲۵)

ایمان کی فضیلت:

* ابوالاسود دوئلی نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی انہوں نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آپ سفید لباس زیب تن فرمائے ہوئے سو رہے تھے جب بیدار ہوئے تو فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ جو بندہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ (کر ایمان قبول کر) لے پھر اس پر اس کو موت آجائے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا وان زنی وان سرق. اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے۔ فرمایا: وان زنی وان سرق. اگرچہ زنا اور چوری کرے۔ میں نے تین مرتبہ یہی عرض کیا اور حضور علیہ السلام نے تین مرتبہ یہی جواب عطا فرمایا اور تیسری بار ساتھ یہ بھی فرمایا علی رغم انف ابی ذر. ابوذر کی ناک خاک آلود ہونے کے باوجود۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے یہ جملہ ضرور دہراتے وان رغم انف ابی ذر (یہ جملہ تحقیر کے لئے بولا جاتا ہے لیکن کبھی محبت کے اظہار کے لئے بھی بولتے ہیں یہاں اسی معنی میں ہے اسی لئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اس کو ضرور دہراتے) امام بخاری نے فرمایا: یہ خوشخبری اس کے لئے ہے جو موت کے وقت لا الہ الا اللہ پڑھے یا اس سے پہلے جبکہ توبہ کرلے اور شرمندہ ہو کر کلمہ پڑھے تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (۵۸۲۷) لیکن حدیث میں تو یہ قید نہیں لہٰذا یہ خوشخبری اپنے اطلاق پر قائم رہے گی

چاہے ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ہوں یا بعد کے پھر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں جائے بغیر جنت میں بھیج دیا جائے یا بطور سزا کچھ عرصہ دوزخ میں رہے پھر جنت میں بھیجا جائے تاہم یہ بات تو پکی ہے کہ جنت میں ضرور جائے گا اور یہ بھی کہ کبیرہ گناہ کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوتا جیسا کہ معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا یا رب علمنی شیئا اذکرک به او ادعوك به اے رب مجھے کوئی ایسی چیز (وظیفہ) عطا فرما کہ جس کے ساتھ میں تجھے یاد کرتا رہوں یا دعا کیا کروں۔ فقال یا موسیٰ قل لا اله الا الله. فرمایا: اے موسیٰ! لا اله الا الله پڑھا کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا رب کل عبادك يقول هذا اے اللہ یہ کلمات تو ہر بندہ پڑھتا ہے۔ انما ارید شیئا تخصنی به. میرا مقصد تو یہ تھا کہ خاص مجھے کچھ عطا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے پیارے موسیٰ لو ان السموات السبع و عامرهن غیری والارضین السبع وضعن فی کفة ولا اله الا الله فی کفة لمالت بهن لا اله الا الله. اگر ساتوں آسمان اور جو کچھ ان میں ہے میرے سوا اور ساتوں زمینیں (اور جو کچھ ان میں ہے) ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور لا الہ الا اللہ کے الفاظ ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دیئے جائیں تو لا الہ الا اللہ کا پلڑا بھاری ہو جائے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۱ بحوالہ شرح السنۃ)

یہ کلمہ نبی سے ملاتا ہے — وحدت کا جام پلاتا ہے
تو کیوں پڑھنے سے شرماتا ہے — کہو لا الہ الا اللہ

حوالے

* حضور علیہ السلام نے زنانہ مردوں اور مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی اور ان کو گھروں سے نکال دینے کا حکم دیا۔ (۵۸۸۶)

* حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مونچھوں کو اتنا پست کرتے کہ کھال کی سفیدی نظر آجاتی اور مونچھ داڑھی کے درمیانی بال بھی کاٹتے (ص ۸۷۴ باب قص الشارب

* مشت بھر داڑھی کا ثبوت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ (ص ۸۷۵)

* ان الیهود والنصاری لا یصبغون فخالفوهم. (۵۸۹۹)
(یہودی خضاب نہیں لگاتے تم لگایا کرو)

* تریسٹھ سال کی عمر میں حضور علیہ السلام کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ (۵۹۰۰)

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسو مبارک کندھوں تک تھے۔ (۵۹۰۴)

* حضور علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں کشادہ اور گوشت سے بھرپور تھے، سر انور بھی مناسب حد تک بڑا تھا۔ (۱۰-۹-۵۹۰۸) (ضخم کا معنی المنجد میں ہے موٹا)

* کان النبی صلی اللہ علیه وسلم ضخم الراس والقدمین وکان بسط الکفین. (ص ۸۷۶)

* گھر میں جھانکنے کی سزا (۶۲۴۲،۵۹۲۴)

* حسن و جمال کے لئے تغیر خلق اللہ کرنے والیوں پر لعنت۔ (۵۹۳۱)

* ان اشد الناس عذابا عند اللہ (یوم القیامة) المصورون (۵۹۵۰) (سب سے شدید عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا)

* مصوروں کو فرمایا جائے گا ان تصویروں میں جان ڈالو۔ (۵۹۵۱)

* صاحب الدابة احق بصدر الدابة الا ان یاذن له. (ص ۸۸۲ س ۵)
(سواری والا سواری کے اگلے حصے کا زیادہ حق دار ہے الا یہ کہ اجازت دے دے)

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حدیث بیان کرتے ہوئے سمعت محمدا صلی اللہ علیه وسلم کہتے تھے۔ (۵۹۶۳)

* شاهد بمعنی حاضر و ناظر، کنت شاهد لابن عمر وساله رجل. (۵۹۹۴)

* حضور علیہ السلام کا اپنی نواسی (امامہ بنت زینب) کو اٹھا کر نماز ادا فرمانا۔
(۵۹۹۶)

مَنْ لَّا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام نے امام حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس تمیمی نے عرض کیا میرے دس بیٹے ہیں میں نے کبھی ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا فنظر الیه رسول اللہ (صلی اللہ علیه وسلم) ثم قال من لا یرحم لا یرحم. حضور علیہ السلام نے اقرع بن حابس کی طرف دیکھا پھر فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (۵۹۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا تقبلون الصبیان فما نقبلهم. آپ اپنے بچوں کو چومتے ہیں ہم تو اپنے بچوں کو نہیں چومتے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَ اَمْلِکُ لَکَ اِنْ نَّزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِکَ الرَّحْمَةَ (۵۹۹۸)

میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے ہی تیرے دل سے رحمت کو نکال باہر کیا ہے۔

ایک بے تاب عورت جو اپنے بچے کو بے تابانہ پیار کر رہی تھی کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: اللہ ارحم بعبادہ من هذه بولدها. اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔ (۵۹۹۹)

ایک اعرابی نے اس طرح دعا کی اللهم ارحمنی و محمدا ولا ترحم معنا احدا. (۶۰۱۰) (اے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم فرما ہمارے ساتھ کسی اور کو شامل نہ کر)

حوالے

✱ ایک اعرابی کا مسجد میں پیشاب کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس کو مارنے کے لئے اٹھنا اور حضور علیہ السلام کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع فرما کر پیشاب پر پانی بہا دینا۔ (۶۰۲۵)

(پارہ نمبر ۲۴ کی منتخب احادیث کے حوالے تمام ہوئے)

✱ قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا کہ دنیا میں لوگ اس کے شر سے بچنے کے لئے اس کو چھوڑ دیں (۶۰۳۲)

✱ مدارت جائز مداھنت ناجائز حاشیہ ۹ ص ۸۹۱

دیکھئے باب مدارات الناس حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انا لنكشر في وجوه اقوام و ان قلوبنا تلعنهم

ہم بہت سارے لوگوں کو دیکھ کر مسکراتے ہیں حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیج رہے ہوتے ہیں۔ (ص ۹۰۵ حاشیہ نمبر ۹)

✱ ما سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن شئي قط فقال لا

(ص ۶۰۳۴)

ما قال لا الا في تشهده   لولا التشهد كانت لاء ه نعم

(حضور علیہ السلام نے کبھی لا یعنی "نہیں" نہ کہا سوائے تشہد کے) (فرزدق)

اسی موقع کے لیے اعلیٰ حضرت نے کہا ہے ۔ نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میں اس چادر کو اپنا کفن بناؤں گا:

✱ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک عورت حضور علیہ السلام کے پاس بڑی خوبصورت حاشیہ والی چادر لے کر آئی اور اس نے عرض کیا یہ چادر میں آپ کو اوڑھاؤں گی اور آپ کو ضرورت بھی تھی چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس سے چادر لے لی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک نے عرض کیا: حضور علیہ السلام کتنی

خوبصورت ہے یہ چادر آپ مجھے عنایت فرما دیں فرمایا اچھا (تو لے لے) جب حضور علیہ السلام مجلس سے اٹھ کر تشریف لے گئے تو اہل مجلس نے اس کو ملامت کی کہ حضور علیہ السلام کو ضرورت تھی تو نے پھر بھی چادر مانگ لی اور تجھے معلوم بھی ہے کہ حضور علیہ السلام مانگنے والے کو نہ نہیں فرماتے۔ اس نے جواباً کہا:

رجوت بركتها حين لبسها النبي صلى الله عليه وسلم لعلي اكفن فيها میں نے تو یہ چادر اس لئے لی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس کو اوڑھا ہے تا کہ میں اس سے برکت حاصل کروں اور ہو سکتا ہے اپنے کفن میں اس کو استعمال کروں۔

(۶۰۳۶)

حوالے

✱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر والوں کی خدمت فرماتے رہتے اور نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے (كان في مهنة اهله فاذا حضرت الصلوٰة قام الى الصلوٰة) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان۔ (حدیث ۶۰۳۹)

مهنة اهله اى فى خدمة اهله ليقتدى به فى التواضع وامتهان النفس

(حاشیہ ۴، ص ۸۹۲)

✱ اے ابوبکر! تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو تکبر کی وجہ سے چادر لٹکاتے ہیں۔ فرمان نبوت۔ (۶۰۶۲)

✱ اپنا پردہ خود فاش کرنے (اپنے خفیہ گناہ ظاہر کرنے) والے کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ (۶۰۶۹)

✱ اللہ تعالیٰ کی بندے سے سرگوشی (اپنی شان کے مطابق) (۶۰۷۰)

✱ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام تشریف لے جاتے۔ (۶۰۷۹)

✱ نفل پڑھ کر حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ (۶۰۸۰)

* مسلمان کو بغیر تاویل کے کافر کہنے والا خود کافر ہو جائے گا۔ (۶۱۰۳)
* لیس الشدید بالصُّرعة انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب. (۶۱۱۴) پچھاڑنے سے کوئی طاقتور نہیں ہوتا طاقتور تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

میں تجھے حضور علیہ السلام کا فرمان سنا رہا ہوں تو اپنے صحیفے کی بات کرتا ہے:

* حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ۔

حیا سے بھلائی ہی آتی ہے تو کعب بن بشیر (تابعی) کہنے لگے حکمت (کی کتاب) میں لکھا ہوا ہے ان من الحیاء وقار وان من الحیاء سکینة. حیا سے عزت وسکون حاصل ہوتا ہے (اس پر حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا:

احدثك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتحدثنی عن صحیفتك. (۶۱۱۷)

میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں اور تو اپنے صحیفے کی بات کرتا ہے۔ بعض نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے غصے میں آنے کی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ بعض لوگوں مثلاً ابن حجر نے ابوقتادہ عدوی کی جو یہی روایت بیان کی ہے تو اس میں یہ بھی ہے کہ حیاء میں کمزوری ہے۔ ظاہر بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ حیاء خیر ہی لاتی ہے اب اس کے مقابلہ میں حیاء کے اندر کمزوری کی بات کرنا صحابی رسول کے لئے سننا کب برداشت ہو سکتا تھا الا یہ کہ ضعف یعنی کمزوری سے مراد عاجزی و درگزر کا مفہوم لیا جائے۔

اے ابوعمیر: تیری چڑیا کا کیا ہوا؟

یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ ؟ اے ابوعمیر (حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے زید بن سہل کی کنیت) تیری چھوٹی سی چڑیا کا کیا ہوا؟ (۶۱۲۹)

علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فتح الباری میں اس حدیث کے تحت لکھا کہ بعض لوگ محدثین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ ایسی روایات بھی لکھ دیتے ہیں جن میں کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا جیسا کہ یہی حدیث پھر علامہ نے وہ ساٹھ مسائل بیان فرمائے جو علامہ نے اس حدیث سے اخذ فرمائے اور اپنی طرف سے کچھ مسائل کا اضافہ بھی فرمایا۔ ان میں سے یہ مسائل بھی ہیں۔

o...... بچوں سے خوش طبعی کرنے کا جواز۔

o...... چھوٹے بچوں کی کنیت رکھنا۔

o...... حرم مدینہ کا وہ حکم نہیں جو حرم مکہ کا کہ وہاں جانور کو قید کرنے کی اجازت نہیں جبکہ مدینہ شریف میں جنگلی جانور کو پکڑنا اور پالنا جائز ہے۔

o...... پرندوں کا حال چال پوچھنا جائز ہے۔

o...... بچے کو نام لینے کی بجائے کنیت سے پکارنا۔

o...... السجع فی الکلام. ردیف وکافیہ کے ساتھ کلام کرنا۔

o...... بچوں کا پرندوں سے کھیلنا۔

o...... بچوں سے خوش طبعی کر کے ان کے والدین کے دل کو خوش کرنا اور حضور علیہ السلام کے اخلاق کریمانہ جیسے مسائل کا استنباط ہو سکتا ہے۔

(دیکھئے بخاری شریف ص ۹۰۵، حاشیہ ۵)

حوالے

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شادی کے بعد بچیوں کے ساتھ گڑیاؤں سے کھیلنا۔ (۶۱۳۰)

✱ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ۔(۶۱۳۳)
مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

✱ من كان يومن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا او ليصمت. جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پہ ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا چپ رہے۔(۶۱۳۶)
(پڑوسی کو تکلیف سے بچانا اور مہمان کی عزت کرنا بھی اسی حدیث میں بیان ہوا)

✱ ان لربك عليك حقا ولنفسك عليك حقا ولا هلك عليك حقا فاعط كل ذى حق حقه.(۶۱۳۹) (تیرے رب، نفس اور اہل کا تیرے اوپر حق ہے سب کا حق ادا کر)

یہ بات صرف حضور علیہ السلام کو ہی زیبا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض ایسی باتیں بھی ارشاد فرماتے جو کوئی دوسرا کرے تو لوگ اس کو اچھا نہ سمجھیں جیسے ایک حبشی غلام انجشہ کو خیبر کے موقع پر فرمایا: يَا اَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بالقوارير (۶۱-۶۱۴۹) اے انجشہ! شیشیوں کے ہانکنے کو چھوڑ دو۔ انجشہ بہت عمدہ آواز والے تھے اور حدی پڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے اونٹ مستی میں تیز چل رہے تھے جن پر امہات المومنین اور ام سلیم رضی اللہ عنہن سوار تھیں تو فرمایا حدی بند کرو کہیں عورتیں گر نہ جائیں۔ دوسرا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تیری آواز بہت میٹھی ہے جو عورتوں کو سننا مناسب نہیں ہے۔ اس معنی کی بنا پر راوی حدیث حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فتكلم النبى صلى الله عليه وسلم بكلمة لو تكلم بعضكم لعبتموها عليه قوله. حضور علیہ السلام نے ایسی بات فرمائی کہ اگر تم میں سے کوئی کہے تو تم اس کو عیب سمجھتے۔

حوالے

✱ یوں نہ کہا جائے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا ہے بلکہ کہو میرا دل سخت ہوگیا ہے۔ لا يقولن احدكم خبثت نفسى ولكن ليقل لقست نفسى.(۶۱۷۹)

✱ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی تو نسلوں تک پریشانی نہ گئی۔(۶۱۹۰)

✱ شہنشاہ نام رکھنے کی قباحت (جبکہ خود رکھے)(۶۲۰۵)

✱ توریۃً کلام کرنا۔(۶۲۰۹ تا ۶۲۱۲)

✱ رب كاسية فى الدنيا عارية فى الاخرة(۶۲۱۸)
دنیا میں بہت ساری لباس پہننے والی آخرت میں لباس سے عاری ہوں گی۔

✱ ان الشيطان يجرى من ابن ادم مبلغ الدم.(۶۲۱۹)
شیطان انسان کے جسم میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔

✱ چھینک کا پورا جواب۔(۶۲۲۴)

✱ خلق الله ادم على صورة (۶۲۲۷)
اللہ نے آدم کو ان کی اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔

✱ نابالغ بچیوں کے شہوت والے اعضاء دیکھنا بھی منع ہے۔(ص ۹۲۰ س ۹)

✱ يسلم الراكب على الماشى والماشى على القاعد والقليل على الكثير. (۶۲۳۱) جو سوار ہے پیدل چلنے والے کو سلام کہے، پیدل چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کہے اور تھوڑے، زیادہ کو سلام کہیں۔

✱ آنکھ کا زنا دیکھنا، زبان کا زنا بولنا۔(۶۲۴۳)

✱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبول روایت میں احتیاط اراد عمر التثبت الا ان يجيز خبر الواحد.(ص ۹۲۳ سطر نمبر ۱۱)

✱ انا انا (میں میں) کی بجائے اپنا نام بول کر تعارف کراؤ۔(۶۲۵۰)

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا:
اكانت المصافحه فى اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم. کیا مصافحہ

حضورعلیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا؟ تو انہوں نے فرمایانعم۔ ہاں تھا۔
(۶۲۶۳) رہا یہ سوال کہ مصافحہ کرنے کا طریقہ کیا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں: مجھے حضورعلیہ السلام نے تشہد کی تعلیم ارشاد فرمائی و کفی بین کفیه۔ اس
طرح کہ میرا ہاتھ حضورعلیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا اور اس کو امام
بخاری نے باب المصافحہ میں ذکر فرمایا ہے لہٰذا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کی سنت قرار پایا۔ یہ کہنا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تو ایک ہی ہاتھ
تھا، پہلی بات تو یہ ہے کہ جب حضورعلیہ السلام کا عمل آپ کے سامنے آ گیا تو پھر ابن
مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھنے کی کیا ضرورت؟ دوسری بات یہ ہے کہ جب آپ
کسی سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کریں گے تو آپ کا ایک ہاتھ ہی اس کے دونوں
ہاتھوں کے درمیان ہوگا اور وہ اسی طرح ہی بتائے گا کہ میرا ہاتھ اس کے دونوں ہاتھوں
کے درمیان تھا نہ یہ کہ وہ کہے میرے ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھے لہٰذا ابن مسعود رضی اللہ
عنہ کے فرمان سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضورعلیہ السلام نے تو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ
فرمایا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ سے۔ پھر امام بخاری نے باقاعدہ دونوں
ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کا باب باندھا ہے باب الاخذ بالیدین۔ اور فرمایا وصافح
حماد بن زید ابن المبارك بیدیه مصافحہ فرمایا حماد بن زید نے ابن مبارک سے
ساتھ دونوں ہاتھوں کے۔ (۶۲۶۳،۶۴،۹۲۶)

* حضورعلیہ السلام کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا السلام
علیك ایھا النبی کہنے کی بجائے السلام علی النبی کہنا جو تشہد کی دوسری تمام
روایات کے خلاف ہے دیکھئے

(حاشیہ ۹ ص ۹۲۶) (پارہ نمبر ۲۵ کی منتخب احادیث کے حوالے مکمل ہوئے)

صاحب معطر پسینہ صلی اللہ علیہ وسلم:

* حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (ان کی والدہ اور داؤدی کے مطابق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حضورعلیہ السلام
کے لئے چمڑے کا بستر بچھاتی تھیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ (دوپہر کا آرام)
فرماتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ سے فارغ ہو کر اٹھتے تو حضرت ام سلیم رضی
اللہ عنہا حضورعلیہ السلام کے بال مبارک اور پسینہ مبارک لے کر ایک شیشی میں جمع
کرتیں اور ایک قسم کی خوشبو (سک) میں ملا دیتیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وفات
کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ

اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ حُنُوْطِهٖ مِنْ ذٰلِكَ السُّكِ قَالَ فَجُعِلَ فِیْ حُنُوْطِهٖ

(میری وفات کے بعد کافور وصندل کے مجموعہ) حنوط میں اس خوشبو کو ملایا جائے
چنانچہ ان کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ (۶۲۸۱)

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں   جیسی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
خصوصی محبت تھی، جیسا کہ داؤدی کے حوالے سے گزرا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی
والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں ایک تو یہ رشتہ اور دوسرا حضرت انس
رضی اللہ عنہ حضورعلیہ السلام کے خادم خاص تھے اور پورے دس سال سرکار کی خدمت
میں رہے کبھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم راز کی بات بھی
فرماتے جو اور کسی سے نہ فرماتے اور پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ اس راز داری کو
نبھاتے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود ہی فرماتے ہیں: اسر الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم فما اخبرت به احدا بعده ولقد سئلتنی ام سلیم فما اخبرتها
به۔ مجھے حضورعلیہ السلام نے ایک راز کی بات کہی جو میں نے حضورعلیہ السلام کے بعد
کسی کو نہ بتائی یہاں تک کہ میری والدہ نے بھی مجھ سے وہ راز کی بات پوچھنا چاہی مگر
میں نے ماں کو بھی نہ بتائی۔ (۶۲۸۹)

* حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں اپنا ختنہ خود کیا۔ اہل

عرب بھی بالغ ہونے کے بعد ختنے کراتے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی بعد البلوغ ختنہ کرایا۔ (۹۹-۶۲۹۸)

* سیّد الاستغفار۔(۶۳۰۶)

بندے کی توبہ پر اللہ تعالیٰ کی خوشی:

* حضرت حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے دو احادیث بیان کیں ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے۔ فرمایا: مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ ابھی اس پر پہاڑ گر جائے گا اور بدکار اپنے گناہ کو مکھی کی مانند دیکھتا ہے جو اس کی ناک کے قریب سے گزری تو ہاتھ کے اشارے سے اس کو ہانک دیا جائے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا کہ وہ شخص خوش ہوتا ہے جس کے پاس اس کی سواری ہو، اس پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو (تھکاوٹ کی وجہ سے) اس نے اپنا سر رکھا اور سو گیا جب بیدار ہوا تو نہ سواری نہ سامان۔ دھوپ اور پیاس شدید ہوگئی اس کے علاوہ جو کچھ اللہ نے چاہا ہوا (تلاش بسیار کے بعد) اس نے ارادہ کیا وہیں پہ جاتا ہوں جہاں سویا تھا (مایوس ہو کر) وہاں جا کر پھر سو گیا جب بیدار ہوا سر کو اٹھایا تو سواری (بمعہ ساز وسامان) پاس کھڑی تھی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنا خوش یہ سواری والا ہوا ہوگا۔ (۶۳۰۸)

اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کا کیا مطلب؟

یاد رہے! خوشی کے لئے تغیر لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایسی صفت سے پاک ہے جو تغیر کی مقتضی ہو تو یہاں تغیر کا لازم معنی مراد ہے اور وہ یہ کہ جب کوئی کسی پر خوش ہوتا ہے تو اس کو انعام واکرام سے نوازتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی توبہ کرنے والے بندے کے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کو انعامات سے نوازتا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں

اس سواری والے شخص کی خوشی کی انتہائیں بیان کی گئی کہ جب وہ دوبارہ نیند سے بیدار ہوا اور اس نے اپنی سواری اور سامان کو دیکھا تو شدت فرحت کی وجہ سے اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ''اے اللہ تو میرا بندہ میں تیرا رب''۔

حوالے

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ولا تجهر بصلوتك ولا تخافت بها۔ آیہ کریمہ دعا کے بارے میں نازل ہوئی (۶۳۲۷) جبکہ بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ یہ آیت نماز کے ساتھ خاص ہے اور یہی راجح ہے۔
* درس قرآن وحدیث ہفتے میں تین مرتبہ دو اور دعا میں قافیہ بندی سے بچو۔ (یزید بن معاویہ کو ابن مسعود کی نصیحت بھی اس میں ملاحظہ ہو) (۶۳۳۷ و ۶۴۱۱)
* دعا میں قطعیت ہونی چاہیے یوں نہ دعا کرے ''اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے عطا کردے کیونکہ اللہ کو کوئی مجبور نہیں کرسکتا۔ (۶۳۳۹)
* حضور علیہ السلام نے دشمن کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی۔ (۶۳۴۷) (شماتة الاعداء)
* سبحان الله وبحمده ایک سو مرتبہ روزانہ پڑھنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (۶۴۰۵)
* محفل ذکر کو فرشتے اپنے نوری پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (۶۴۰۸)

(کتاب الرقاق ''رقت انگیز باتوں کا بیان'' حدیث نمبر ۶۴۱۲ سے شروع ہوا)

* اگر انسان کو پوری وادی سونے کی بھر کر دی جائے تو دوسری وادی کی خواہش کرے پھر تیسری کی ولا یسد جوف ابن ادم الا التراب (اس کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھرے گی) (۶۴۳۶)
* اصحاب صفہ کی تنگدستی کا حال اور دودھ پیالہ (۶۴۵۱)

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر؟
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

(اعلیٰ حضرت)

✳ کسی کا عمل اس کو نجات نہ دے گا۔

ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمۃ (۶۴۶۳)

✳ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے نوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ دنیا میں اتارا اگر کافر کو بھی علم ہو جائے اس رحمت کا جو اللہ کے پاس ہے تو جنت سے مایوس نہ ہو اور اللہ کے ہاں عذاب کا پتہ اگر مومن کو چل جائے تو آگ سے بے خوف نہ ہو۔

(۶۴۶۹)

✳ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا کر راکھ اڑا دینا اور پانی میں بہا دینا۔ (۶۴۸۱) اللہ کی رحمت کا ایک واقعہ۔

اَنَا النَّذِیْرُ الْعُرْیَانُ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں:

✳ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میری اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھیجا اس کی مثال اس شخص کی ہے جو کسی قوم کے پاس گیا اور کہا: میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں کھلم کھلا ڈر سنانے والا ہوں لہٰذا نجات حاصل کر لو چنانچہ ایک گروہ اس کی بات مان کر رات کی تاریکی میں کہیں چلا گیا اور نجات پا گیا جبکہ دوسرے گروہ نے اس کو جھٹلا دیا اور صبح کے وقت لشکر نے ان پر حملہ کر کے ان کو برباد کر دیا (۶۴۸۲) (لفظ انا سے شروع ہونے والی ایک سو احادیث کی ایمان افروز شرح ہماری کتاب شان مصطفیٰ بزبان مصطفیٰ بلفظ انا میں دیکھیے۔ اور تم دوزخ میں گرے جا رہے ہو فَاَنَا اٰخُذُکُمْ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ پس میں تمہیں کمر سے پکڑ کر دوزخ سے بچا رہا ہوں۔ اسی کتاب میں اس سے اگلی حدیث جس کا نمبر ۶۴۸۳ ہے بھی ملاحظہ فرمائیں)

حوالے

✳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو بھی بہت بڑا سمجھتے تھے۔

(۶۴۹۲)

✳ من عادیٰ ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ (حدیث قدسی) (۷-۶۵۰۲)

(جو میرے ولی سے عداوت رکھے میں اس کو جنگ کا چیلنج کرتا ہوں)

✳ من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاء ہ (۶۵۰۸)

(جو اللہ سے ملنا چاہے اللہ اس سے ملنا چاہتا ہے)

✳ مرنے والا مستریح (راحت پانے والا مومن) یا مستراح منہ (جس سے مخلوق راحت پائے) یعنی بدکار ہے۔ (۶۵۱۲)

✳ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو (اھلہ ومالہ) واپس آجاتی ہیں ایک (عملہ) ساتھ رہتی ہے۔ (۶۵۱۴)

(چھبیسویں پارے کی منتخب احادیث مکمل ہوئیں)

✳ قیامت کے دن زمین ایک روٹی کی طرح ہوگی، حضور علیہ السلام کے اس فرمان کی یہودی نے بھی تائید کی اور کہا سالن بیل اور مچھلی کا ہوگا۔ (۶۵۲۰)

✳ کیف یحشر الکافر علی وجھہ۔ (۶۵۲۳)

(کافر کس طرح چہرے کے بل آئے گا؟ جس اللہ نے دنیا میں اس کو پاؤں پہ چلایا وہ قیامت کو منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے)

✳ انکم ملقوا اللہ حفاۃ عراۃ عزلا۔ (۶۵۲۵)

(تم اللہ سے ملاقات کرو گے ننگے بے ختنہ)

✳ اول ما یقضی بین الناس بالدماء (۶۵۳۳)

(سب سے پہلے قتل کے فیصلے ہوں گے)

✳ قیامت کے دن کافر اپنے آپ کو بچانے کی خاطر زمین بھر فدیہ دینے پر

تیار ہو جائے گا۔ (٦٥٣٨)

* اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ (٦٥٤٠)

* دوزخ میں کم ترین عذاب یہ ہوگا کہ پاؤں آگ میں ہوں گے اور دماغ ابل رہا ہوگا۔ (٦٥٦٢)

* اتقوا النار ولو بشق تمرة (٦٥٦٣)
(آگ سے بچو اگرچہ ایک کھجور کے ایک حصے کے ساتھ)

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خود دوزخ سے نکالیں گے۔

* حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکلنے والی ایک جماعت کا نام ''جہنمیین'' ہوگا۔ (٦٥٦٥-٦٦)

* آخری جنتی اور آخری دوزخی کا حال (٦٥٧١)

* مشرکین کی اولاد کے بارے میں سوال پر فرمایا:
اللہ اعلم بما کانوا عاملین (٦٥٩٨) اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

* حضور علیہ السلام کا ایک جامع خطبہ اور صحابی رسول کا اس پر تبصرہ۔ (٦٦٠٤)

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: الان واللہ لانت احب الی من نفسی. حضور! اللہ کی قسم آپ اب مجھے میری جان سے بھی پیارے ہو گئے ہیں۔ سرکار نے اس پر فرمایا: الان یا عمر. اے عمر! اب تیرا ایمان بھی کامل ہو گیا ہے۔ (٦٦٣٢)

مالدار خسارے میں ہیں مگر:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔ هم الاخسرون ورب الکعبة هم الاخسرون و رب الکعبة رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں میں نے عرض کیا حضور! میرا کیا

حال ہے؟ کیا میرے اندر کوئی ایسی بات دیکھی جا رہی ہے یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے هم الاخسرون حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے اندر چپ رہنے کی طاقت نہ رہی میں نے پھر عرض کیا: من هم یابی انت و امی یا رسول اللہ. میرے ماں باپ آپ پر قربان! وہ کون لوگ ہیں (جو خسارے میں ہیں) یا رسول اللہ! فرمایا: الاکثرون اموالا الامن قال هکذا وهکذا. زیادہ مال والے مگر ایسے ایسے (یعنی راہ خدا میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے والے اور مال کے حقوق ادا) کرنے والے۔ (٦٦٣٨)

* لاتحلفوا باباء کم. اپنے باپ دادا کی (قصداً) قسم نہ کھاؤ۔ (٦٦٤٦)

* حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرتے دم تک کلام نہ کرنا شرمندگی کی وجہ سے تھا۔ (حاشیہ ۲، ص ۹۹۶، حدیث ٦٧٢٦)

* یمین غموس (زمانہ ماضی کے بارے میں اُٹھائی جانے والی جھوٹی قسم) بھی کبائر میں سے ہے۔ (٦٦٧٥)

* ابوطالب کو فرمایا قل لا الہ الا اللہ کلمة احاج لك بها عند الله. (٦٦٨١) (لا الہ الا اللہ پڑھ لے میں تیرے لئے اس کلمہ کے ساتھ اللہ کے ہاں اصرار کروں گا)

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زمانہ جاہلیت میں مانی ہوئی اعتکاف کی نذر پوری کرنے کی اجازت دی۔ (٦٦٩٧)

* حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خلاف فتویٰ دیتے ہوئے ان کے فتوے کو گمراہی قرار دیا پھر بھی حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: لا تسالونی مادام هذا الحبر فیکم. جب تک یہ عالم تم میں ہے ہم سے سوال نہ کیا کرو۔

(٦٧٣٦)

کیا شراب پینے والا بھی اللہ و رسول کا محب ہوسکتا ہے؟

شرابی کو سزا کے وقت اخزاك الله. اللہ نے تجھے ذلیل کیا' نہ کہا جائے۔ یہ شیطان کی مدد ہے۔(۶۷۷۷) ایک حدیث میں فرمایا:

لا تلعنوہ فواللہ ما علمت الا انه یحب الله و رسوله.(۶۷۸۰) اس پر لعنت نہ کرو جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ (لہٰذا کسی کی اگر صرف داڑھی نہ ہو یا ٹوپی نہ پہنی ہو تو اتنی سی بات پر یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں جب شراب پینے والے کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوسکتی ہے تو اس کے دل میں کیوں نہیں ہوسکتی ہاں تکمیل محبت کی بات کی جاسکتی ہے)

حوالے

* شراب کی حد (سزا) حضور علیہ السلام کے دور میں مقرر نہ تھی۔

(دیکھئے کتاب الحدود کا باب ۲و۴، ص ۱۰۰۳ بمعہ حاشیہ)

(اس کے ساتھ ہی پارہ نمبر ستائیس کی منتخب احادیث کے حوالے مکمل ہوئے)

* الولد للفراش وللعاهر الحجر (۶۸۱۸)
اولاد نکاح والے کی ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔
* یہودی علماء نے تورات میں رجم کا حکم چھپالیا۔(۶۸۱۹)
* ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ کہیں گے ہم کتاب اللہ میں رجم (کا حکم) نہیں پاتے۔ الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن. (سن لو شادی شدہ زناکار کو رجم کرنا حق ہے) (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) (۶۸۲۹)

حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی تو گناہ (حد) معاف:

* حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے آکر

عرض کیا اصبت حدا. میں ایسا کام کر بیٹھا ہوں کہ جس کی وجہ سے میرے اوپر حد لازم ہوگئی لہٰذا آپ میرے اوپر حد لاگو فرمائیں حضور علیہ السلام نے سکوت فرمایا (کیونکہ آپ منهی عنه کاموں کے تجسس میں پڑنے کی بجائے پردہ پوشی کو ترجیح دیتے تھے) اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا اس شخص نے بھی باجماعت نماز ادا کی اور پھر حاضر خدمت ہوکر عرض گزار ہوا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اصبت حدا فاقم فی کتاب الله. حضور میں ایسا گناہ کر چکا ہوں جس کی وجہ سے میں سزا کا سزاوار ہوگیا ہوں آپ میرے اوپر اللہ کا حکم جاری کیجئے۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا: الیس قد صلیت معنا ؟ کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں ادا کی؟ عرض کیا! کیوں نہیں آپ کے ساتھ ہی نماز ادا کی ہے۔ فرمایا: فان الله قد غفرلك ذنبك او قال حدك. بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرا گناہ یا فرمایا تیری حد (سزا) معاف فرمادی ہے۔ (۶۸۲۳)

(اس پر ایک سوال اور اس کا جواب ص ۱۰۰۸ حاشیہ ۲ میں دیکھئے)

* ثقیفہ بنو ساعدہ میں کیا ہوا؟ اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تفصیلی بیان (۶۸۳۰)
* قتل کے بدلے قتل، شادی شدہ زانی کو اور مرتد کو یعنی اُن تین میں سے ایک وجہ ہو تو کسی کو قتل کیا جائے گا۔ (۶۸۷۸)
* جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے پائی جاسکے گی۔ (۶۹۱۴)

بدترین لوگ کون ہیں؟

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما خارجیوں کو شرار الخلق یعنی بدترین مخلوق قرار دیتے تھے اور اس کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین. (۱۰۲۴) وہ لوگ قرآن پاک کی وہ آیات جو کہ کافروں کے متعلق نازل ہوئیں اہل ایمان پہ چسپاں کرتے ہیں۔ آج بھی کچھ لوگ بتوں والی آیات کو اولیاء کرام پہ چسپاں کرتے ہیں خدا جانے

ان کا آپس میں کیا رشتہ ہے۔ بڑا بھائی کون ہے اور چھوٹا کون ہے؟ فرق صاف ظاہر ہے وہ کافروں والی آیات کا مسلمانوں پر اطلاق کرتے تھے اور یہ بتوں والی آیات کا ولیوں پہ اطلاق کرتے ہیں۔ ادھر کفار ہیں اور عام مومنین ہیں اور ادھر بت ہیں اور خاص مومنین اولیاء کرام ہیں۔ حالانکہ بت جسامت دکھاتا ہے ولی کرامت دکھاتا ہے بت کی آنکھ میں لکیر ہے ولی کی آنکھ میں تاثیر ہے۔ بت اللہ کا دشمن ہے اور ولی اللہ کا دوست۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حوالے

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ولو انقض احد علی ما فعلتم بعثمان کان محقوقا ان ینقض (ص ۱۰۲۷، س ۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اتنا ظلم ہوا کہ اگر احد (پہاڑ) پھٹ جائے تو اس کو مناسب ہے کہ پھٹ جائے۔

* امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب الحیل میں چند مقامات پر قال بعض الناس اور قال بعضھم کے الفاظ سے احناف مراد لئے ہیں دیکھئے (ص ۱۰۲۹، س۵، ۹، ۱۹، ۲۴ وص ۱۰۳۰، س ۱، ۲ و ۱۵، ۲۵ اسی طرح ص ۱۰۳۱، ص ۳۲ اور ص ۳۳ وغیرہ ان تمام مقامات کا حاشیہ اور شروح پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ امام بخاری نے احناف کا موقف پوری طرح سمجھے بغیر تبصرہ فرمادیا ہے۔

* وحی کی لذت نہ ملنے پر حضور علیہ السلام نے کئی مرتبہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ فرمایا۔ (۶۹۸۲، ص ۱۰۳۴)

* اچھا خواب جو نیک بندے کو آئے نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(۶۹۸۳)

* جو خواب اچھا نہ ہو وہ کسی سے بیان نہ کرے۔ (۶۹۸۵)

* برے خوابوں سے بچنے کا علاج۔ (۶۹۸۶)

* من رانی فی المنام فیسرانی فی الیقظة۔ (۶۹۹۳)
جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا۔

* رؤیا النھار مثل رؤیا اللیل۔ (۱۰۲،۶) تعبیر کے اعتبار سے دن کا خواب رات کے خواب کی طرح ہے یعنی دونوں کی تعبیر ہے۔ (امام ابن سیرین)

* خواب میں قید ہونا دین میں ثابت قدمی ہے۔ (القید ثبات فی الدین) (۷۰۱۷)

* جھوٹا خواب بیان کرنا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (۷۰۴۳)
(اٹھائیسویں پارے کی منتخب احادیث مکمل ہوئیں)

* بدترین لوگ وہ ہوں گے جن کی زندگی میں قیامت آئے گی۔ من شرار الناس من تدرکھم الساعة وھم احیاء۔ (۷۰۶۷)

ہر بعد والا حاکم پہلے سے زیادہ برا ہوگا:

حضرت زبیر بن عدی سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور حجاج بن یوسف کے مظالم کی شکایت کرنے لگے تو انہوں نے فرمایا میں اس سلسلہ میں تمہیں تمہارے ہی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان عالی شان سنا دیتا ہوں جو یہ ہے: اصبروا فانہ لایاتی علیکم زمان الا والذی بعدہ اشر منہ حتی تلقوا ربکم۔ (۷۰۶۸) صبر کرو کیونکہ ہر بعد والا زمانہ پہلے زمانے سے (حکمرانی کے اعتبار سے) برا ہوگا (اس وقت تک صبر کرتے رہو) یہاں تک کہ اپنے رب سے ملاقات کرو۔

امام شعبی علیہ الرحمۃ نے اس کی ایک مثال دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور ان کے بعد تک جب مجرم پکڑا جاتا (جس کی سزا متعین نہ ہوتی) تو اس کو لوگوں کے سامنے کھڑا کرکے اس کے سر سے عمامہ اتار دیا جاتا جب زیاد حکمران ہوا تو اس نے کوڑوں کی سزا دینی شروع کی اس کے بعد مصعب بن زبیر نے مجرم کی داڑھی مونڈنی شروع کردی، بشر بن مروان نے ہتھیلی میں کیل ٹھونکنے شروع کردیئے اور حجاج نے تلوار

سے کام لیا۔ دراصل برے حکمران ہمارے برے اعمال کا نتیجہ ہیں: اعمالکم عمالکم۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حال دیکھ
حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہء اعمال دیکھ

معاملہ بایں جارسید

بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہمارے ملک پاکستان میں روزانہ بم دھماکے ہو رہے ہیں عالمی سطح پہ عالم کفر کی طرف سے کسی ردِ عمل کا اظہار نہیں ہوتا گویا معمول کی بات ہے اور بھارت میں جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے تو بلا سوچے سمجھے الزام پاکستان پہ لگا دیا جاتا ہے لیکن یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جس کے تحت یہ سارا کچھ ہو رہا ہے تاکہ عراق وافغانستان کے بعد پاکستان کو مشقِ ستم بنایا جائے اور حکمران ہیں کہ اپنے ہی وطن کو تباہ کرنے پہ ادھار کھائے بیٹھے ہیں ان حالات میں شاعر مشرق، حکیم الامت علامہ اقبال کی زبان میں یہی کہا جا سکتا ہے۔

؎ شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد
اس کوہ و بیاباں سے حُدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد (ﷺ)
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

(علامہ اقبال علیہ الرحمۃ)

پس چہ باید کرد؟

پھر یہ کرنا چاہیے کہ یا تو نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری۔

اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو اپنے ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر رونے سے تو آپ کو نہیں شرمانا چاہیے۔ اس کا اپنا اعلان ہے توبوا الی اللہ جمیعًا ایھا المؤمنون لعلکم تفلحون۔

کسی بزرگ کے سامنے عرض کیا گیا: فلاں حاکم بڑا ظالم ہے دعا کریں اس سے ہماری جان چھوٹ جائے فرمایا میں اپنے اعمال کی درستگی کے لئے دعا کرتا ہوں ہمارے اعمال اچھے ہوں گے تو ہمارے حکمران بھی اچھے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جیسے) حجاج جیسے ظالم کے دور میں گوشہ نشین ہوگئے اور دیہات میں جا کر بود و باش اختیار کر لی جب حجاج نے پوچھا تو فرمایا مجھے حضور علیہ السلام نے گاؤں میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ (۷۰۸۷)

* عیب سے اسم تفضیل اعیب آیا ہے۔ (۷۱۰۷) اس میں نحویوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ رنگ وعیب والے الفاظ سے اسم تفضیل نہیں آتا۔ دیکھئے (ص ۱۰۵۲ حاشیہ ۷)

عذاب کی لپیٹ میں نیکوکار بھی آجاتے ہیں:

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اذا انزل اللہ بقوم عذابا اصاب العذاب من کان فیھم ثم بعثوا علی اعمالھم۔ (۷۱۰۸) جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب اتارتا ہے تو وہ عذاب ہر اس شخص کو پہنچتا ہے جو اس قوم میں ہوتا ہے پھر وہ اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة (انفال: ۲۵) اور اس فتنے (عذاب) سے بچو جو تم میں خاص ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ یعنی اگر تم اس سے نہ ڈرے اور اس کے اسباب یعنی ممنوعات کو ترک نہ کیا اور وہ فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار ہی مبتلا ہوں گے بلکہ وہ نیک اور بد سب کو پہنچ جائے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ نے مومنین کو حکم فرمایا ہے کہ وہ اپنے درمیان ممنوعات نہ ہونے دیں یعنی اپنے مقدور تک برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہوگا۔ خطا کار اور غیر خطا کار سب کو پہنچے گا۔ حدیث شریف میں ہے۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل پر عذاب عام نہیں کرتا جب تک کہ عام طور پر لوگ ایسا نہ کریں کہ ممنوعات کو اپنے درمیان ہوتا دیکھتے رہیں اور اس کے روکنے اور منع کرنے پر قادر ہوں باوجود اس کے نہ روکیں نہ منع کریں جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب میں عام و خاص سب کو مبتلا کردیتا ہے۔ ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے ”جو شخص کسی قوم میں سرگرم معاصی ہو اور لوگ باوجود قدرت کے اس کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ انہیں مرنے سے پہلے عذاب میں مبتلا کردیتا ہے“ اس سے معلوم ہوا! جو قوم نہی عن المنکر ترک کرتی ہے اور لوگوں کو گناہ سے نہیں روکتی وہ اپنے اس ترک فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوجاتی ہے۔

* ابن عمر رضی اللہ عنہما' یزید پلید کی بیعت پہ کیوں قائم رہے؟ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی بیعت کیوں توڑی۔ (ص ۱۰۵۳ و حاشیہ ۷-۸)

* نفاق حضور علیہ السلام کے دور میں تھا اب ایمان کے بعد کفر ہے۔ انما كان النفاق على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فاما اليوم فانما هو الكفر بعد الايمان۔ (۷۱۱۴)

* اطاعت امیر۔ (۴۵-۷۱۴۲)

* لالچی کو حکومت میں شامل نہ کیا جائے۔ (۷۱۴۹)

جس حکمران نے اپنی ذمہ داری نہ نبھائی:

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: عبید اللہ بن زیاد نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے اس وقت ملاقات کی جب وہ مرض الموت میں تھے۔ تو

حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو فرمایا میں تجھے وہ بات بتاتا ہوں جو میں نے حضور علیہ السلام سے خود سنی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهٖ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔ (۷۱۵۰) جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے رعیت (پر حکومت) عطا کی اور اس نے خیر خواہی کے ساتھ اس کی نگہبانی نہ کی وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عنقریب تم لوگ حکومت کی حرص کرو گے اور وہ قیامت کے دن تمہارے لئے ندامت کا باعث ہوگی۔ فنعم المرضعة و بئست الفاطمة۔ آغاز میں بظاہر حکومت اچھی لگتی ہے کہ اس سے آسائشوں کے دروازے کھلتے ہیں، دولت عزت و شہرت ملتی ہے لیکن انجام عموماً برا ہوتا ہے اور پھر آخرت میں حساب بھی تو حکمران کا ہی سخت ہوگا۔

(ص ۱۰۵۸ و حاشیہ ۴)

* ایک بات پر قسم اٹھائی اور اس کی ضد میں بھلائی دیکھی تو قسم توڑ کر کفارا ادا کردیا جائے۔ (اس حدیث میں ہے) بے مانگے حکومت ملے تو لے لی جائے۔

(ص ۱۰۵۸ باب من سال الامارۃ وکل الیھا)

* غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کیا جائے نہ فتویٰ دیا جائے۔ (۷۱۵۸)

نماز کو طول دینے والے امام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی:

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ فلاں امام کی وجہ سے میں صبح کی نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ نماز کو طول دیتا ہے (راوی کہتے ہیں) وعظ و نصیحت کرتے ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن سے زیادہ غصے میں کبھی نہ دیکھا پھر آپ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَأَيُّكُمْ مَا صَلّٰى بِالنَّاسِ فَلْيُوْجِزْ

فَاِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَذَاالْحَاجَةِ (۱۵۹ح) اے لوگو! بے شک تم میں سے کچھ (نماز پڑھانے والے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں) جب لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو مختصر کرو کیونکہ ان میں بوڑھے، کمزور اور صاحبان حاجت بھی ہوتے ہیں (ایک روایت میں ہے: آپ نے امام کو بلا کر باقاعدہ ڈانٹا اور فرمایا افتان انت اے معاذ! کیا تو فتنہ پھیلانے والا ہے)

دینی کاموں پر اجرت لینا:

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں کے کاموں کو سرانجام دینے کی ڈیوٹی دیتے ہو اور جب تمہیں اجرت دی جاتی ہے تو تم اس کو برا سمجھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ایسا ہی ہے۔ فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا میرے پاس گھوڑے ہیں، غلام ہیں اور الحمد للہ میں خوش حال ہوں اور چاہتا ہوں کہ اہل اسلام کی مفت میں خدمت کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہ کر کیونکہ میں نے بھی ایسا ہی ارادہ کیا تھا جیسا کہ تم نے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا فرمانا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند کو دے دیں تا آنکہ ایک مرتبہ جب حضور علیہ السلام نے مجھے مال عطا کیا تو میں نے یہی عرض کیا کہ مجھ سے زیادہ حاجت مند کو دے دیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خذه فتموله و تصدق به فما جاء ك من هذا المال وانت غير مشرف ولاسائل فخذه والا فلا تتبعه نفسك. (۱۶۳ح)

اس کو لے لو اور اپنے قبضے میں کر کے صدقہ کر دو اس مال سے جو کچھ تیرے پاس بے طمع اور بے مانگے آئے تو اس کو لے لیا کرو اور اگر نہ آئے تو اس کو لینے کے درپے نہ ہوا کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یاکل الوصی بقدر عمالته. وصی اپنے کام کی مقدار کے برابر لے سکتا ہے۔ واكل ابوبكر و عمر.

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے (بھی بیت المال سے) تنخواہ لی۔ وكان شريح القاضي ياخذ على القضاء اجرا. قاضی شریح بھی اپنے منصب قضا کی تنخواہ لیا کرتے۔ (باب رزق الحكام والعاملين عليها ص۱۰۶۱)

لہٰذا دینی کاموں پر تنخواہ لینے کا جواز ثابت ہوا اور اس بارے میں بے دین قسم کے لوگ جو خود لاکھوں کما کر اپنے کتوں کو بھی عیش کراتے ہیں اور رجال دین کی معمولی تنخواہوں پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور اس کو دین بیچنا کہتے ہیں ان کے اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

* حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں اضافہ کر دیا ہے تو میں رجم کی آیت اپنے ہاتھ سے لکھ دیتا۔ (ص۱۰۶۳س۱)

* افسروں کو دیئے جانے والے ہدیے حکومت اسلامی کے حوالے ہوں گے۔ (۱۸۷ح)

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ مسجد قبا میں امامت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے والے مہاجرین اولین ہوتے تھے۔ فيهم ابوبكر و عمر و ابوسلمه و عامر بن ربيعه. اور ان کے مقتدیوں میں ابوبکر بھی ہوتے، عمر بھی، ابوسلمہ اور عامر بن ربیعہ بھی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین (۱۷۵ح) ایک آزاد شدہ غلام کو مصلیٰ امامت دے دینا اور بڑے بڑے سرداروں کو اس کے پیچھے کھڑا کر دینا یہ کس کی نگاہ فیض کا اثر ہے:

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم   اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولیٰ کر دیا

حوالے

* اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ. اللہ کے ہاں سب سے زیادہ

مغضوب اور بدترین بندہ وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔ (۱۸۸ے)

* اے اللہ جو خالد نے (ایک کلمہ گو کو قتل) کیا میں اس سے بیزار ہوں۔

(۱۸۹ے)

* حضور علیہ السلام نے کبھی کسی غیر عورت کا ہاتھ نہ چھوا۔ (۲۱۴ے)

* امام بخاری علیہ الرحمۃ ہر جگہ قال بعض الناس سے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ یا احناف کو مراد نہیں لیتے جیسے کہ فرمایا قال بعض الناس لابد للحاکم من مترجمین۔ بعض نے کہا حاکم کے لئے دو مترجم ضروری ہیں۔ حالانکہ احناف کا یہ مؤقف نہیں ہے بلکہ یہ امام شافعی کا مذہب ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام بخاری شافعی المذہب نہ تھے لیکن یہ احتمال ہے کہ محرر مذہب حنیفہ امام محمد مراد ہوں۔ (۱۹۵ے)

* حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے یہودیوں کا رسم الخط سیکھنے کا حکم دیا۔ (۱۹۶ے)

* فالمعصوم من عصمه الله. (۱۹۸ے)

(معصوم یعنی بچا ہوا یا محفوظ وہ ہے جس کو اللہ بچالے۔ اس سے وہ عصمت مراد نہیں جو کہ خاصۂ انبیاء ہے)

* حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو خلافت ملنے کی امید تھی۔ ثم قام علی من عنده فهو على طمع وقد كان عبدالرحمٰن بن عوف يخشى من على شيئا (اى من المخالفة الموجبه للفتنة) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ فقال ابايعك على سنة الله و رسوله والخليفتين من بعده. (۲۰۷ے، ص ۱۰۷۰، س ۷)

(پس حضرت علی نے حضرت عثمان سے کہا میں اللہ تعالیٰ اور رسول پاک اور آپ کے بعد والے دو خلفاء (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے طریق پہ آپ کی بیعت کر رہا ہوں)۔

اِنَّمَا الْمَدِیْنَةُ کَالْکِیْرِ۔ مدینہ بھٹی کی طرح ہے:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے اسلام پر حضور علیہ السلام کے ہاتھ کے اوپر بیعت کی پھر اس کو بخار ہوگیا اور حاضر خدمت ہو کر بیعت کی واپسی کا تقاضا کرنے لگا بار بار آتا اور کہتا اقلنی بیعتی بیعت واپس فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انکار فرماتے رہے آخر مدینہ چھوڑ کر (واپس گاؤں) چلا گیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْمَدِیْنَةُ کَالْکِیْرِ تَنْفِیْ خَبَثَهَا وَ تَنْصَعُ طِیْبُهَا۔ (۲۱۱ے) مدینہ بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل جدا کردیتی ہے اور صاف ستھرا خالص مال (سونا چاندی) علیحدہ کردیتی ہے۔

حوالے

* حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت مسجد نبوی شریف کے منبر پر ہوئی۔ (۲۱۷ے)

صعد المنبر فبايعه الناس عامة.

* بارہ امیر ہوں گے (جن پر لوگ متفق ہوں گے يجتمع عليه الناس) كلهم من قريش. یہ سب قریش سے ہوں گے۔ (۲۲۳ے)

* باجماعت نماز نہ پڑھنے والوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی

(فاحرق عليهم بيوتهم، ان کے گھروں کو جلادوں) (۲۲۴ے)

* دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو بلکہ اللہ سے خیر و عافیت مانگو۔

لا تتمنوا لقاء العدو واسئلوا الله العافية. (۲۳۷ے)

* اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام (اقامه الله وادامه) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے غنی (مالدار) کردیا۔ (۲۷۱ے)

* ان احسن الحدیث کتاب اللہ واحسن الھدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وشر الامور محدثاتھا۔ (۲۷۷ح) (خطبہ کے الفاظ)
* ہمیں تکلف سے منع کیا گیا۔ فقال (عمر) کنا نھینا عن التکلف۔ (۲۹۳ح)
* حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو (جو کچھ بھی) کہا۔ (وانما جاز للعباس مثل ھذا القول لان علیا کان کالولد له) (ص ۱۰۸۵، حاشیہ ۶) (پارہ ۲۹ کی منتخب احادیث مکمل ہوئیں)
* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عمدہ کپڑے کے ساتھ ناک صاف کی پھر دور نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام یاد آ گیا اور کہا بھوک کی وجہ سے میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گرا ہوا ہوتا لوگ مجھے مجنون سمجھ کر میری گردن پہ پاؤں رکھ کر گزر جاتے حالانکہ میں مجنون نہ ہوتا بلکہ بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہوتی۔ (وما بی من جنون ما بی الا الجوع) (۳۲۴ح)

محبوبہ محبوبِ خدا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عاجزی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: دفنی مع صواحبی ولا تدفنی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی البیت فانی اکرہ ان ازکی. مجھے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ساتھ جنت البقیع میں ہی دفن کر دینا حضور علیہ السلام کے ساتھ دفن نہ کرنا کہ کہیں میرے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی شان بہت بلند ہے۔ میں پسند نہیں کرتی کہ میرے متعلق ایسا سمجھا جائے۔ (۳۲۷ح) یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عاجزی تھی اور قرآن پاک کی اس آیت کے پیش نظر تھی فلا تزکوا انفسکم اپنے آپ کو صاف ستھرا نہ بناؤ۔ ھو اعلم لمن اتقی۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو پرہیز گار ہے۔ (النجم:۳۲) ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت بہت بلند وبالا ہے۔

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا ھل بلغت. کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی اُمت کو پہنچا دیا؟ وہ عرض کریں گے نعم یا رب. ہاں اے میرے پالنے والے۔ پھر ان کی اُمت سے پوچھا جائے گا ھل بلغکم. کیا انہوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا؟ اُمت کہے گی۔ ما جاء نا من نذیر. ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ پاک نوح سے پوچھے گا من شھودك. اے پیارے نوح (گواہ لاؤ) تمہارے گواہ کون ہیں؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے محمد وامته. آخر الزمان نبی علیہ السلام اور ان کی اُمت مرحومہ میرے گواہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا فیجاء کم فتشھدون. پھر تمہیں لایا جائے گا اور تم گواہی دو گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وکذلك جعلناکم امة وسطالتکونوا شھداء علی الناس لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ (البقرۃ:۱۴۳) اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور میرے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے گواہ ہیں (دنیا و آخرت میں) (۳۴۹ح)

آیۂ مذکورہ اور مسائلِ خمسہ

مسئلہ نمبر۱: دنیا میں تو یہ کہ مسلمان کی شہادت مومن کافر سب کے حق میں شرعاً معتبر ہے اور کافر کی شہادت مسلمان پر معتبر نہیں۔

مسئلہ نمبر۲: اس سے یہ بھی معلوم ہوا! اس اُمت کا اجماع حجت لازم القبول ہے۔

مسئلہ نمبر۳: اموات کے حق میں بھی اس اُمت کی شہادت معتبر ہے رحمت و عذاب کے فرشتے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں صحاح کی حدیث میں ہے کہ سیّد عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جنازہ گزرا صحابہ نے اس کی تعریف کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا واجب ہوئی پھر دوسرا جنازہ گزرا۔ صحابہ کرام نے اس کی برائی کی، حضور علیہ السلام نے فرمایا واجب ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ حضور! کیا چیز واجب ہوئی۔ فرمایا: پہلے جنازے کی تم نے تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہوئی دوسرے کی تم نے برائی بیان کی اس کے لئے دوزخ واجب ہوئی۔ تم زمین میں اللہ کے شہداء (گواہ) ہو پھر حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مسئلہ نمبر۴: یہ تمام شہادتیں صلحاء اُمت اور اہل صدوق کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے معتبر ہونے کے لئے زبان کی نگہداشت شرط ہے جو لوگ زبان کی احتیاط نہیں کرتے اور بے جا خلاف شرع کلمات ان کی زبان سے نکلتے ہیں اور ناحق لعنت کرتے ہیں صحاح کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت نہ وہ شافع ہوں گے نہ شاہد۔ اس اُمت کی ایک شہادت یہ بھی ہے کہ آخرت میں جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے اور کافر سے فرمایا جائے گا کیا تمہارے پاس میری طرف سے ڈرانے اور احکام پہنچانے والے نہیں آئے تو وہ انکار کریں گے اور کہیں گے کوئی نہیں آیا حضرات انبیاء علیہم السلام سے دریافت فرمایا جائے گا تو وہ عرض کریں گے! یہ جھوٹے ہیں ہم نے انہیں تبلیغ کی اس پر ان سے اقامۃً للحجۃ دلیل طلب کی جائے گی وہ عرض کریں گے: اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہماری شاہد ہے۔ تو یہ اُمت پیغمبروں کی شہادت دے گی کہ ان حضرات نے تبلیغ فرمائی اس پر گزشتہ اُمت کے کفار کہیں گے انہیں کیا معلوم یہ تو ہم سے بعد میں ہوئے تھے چنانچہ اس وقت اس امت سے فرمایا جائے گا تم کیسے جانتے ہو؟ یہ عرض کریں گے یا رب تو نے ہماری طرف اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا قرآن پاک نازل فرمایا ان کے ذریعہ سے ہم قطعی و یقینی طور پر جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے فرض تبلیغ علیٰ وجہ الکمال ادا کیا پھر سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی اُمت کی نسبت دریافت فرمایا جائے گا تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم ان کی تصدیق فرمائیں گے۔

مسئلہ نمبر۵: اس سے معلوم ہوا! اشیاء معروفہ میں شہادت تسامع کے ساتھ بھی معتبر ہے یعنی جن چیزوں کا علم یقینی سننے سے حاصل ہوا اس پر بھی شہادت دی جاسکتی ہے۔ (خزائن العرفان فی تفسیر القرآن علی کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن والرضوان والفقر ان زیر آیت مندرجہ بالا)

✻ مجتہد مخطی بھی ہوسکتا ہے اور مصیب بھی اگر صحیح مسئلہ اخذ کرلیا تو دو اجر اور اگر قرآن وسنت سے مسئلہ کے استنباط میں خطا ہوگئی تو ایک اجر۔ اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطا فلہ اجر۔ (٧٣٥٢)

امر کا مقابل مباح ایک مثال

حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا: اَحِلُّوْا وَاَصِیْبُوْا مِنَ النِّسَآءِ۔ احرام کھول دو اور عورتوں کے پاس جاؤ۔ ظاہر ہے عورتوں کے پاس جانا مباح ہی رہے گا اور حدیث میں آگے خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے وضاحت بھی فرمادی ولم یعزم علیھم۔ کہ ہم پر حضور علیہ السلام نے عورتوں کے پاس جانا لازم قرار نہ دیا۔ اس کے بعد اسی حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک حالت کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں کس قدر گرمی ہوئی کہ لوگوں کے مزاج میں اس کی وجہ سے اتنی تیزی آجاتی۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ ہم کہہ رہے ہیں ''جب ہمارے اور عرفہ کے درمیان پانچ دن رہ جائیں گے تو ہمیں حکم ہوگا کہ عورتوں کے پاس جاسکتے ہو جبکہ فناتی عرفۃ یقطر مذاکیرنا المذی (ہم عرفات میں آئیں گے تو ہماری شرمگاہوں سے منی ٹپک رہی ہوگی) (١٠٩٥)

حوالے

✻ صلوا قبل صلوۃ المغرب ...... لمن شاء۔ (ص١٠٩٥ حاشیہ نمبر٣)

جو چاہے مغرب سے پہلے نماز (نفل) پڑھ لے۔ (یعنی پابندی کوئی نہیں)

* علم ظاہر وعلم باطن۔ الظاهر على كل شيء علما و الباطن على كل شيء علما. باب قول الله عالم الغيب فلا يظهر. (١٠٩٧)

* تشهد ابن مسعود السلام عليك ايها النبي. (٧٣٨١)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی تشہد یہی ہے جو آج ہم پڑھتے ہیں (یعنی السّلام عليك ايها النبي نہ کہ السّلام على النبي)

* اللہ تعالیٰ جنت کو بھرنے کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا فرمائے گا۔ (٧٣٨٤)

(یہ وہ انسان ہیں جو اولادِ آدم علیہ السلام نہیں ہیں)

* انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا ذكرني. میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں۔ (حدیث قدسی) (٧٤٠٥)

* وجوه يومئذ ناظرة...... دیدار الٰہی۔ (٧٤٣٨، ٧٤٣٩)

* ان رحمتي وسعت غضبي. (٧٤٥٣) (میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے)

* حدیث معراج۔ ودنا الجبار رب العزة فتدلّٰى حتّٰى كان منه قاب قوسين او ادنى. (٧٥١٧، ص ١١٢٠، سطر ٣١) شب معراج ربّ العزت نے خود اپنے محبوب اور شب اسریٰ کے دولہا کو کتنا قرب عطا فرمایا۔

* ليس منا من لم يتغن بالقران. (جو قرآن کو اچھی آواز سے نہیں پڑھتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں) (٧٥٢٧)

* موذن کی اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے ہر شئے قیامت کو اس (کے ایمان) کے لئے گواہی دے گی۔ (٧٥٤٨)

آخری حدیث:

* سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد

فرمایا:

كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ. خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ. (٧٥٦٣)

دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں بہت ہی پیارے ہیں، زبان پر بہت ہی ہلکے ہیں (یعنی ان کی ادائیگی بہت آسان ہے) میزان میں بہت ہی وزنی ہیں۔ (وہ کلمات یہ ہیں) سبحان الله وبحمده (ہم اللہ تعالیٰ کی ہر عیب سے پاکی بیان کرتے ہیں) سبحان الله العظيم (اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک، بڑی عظمت والا ہے)

(اللہ تعالیٰ کے محبوب کلمے) اس بارے میں یاد رکھیں محبت دل کے میلان کو کہا جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ دل اور میلان دونوں سے پاک ہے تو دو کلمے اللہ کو محبوب ہیں کا کیا معنی ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ یہاں اور ہر جگہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی محبت کی بات ہوگی تو اس سے محبت کا لازم معنی مراد ہوگا یعنی جس سے محبت ہوئی ہے اس پر انعام و اکرام کیا جاتا ہے اس کی کوتاہیوں سے درگزر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب سے نوازتا ہے چنانچہ فرمایا سبحان الله نصف الميزان والحمد لله تملاه سبحان اللہ سے ترازو آدھا بھر جاتا ہے اور الحمد للہ سے پورا بھر جاتا ہے تو جب یہ دونوں چیزیں سبحان الله وبحمده میں موجود ہیں تسبیح بھی ہے تحمید بھی تو پھر اس کے ثواب کا کون اندازہ لگا سکتا ہے اور یہ کیوں نہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوں۔

یاد رہے! امام بخاری علیہ الرحمۃ اس حدیث کو کل تین مقامات پر لائے ہیں کتاب الدعوات میں سبحان الله العظيم پہلے ہے اور کتاب الایمان والنذور اور کتاب التوحید میں یہ جملہ بعد میں ہے پھر کتاب الدعوات اور کتاب الایمان والنذور میں حبيبتان الى الرحمن بعد میں ہے اور یہاں پہلے ہے۔

لفظ سبحان کی تحقیق

سبحان اللہ کے معنی ہیں میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں یا میں نے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی۔ سبحان اللہ مفعول مطلق ہے فعل ماضی سَبَّحْتُ کا یا فعل مضارع اُسَبِّحُ کا اس فعل کو سماعی طور پر حذف کرنا واجب ہے اور لفظ سبحان عموماً بطور مضاف ہی مستعمل ہے اگرچہ بعض کلمات عرب میں بغیر اضافت کے بھی آیا ہے۔ کلمہ کا حفیف ہونا اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت ہی مختصر یا ایسا فصیح کہ زبان پر اس کی ادائیگی بہت آسان ہو۔

اعمال کو تولے جانے کا مطلب؟

ثقیلتان فی المیزان میں معتزلہ کا رد ہے جو کلمات کو اعراض کہہ کر ان کے تولا جانے کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ قرآن مجید میں کئی آیات اعمال کے وزن کی طرف صراحت کے ساتھ راہنمائی کر رہی ہیں حالانکہ اعمال بھی تو اعراض ہیں۔ فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة الراضیة. واما من خفت موازینه فامهٗ هاویة. ونضع الموازین القسط...... وغیرہا اور احادیث تو اس بارے میں بے شمار ہیں۔ باقی رہا یہ کہ اعراض کیسے تولے جاسکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اعراض میں وزن پیدا کردے اور وہ اپنے محل کے بغیر تولے جائیں کیونکہ ثقلت موازینه یا ثقیلتان فی المیزان میں دونوں کلمے اپنے ظاہری معنی پر محمول ہوں گے اور بلا ضرورت ظاہری معنی سے عدول گمراہی ہے۔ بعض نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مراد اس سے اعمال نامے کے وہ دفتر ہیں جنہیں کراماً کاتبین نے لکھا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ بغیر حساب و کتاب کے بھی کسی کو جزا و سزا دے تو یہ ظلم نہیں ہے۔ لیکن حساب و کتاب اور اعمال کا تولا جانا اس لئے ہیں کہ کسی کے ذہن میں اس بارے میں ناانصافی کا شائبہ نہ گزرے کہ کسی پر ظلم ہوا ہے نہ دیکھنے والے کو اور نہ ہی جس کے سامنے معاملہ کیا جا رہا ہے اس کو اور ان کے لئے کوئی بہانہ بھی نہ رہے اور حجت بھی تمام

ہو جائے۔

امام حاکم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ میزان کے پلڑے اتنے بڑے ہوں گے کہ تمام آسمان و زمین بھی اس میں رکھ دیئے جائیں تو سما جائیں۔

اعمال کیوں تولے جائیں گے؟

رہا یہ کہ جب فرشتے ایک اعمال نامہ تیار کر رہے ہیں تو اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی بجائے اعمال کو تولنے کی ضرورت کیوں پڑی؟

تو یہ ایسے ہی ہے جیسے مجرم اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے فلاں جرم کیا ہے اس کے باوجود جب اسے سزا سنائی جاتی ہے تو وہ سزا سنانے والے کو اچھا نہیں سمجھتا اور انصاف کا رونا روتا ہے اور فیصلہ ہونے سے پہلے پہلے اس کے پاس اپیل کا موقع ہوتا ہے۔ جب فیصلہ ہو جائے تو بات حتمی و یقینی ہو جاتی ہے پھر نہ اپیل کام آسکتی ہے اور نہ کوئی سفارش تو فرشتوں کے لکھنے کے بعد بھی اعمال کو تولنا فیصلہ سنانے کے لئے ہے اور یہ بتانے کے لئے ہے کہ اب فیصلہ ہو چکا اور کام پکا ہو گیا لہٰذا جنت والے جنت میں ہمیشہ رہنے کا یقین کرلیں اور دوزخ والے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا یقین کرلیں۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ دو برابر کے کاغذ ہیں ایک پر ایک روپے کا حساب و کتاب لکھا گیا ہے اور دوسرے پر ایک لاکھ کا، جبکہ تولنے میں تو دونوں کا وزن برابر ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ برابر کی دو چیزیں بھی وزن میں مختلف ہو سکتی ہیں ایک طرف ایک دھاگہ ہے دوسری طرف دھاگے کی لمبائی اور موٹائی کے برابر لوہے کی سلائی ہے تو وزن بہرحال سلائی کا زیادہ ہوگا۔ یونہی جب اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف

کے لیے ترازو قائم کرنا ہے تو اعمال کا وزن بھی عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہی ہوگا۔ جیسا عمل ہوگا اسی کے مطابق وزن ہوگا۔ کاغذ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے کچھ نہ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث بطاقہ (جو چند سطور کے بعد آرہی ہے) سے آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ عمل کے وزن سے کاغذ کا ایک پرزہ حد نگاہ تک پھیلے ہوئے ننانوے رجسٹروں پر بھاری ہوگیا۔ وما ربك بظلام للعبید.

میزان کو کہاں قائم کیا جائے گا؟

قیامت کے دن یہ میزان عرش کے پاس قائم کی جائے گی نیکیوں کا پلڑا عرش کی دائیں طرف ہوگا جنت کے سامنے اور برائیوں کا پلڑا عرش کی بائیں طرف دوزخ کے بالمقابل اور اس میزان کا معاملہ دنیا کے میزان کے برعکس ہوگا یعنی جو پلڑا بھاری ہوگا وہ اوپر اٹھ جائے گا اور جو ہلکا ہوگا وہ نیچے جھک جائے گا دلیل یہ ہے الیه یصعد الکلم الطیب. اسی کی طرف پاکیزہ کلمات بلند ہوتے ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ نہیں وہاں کا معاملہ دنیا کے معاملے کی طرح ہی ہوگا اور دلیل میں فاما من ثقلت موازینه آیۂ قرآنی پیش فرمائی ہے اور فرمایا الیه یصعد الکلم الطیب سے مراد مقبول ہونا ہے۔

انسانوں کی تین قسمیں ہوں گی

پھر انسان کی تین اقسام ہیں: (۱) جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ (۲) جو بلا حساب وکتاب دوزخ میں جائیں گے۔ (۳) وہ مومنین جن کی نیکیاں بھی ہوں گی اور برائیاں بھی ہوں گی۔ ابتداً انہیں شفاعت نصیب نہ ہوگی ان کا حساب بھی ہوگا اور ان کے اعمال بھی تولے جائیں گے۔ اس بارے میں ایک ایمان افروز واقعہ پر اکتفا کر رہا ہوں جو کہ ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد اور مشکوٰۃ میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے ایک شخص کو الگ کھڑا کرے گا

اور اس کے اعمال نامے کے ننانوے رجسٹر پھیلائے گا ہر دفتر حد نظر تک لمبا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا: کیا ان میں سے تو کسی چیز کا انکار کرسکتا ہے؟ کیا میرے کاتبین نے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے؟ وہ عرض کرے گا: نہیں اے پروردگار! اللہ فرمائے گا کیا تیرے لئے کوئی عذر ہے وہ کہے گا نہیں اے پروردگار! اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی ہمارے حضور ہے اور تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ اس کے بعد کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس میں لکھا ہوگا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اللہ فرمائے گا میزان پر جا وہ کہے گا اے پروردگار! ان دفتروں کے مقابلے میں یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا حیثیت رکھتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا وہ سارے دفتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے اور وہ کاغذ کا ٹکڑا دوسرے پلڑے میں تو ننانوے رجسٹر ہلکے ہو جائیں گے اور یہ کاغذ کا ٹکڑا بھاری ہو جائے گا اللہ کے نام کا مقابلہ کوئی شے نہیں کر سکتی۔ (اس کو حدیث بطاقہ کہا جاتا ہے)

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب کو حمد و تسبیح پر ختم فرمایا ہے کیونکہ اہل جنت کا ملاقات کے وقت دعائیہ کلام تسبیح ہوگا اور آخری کلام حمد ہوگا جیسا کہ سورۂ یونس میں ارشاد ہوتا ہے۔

دعواهم فیها سبحانك اللهم وتحیتهم فیها سلٰم واٰخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمین. (آیت نمبر ۱۰)

جنت میں ان کی دعا تسبیح ہوگی، ملاقات کا کلام سلام ہوگا اور آخری دعا اللہ رب العالمین کی حمد ہوگی۔

لیکن امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس اسلوب میں بھی اپنی محدثانہ شان کی جھلک دکھائی ہے اور وہ اس طرح کہ اپنی طرف سے حمد و تسبیح کے الفاظ لانے کی بجائے سید الحامدین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلنے والے حمد و تسبیح کے اعلیٰ

الفاظ پر اپنی کتاب کو مکمل فرمایا تا کہ حدیث کی روایت بھی ہو جائے اور حمد و تسبیح پر کتاب کا اختتام بھی ہو جائے۔

اسی بابرکت طریقے پہ عمل کرتے ہوئے میں بھی اپنی اس کتاب کو چند حمدیہ اشعار پہ مکمل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

الٰہی حمد سے عاجز ہے یہ سارا جہاں تیرا
جہاں والوں سے کیونکر ہو سکے ذکر و بیاں تیرا

زمین و آسماں کے ذرّے ذرّے میں ترے جلوے
نگاہوں نے جدھر دیکھا نظر آیا نشاں تیرا

ٹھکانہ ہر جگہ تیرا سمجھتے ہیں جہاں والے
سمجھ میں آ نہیں سکتا ٹھکانا ہے کہاں تیرا

تیرا محبوب پیغمبر تری عظمت سے واقف ہے
کہ سب نبیوں میں تنہا ہے وہی اِک راز داں تیرا

جہانِ رنگ و بو کی وسعتوں کا راز داں تو ہے
نہ کوئی ہم سفر تیرا نہ کوئی کارواں تیرا

تری ذاتِ معلّٰی آخری تعریف کے لائق!
چمن کا پتہ پتہ روز و شب ہے نغمہ خواں تیرا

دعاؤں کا طالب

غلام حسن قادری

۱۲-۱-۲۰۰۸ء